خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ تک

تالیف: مرزا محمد عمر الدین نعیمی مرحوم

تقدیم: پروفیسر علامہ محمد اکرم رضا

قادری رضوی کتب خانہ۔ لاہور

تاریخِ اسلام کی وہ یادگار داستانِ عقیدت جس کے
ایک ایک لفظ سے محبتِ خدا اور رسول کی مہک پھوٹتی ہے

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم
سے
شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ
تک



تالیف مرزا محمد علم الدین نعیمی مرحوم

تقدیم پروفیسر علامہ محمد اکرم رضا

قادری رضوی کتب خانہ
گنج بخش روڈ، لاہور 042-7213575

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

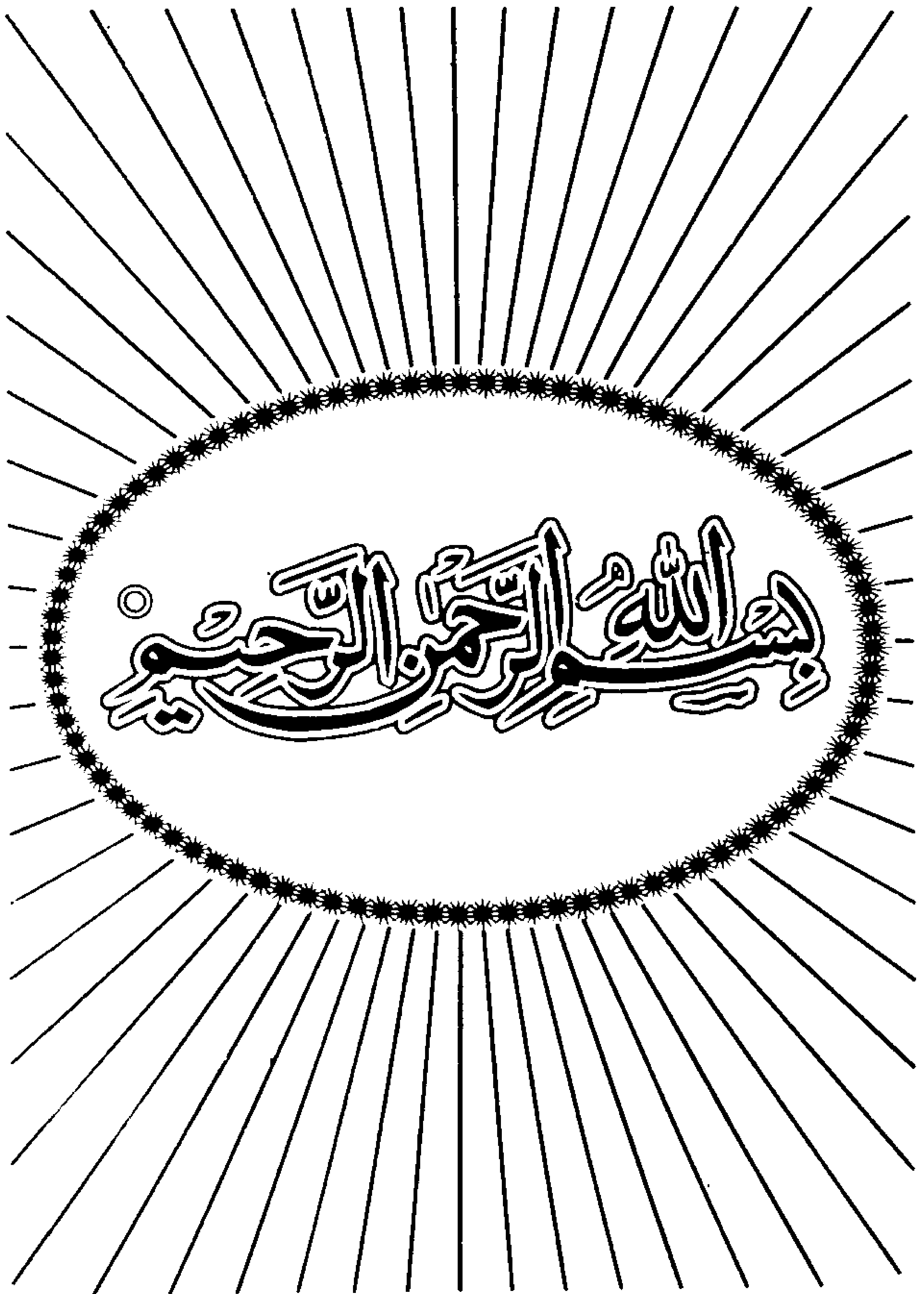
- نام کتاب — خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ تک
- مؤلف — مرزا احمد عمر الدین نعیمی (مرحوم)
- تقدیم — پروفیسر علامہ محمد اکرم رضا
- تصحیح — رانا محمد نعیم اللہ خاں، بی ایس سی، بی ایڈ، ایم اے (اردو، پنجابی)
- کمپوزر — محمد شکیل قادری شطاری، شطاری ضیائی کمپوزر کامونکی
- طبع — اوّل
- اہتمام —
- صفحات — 256
- اشاعت — 2010ء
- ناشر — منیر احمد مغل (یو۔ایس۔اے)
- تعداد — 500
- قیمت =/200روپے

ملنے کے پتے :

1: منیر احمد مغل (کمشنر ہاؤسنگ اتھارٹی) 13۔مارگریٹ ڈرائیو۔پائن بروک نیوجرسی 07058 یو۔ایس۔اے

2 : قادری رضوی کتب خانہ ۔ گنج بخش روڈ لاہور

3: جملہ برادران: انجینئر محمد اسلم جواد ، محمد سلیم مغل (مرحوم) ، حاجی محمد امین، عبدالحفیظ ہمایوں ،منیر احمد مغل (یو۔ایس۔اے)


بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاحَبِیْبَ اللہ

انتساب

اپنے والدین کریمین

کے نام

جن کے حُسنِ تربیت سے

میں اس سلسلہ تبلیغ واشاعت کو

آگے بڑھانے کے قابل ہوا۔

منیر احمد مغل

(یو۔ایس۔اے)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست







تقدیم

تاریخ کا عظیم باب اور محمد عمر الدین کی قلمی سرفرازی

تحریر: پروفیسر علامہ محمد اکرم رضا

یوں تو صفحۂ ہستی پر بڑی بڑی شخصیات ابھری ہیں جو اپنے دورِ حیات میں اپنی عظمت وشوکت کا ڈھنڈورا پیٹتی رہیں، اور وقت کے کاسہ لیس اپنی خوشامد اور براپرسی کے دام کھرے کرنے کے لیے ان شخصیات کے محاسن کی جھوٹی فصیلیں کھڑی کرتے رہے۔ ان شخصیات میں شاہانِ کج کلاہ اور سلاطین زمن بھی تھے، اور وزراء و مشیرانِ باتدبیر بھی تھے۔ ان میں ایسے دولت مند سرمایہ دار بھی تھے جن کی دولت سے زمانے زیروزبر ہو جایا کرتے تھے اور جن کی کشور کشائی اور فتوحات سے وقت اپنی رفتار بدل دیا کرتا تھا۔

لیکن چشم عالم یہ دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے کہ جب موت ان کا احاطہ کرتی تو ان کے قبر میں اترنے سے پہلے ہی تمام کاسہ لیس اور خوشامد گو ان کی تضحیک وتوہین پر اتر آتے تھے۔ جہاں انھیں مرنے والے کی زندگی میں تمام خوبیاں نظر آتی تھیں، وہاں اس کی موت پر زمانے بھر کے نقائص اور معائب دریافت کرنے لگتے تھے۔ گویا وہ زندگی بھر عارضی خوشامد اور توصیف سے زندگی کی راحتیں کشید کرتے رہے مگر ان کی موت کے ایک ہی جھٹکے نے انھیں توصیف کے طلسم سے نکال کر عیب و توہین کے قدموں تلے لا کر پھینک دیا۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے کبھی بھی عبرت و نصیحت سے مستقبل کی روشنی حاصل نہ کی۔ للہذا اپنی غلط سوچ کی بدولت جہاں وہ زوال وادبار سے دوچار ہوئے وہاں اس طور فنا کے گھاٹ اترے کہ آج کوئی باشعور

ان کا نام تک لینا گوارا نہیں کرتا۔

لیکن ان کے مقابلے میں سلاطین، حکمران اور کشور کشاؤں کا ایک ایسا گروہ بھی ہے جو ایک عرصہ زمانے پر حکومت کرتے رہے۔ وہ جدھر بھی جاتے زمانہ ان کے قدموں تلے آنکھیں بچھا دیتا تھا۔ جب وہ مسندِ حکومت پر بیٹھتے تو خوشامدیوں کا گروہ انھیں اپنی گفتارِ بے ہنگام کی لپیٹ میں لینے کے لیے آگے بڑھتا، مگر یہ حکمران اور سلاطین اسے دھتکار دیتے کہ ہمیں خوشامد یا جھوٹ سے غرض نہیں، بلکہ ایسے صدق شعار مطلوب ہیں جو ہمیں ہماری کوتاہیوں سے آگاہ کر سکیں، سرِ عام ٹوک کر ہمیں صراطِ حق پر گامزن کر سکیں۔ اور پھر یہی خوش بخت تھے جو تاریخ کے بلند ترین ایوانوں کی زینت بن گئے۔ یہ عظیم نفوس کسی اور ہی دنیا کے شہری معلوم ہوتے تھے۔ یہ صحابہ کرام تھے جنھیں ''رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ'' کی خلعتِ دوام حاصل ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرم نوازیوں نے ان بے سروسامان لوگوں کو تاریخِ ابدیت کا اعزاز بنا دیا۔

محسنِ کائنات، فخرِ موجودات، محبوبِ دوعالم، تاجدارِ بنی آدم حضور محمد مصطفیٰ ﷺ نے عظمتِ انسانیت کا جو نمونہ پیش کیا ہے، بزمِ ہستی قیامت تک اس کی نظیر نہیں دیکھ سکے گی، اور دیکھیے بھی کس طرح کہ ربِ دوعالم نے اپنے محبوب ﷺ کو بے مثال اور بے مثیل بنایا ہے۔

کرے کیا ثنائے نبی رقم، ہے سراپا عجز میرا قلم
کہ خدا کے بعد حضور کی نہ مثال ہے نہ مثیل ہے

(رضا)

محسنِ اعظم کی عظمت دیکھنی ہو تو ان کے حلقۂ فیض سے تربیت پانے والوں

کی ایک جھلک دیکھ کر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔آپ وہ رہنمائے ذی وقار تھے کہ جو بھی آپ کی صحبت میں آیا مطلعِ علم وحکمت کا نیّرِ تاباں بن گیا۔آپ وہ مرشدِ کامل تھے جس نے اپنے چاہنے والوں کو تاریخ انسانیت کا وقار بنا دیا۔آپ جانِ دو عالم تھے،روحِ ہر زماں تھے۔آپ نے سنگریزوں کو لعل و جواہر کی چمک دی،خاک نشینوں کو اوجِ ثریا کی بلندی عطا کی،ظلم وستم کی چکی میں پسنے والوں کو خودی اور خودداری کا پیکر بنا دیا۔ ظالموں اور جابروں کو حلم وحیا اور عدل وانصاف کی پاس داری کی دولت بخشی۔

یوں تو زمانے کے زمانے آپ سے فیض یاب ہوئے اور آپ کی تعلیمات قدسیہ سے اب بھی فیض یاب ہو رہے ہیں،لیکن بالخصوص خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح رہنمائی لی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھ کر جس طور سلطانی اور شہنشاہی کے آداب سیکھے اس کی مثال ہی نہیں ملتی۔مگر یہ کیسی سلطانی تھی کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے پیراہن پر لگے پیوند ان کی خداشناسی اور خدمتِ انسانیت کا اعلان کر رہے تھے۔یہی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تھے جو راتوں کو جاگ کر مدینہ طیبہ اور نواحی بستیوں کا گشت کیا کرتے تھے۔یہی خلفائے عظام رضی اللہ عنہم تھے کہ غلام ان کے ہمراہ ہوتے مگر بندہ وآقا کی تمیز نظر نہیں آتی تھی۔یہی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تھے جو بیواؤں کی خدمت کرتے،بوڑھی عورتوں کے گھر میں صبح سویرے جھاڑو پھیر آتے۔ ،کسی کے ہاں فاقہ ہوتا تو بیت المال سے آٹے کی بوریاں کندھوں پر لادھ کر ان کے گھروں میں پہنچا آتے۔اس خوف سے لرزاں رہتے کہ دریائے دجلہ کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا رہ گیا تو قیامت کو مجھ سے اس کی باز پرس ہوگی۔سفر پر نکلتے تو خادم کو اس شرط پر ساتھ لیتے کہ باری باری سواری پر سوار ہوں گے۔حق تو یہ ہے کہ

چشمِ عالم ڈھونڈتی ہے آج پھر ایسا نظام

حکمراں پیدل چلے،بیٹھے سواری پر غلام

خطہءِ امن وسکوں وہ راحتِ قلب ونظر

وہ مدینہ جس نے بخشا زندگی کو فیضِ عام

(رِضاؔ)

اصحابِ رسول اور بالخصوص خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے کارنامے تاریخِ اسلام کا سب سے بڑا وقار ہیں۔تمام مؤرخین اور محققین اس حقیقت پر متفق ہیں کہ اسلام کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم جیسا سنہرا اور لافانی دور پھر کبھی میسر نہ آسکا۔اگر اس دَور کی صدائے بازگشت کہیں سنائی دیتی ہے تو بنوامیہ کے عُمرِ ثانی حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے کردار اور سیرت کے حوالے سے۔ورنہ ان پاکیزہ نفوس کے بعد ہی خلافت کی جگہ ملوکیت نے لے لی۔مجالسِ شوریٰ کی جگہ شخصی اور ذاتی فیصلے ہونے لگے ۔وہ بیت المال جو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوار میں ملتِ اسلامیہ کی امانت تھا، اسے لوگوں کی وفاداری خریدنے اور دنیاوی نمائش کاریوں اور لہوولعب پر خرچ کیا جانے لگا۔ان کے احتساب کا کوئی ادارہ نہ تھا،اور اگر کسی درویشِ خدامست کا نعرہَ مستانہ گونجتا تھا تو اسے دارورسن کی نذر کردیا جاتا تھا۔

یہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہی تھے جن کے مجاہدین کے گھوڑوں کی ٹاپ سے ایشیا، یورپ اور افریقہ کے کاخ وایوان لرز رہے تھے۔عرب کے بادیہ نشین قیصر و کسریٰ کے مقدر کا فیصلہ کررہے تھے۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جذبہءِ ایمانی دیکھیے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد ابھرنے والے تمام فتنوں سے ایک ہی وقت میں نبرد آزما ہورہے ہیں۔جھوٹے مدعیانِ نبوت سے ٹکراؤ،تارکین نماز وزکوٰۃ سے معرکہ آرائی،مدینہ کی حدود پر دستک دینے والی سامراجی قوتوں کا مقابلہ،وہ ایک فرد نہیں عزم وہمت کی چٹان تھے جس نے ہر غیر اسلامی فتنے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کچل کررکھ دیا۔سیدنا عمر بن خطاب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کہ جن کے عدل وانصاف سے

تمام عمائدینِ سلطنت لرزتے تھے، جنھوں نے عدل کے راستے میں بڑی سے بڑی رکاوٹ کو روند ڈالا۔ ان کے کپڑوں میں اٹھارہ اٹھارہ پیوند لگے ہوتے، اپنے جوتے خود گانٹھتے۔ بڑی بڑی سلطنتوں کے سفیر آپ کی انتہائی سادہ زندگی دیکھ کر حیران وششدر رہ جاتے کہ سادہ سا مکان، نہ کوئی حاجب نہ دربان، نہ محافظ، جہاں نیند آ گئی وہیں بازوؤں کو سرہانہ بنا کر لیٹ جاتے۔ آپ مرادِ رسول (ﷺ) تھے، زمانہ آپ سے لرزتا تھا اور آپ کے شب و روز خوفِ خدا سے لرزتے ہوئے گزرتے تھے۔ خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ انتہائی مال دار مگر انتہائی فیاض اور سخی، جامع القرآن، دامادِ رسول ﷺ تھے۔ انھوں نے اپنا مال خدا کی راہ میں وقف کر رکھا تھا۔ آپ غیرتِ ایمانی کی تصویر تھے، آپ کے دور میں مسلمانوں نے بحری جنگوں کی جانب توجہ کی۔ آپ کے زمانے میں شورشیں بھی رہیں مگر اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا۔ آپ محبوبِ رسول اور محبوبِ خلائق تھے۔ تاریخ ایک ورق الٹتی ہے تو شیرِ خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سامنے آتے ہیں۔ سادگی، درویشی، استغنا اور خدا خوفی کے مظہر، بہادری اور دلیری کے پیکر، شیرِ خدا کہ جنھوں نے باطل کے سامنے جھکنا کبھی سیکھا ہی نہیں تھا۔ شہرِ علم و حکمت کے دروازے، مخلوقِ خدا کے مولیٰ، فقر ایسا کہ جَو کی روٹی پر گزارا، تمام رات یادِ خدا میں بسر ہوتی۔ ان کا فقر دیکھ کر حضور ﷺ کا ''اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ'' کا سماں یاد آ جاتا۔ بیت المال دنیا بھر کی نعمتوں سے بھرپور تھا مگر خود محنت کر کے کھاتے اور گزارا کرتے۔ اوصاف و محاسن اتنے کہ شاید فلک پر اس قدر ستارے بھی نہ ہوں، مگر بارگاہِ خداوندی میں احتسابِ خلافت کے خوف سے خشک پتے کی طرح لرزتے۔ زمانہ آگے بڑھتا ہے تو نواسۂ رسول سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا مختصر سا دورِ حکومت نظر آتا ہے۔ محاسنِ انسانی اور اخلاق و کردار کی انتہائی روشن تصویر۔ ایک کثیر لشکر کے سربراہ ہونے کے باوجود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے محض اس لیے

11093S

صلح کر لی کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا بہت بڑی خونریزی کو روک کر امن وسلامتی کا پرچم بلند کرے گا۔

شوکتِ ایماں تھا ہر اک جانشینِ مصطفیٰ
پاسدارِ علم و حکمت ، باخدا و باصفا
بزمِ ہستی لا نہیں سکتی کبھی ان کی نظیر
ان کا اسوہ جانِ فطرت ،ہر ادا شمعِ ہدیٰ

(رضاؔ)

یہ مقدس نفوس جنھیں ہم ''خلفائے راشدین'' (رضی اللہ عنہم) کے نام سے یاد کرتے ہیں، فرشتے نہیں انسان تھے، مگر سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کی پیروی نے انھیں بشریت میں ملکوتی جوہر عطا کیے تھے۔ یہ خاکی تھے مگر خاک سے نہیں، بلندیوں پر چمکنے والے ستاروں سے نسبت رکھتے تھے۔ ان کا عمل ان کے علم کا گواہ اور ان کا علم محرمِ اسرارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عطائے خاص تھا۔ ان کی آپس میں محبت ایک روشن مثال تھی۔ وہ ''اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ'' (پ ۲۶، سورہ الفتح ۲۹) کی عملی تفسیر تھے۔ کردارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاودانی تفسیر تھے۔ ان کے ہاں نفرت نہیں محبت تھی، عداوت نہیں شفقت تھی۔ اگر کبھی اختلاف ہوا بھی تو چند لمحوں میں ہی دائمی محبت میں بدل گیا۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر جیتے تھے۔ ایک دوسرے کی ناموس کے پاسدار تھے۔ وہ چلتے تھے تو زمین ان کے قدموں تلے سمٹتی تھی۔ ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا دونیم ہوتے تھے اور پہاڑوں کی بلندیاں ان کے وجود کے سامنے اپنا وجود کھو بیٹھتی تھیں۔ وہ زمانے کے مرہونِ منت نہیں تھے بلکہ زمانے ان کے قدموں کی ٹھوکروں سے وجود پاتے تھے۔ وہ مظلوموں کی ڈھارس، مقہوروں کی تسلی، مجبوروں کا آسرا اور محکوم اقوام کے لیے زندگی کی نوید تھے۔ وہ موت سے ہراساں نہیں تھے بلکہ موت

انھیں دیکھ کر کترا کر گزر جاتی تھی، کیونکہ

کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو
ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں
دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کر دے
وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لاتذر میں

(اقبال)

ان خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے تاریخِ عالم کو تہذیب وتمدن کا وہ عالمگیر نظام دیا جسے زمانہ ''خلافتِ راشدہ'' کا نام دیتا ہے۔ایک بے مثال اندازِ جہانبانی جس میں راعی اور رعایا سب کے حقوق محفوظ تھے،جس میں کمزور سے کمزور آدمی خلیفۃ المسلمین کو سرِ عام ٹوک سکتا تھا۔ایک نحیف ونزار بڑھیا ان کا دامن داد طلبی کے لیے کھینچ سکتی تھی۔وہاں انصاف کے حصول کے لیے کسی قصرِ امارت کا طواف کرنا نہیں پڑتا تھا بلکہ امیر المومنین کے سادہ سے مکان میں کوئی بھی سائل اندر جا کر مدعا بیان کر سکتا تھا یہ سب محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان تھا جس کی بدولت عرب کے بدو کشور کشائی اور فتوحات کی کئی داستانیں رقم کرنے لگے۔ان خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے فقط علاقے ہی تسخیر نہیں کیے بلکہ وہاں تہذیب وتمدن اور آئینِ جہاں داری کے ایسے پھول کھلائے جن سے زمانہ آج تک تازگیِ فکر ونظر حاصل کر رہا ہے۔

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے

جہاں گیر و جہاندار و جہاں بان و جہاں آرا
تمدن آفریں، خلّاقِ آئینِ جہاں داری

وہ صحرائے عرب یعنی شتر بانوں کا گہوارا

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تک

انسانی آداب، معاشرتی وقار، تہذیبی نکھار اور جہانبانی کے اطوار کے نئے سے نئے ستارے طلوع ہوتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ یہ عمل کبھی رک نہیں سکتا بلکہ شامِ ابد تک خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے انوار ہر عہد کی زینت بنے رہیں گے۔ ہم تاریخ کے طالبِ علم ہیں، ہم جانتے ہیں کہ درجنوں اصحابِ سیرت اور اربابِ تاریخ نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو بھرپور خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے بڑی تعداد میں ان کے سوانحی کارنامے بیان کیے ہیں، اور یہ سلسلہ فقط اردو میں ہی نہیں بلکہ عربی، فارسی اور انگریزی سمیت بہت سی زبانوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ان میں بیشتر کتب اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے غیر معمولی مآخذ کا درجہ رکھتی ہیں۔ بعض معترضین اور مستشرقین نے ادبی بددیانتی کا بھی ثبوت دیا ہے۔ مصنف نے غیر ضروری مباحث سے گریز کرتے ہوئے ان عظیم المرتبت شخصیات کے کارناموں اور مقاماتِ قدسیہ کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ تذکرہ نگاروں کی طویل فہرست میں مرزا عمر الدین نعیمی کی یہ کاوش معمولی سہی مگر شمع کی لو کتنی ہی مدھم کیوں نہ ہو، اس کا اجالا ظلماتِ عصر کو انوار کی سوغات بخشنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ تذکرہ نگاروں کی کتب کے انبوہ کثیر میں یہ تصنیف اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے انفرادیت کی حامل قرار پائے اور محشر کی تمازتوں میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے لیے کی جانے والے یہ ادبی و علمی کاوش مصنف کے لیے نامۂ اعمال کو جگمگانے کا باعث بن جائے۔ (آمین!)

جب ہم خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پر محققین کی کاوشوں کو دیکھتے ہیں تو ان کی علمی جولانیوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑتا ہے کہ وہ کس درجہ عظیم انسان تھے جو محسنین تاریخِ اسلام کے حالات اس وضاحت اور عشق و عقیدت سے پیش کر گئے۔ چونکہ یہ کتاب جملہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا احاطہ کر رہی ہے، اس لیے مرزا صاحب نے بعض مقامات پر جان بوجھ کر اختصار سے کام لیا ہے، مگر ضروری امور کو کہیں فراموش

نہیں کیا۔ مصنف نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی روحانی اور نظریاتی عظمتوں کو تصور میں رکھتے ہوئے تنقیدی اور اختلافی امور سے گریز کیا ہے۔

زندگی کا قافلہ بدستور اگلی منزلوں کی جانب سفر کرتا رہے گا۔ اس قافلے میں وہ فقیرانِ کج کلاہ بھی ہوں گے کہ جن سے ایک زمانہ جبینِ نیاز خم کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہے۔ علم وحکمت کے ہمالہ صفت مردانِ حق بھی ہوں گے کہ جن کی ایک ایک بات قول فیصل کا درجہ رکھتی ہوگی۔ وہ حق وصداقت کے فدائی بھی ہوں گے کہ جن کی نواؤں میں بوئے اسد اللہی کا جمال وجلال ہوگا۔ وہ کج کلاہ بھی ہوں گے کہ جن کی جبینوں پر نمودار ہونے والی ایک شکن باطل کو لرزہ براندام کردیتی ہوگی۔ وہ سلاطینِ باجبروت بھی ہوں گے جو وقت کے فیصلے خود رقم کرتے ہوں گے۔ ایسے عابدو زاہد شب زندہ دار اور خدامست بھی ہوں گے جو بارگاہِ خداوندی میں خشک پتے کی طرح لرزتے ہوں گے۔ وہ فاتح اور کشور کشا بھی ہوں گے کہ زمین جن کے قدموں تلے سمٹ جاتی ہوگی۔ وہ صدق وصفا کے پیکر بھی ہوں گے جو اپنی ایک ایک بات اور ایک ایک عمل کے لیے خود کو اوروں کے سامنے جواب دِہ تصور کرتے ہوں گے۔ غرض اس کاروانِ حیات میں ہر نوع اور ہر فکر کے انسان ہوں گے۔

لیکن چشمِ فطرت یہ دیکھ کر حیران ہوتی رہے گی کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے انسانی سیرت وکردار کا جو اعلیٰ ترین معیار قائم کیا ہے، ہر فرد اس سے رہنمائی لے رہا ہوگا۔ عبادت وریاضت، فقر ودرویشی، بے غرضی وبے ریائی، عدل وانصاف، خدا خوفی وخداترسی، سلطانی وفرمانروائی، فتوحات وکشور کشائی، علم وحکمت اور دانش وخرد افروزی ان تمام صفات وخصوصیات پر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے کردار کی اس قدر گہری چھاپ ہے کہ کوئی بھی صراطِ حق پر سفر کرنے والا ان سے فیضیاب ہوئے بغیر کامیاب زندگی کا تصور نہیں کرسکتا۔ جوں جوں وقت کا سیلِ بے کراں مستقبل کے

راستوں پر آگے بڑھ رہا ہے، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے کردار کی تابانی و جاودانی حیثیت مزید اجاگر ہوتی جا رہی ہے۔ یہ لطفِ خداوندی اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت کا انعام ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہر دور سے شہرتِ عام اور بقائے دوام کی خلعتِ جاودانی حاصل کر رہے ہیں۔ یہ وہ پاکیزہ نفوس ہیں کہ جن کا ماضی، حال اور مستقبل ان کی عظمت کا گواہ ہے اور ان کے کردار کی عظمتوں کے تناظر میں آقائے دو عالم، فخرِ آدم و بنی آدم، تاجدارِ عرب و عجم حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لافانی تعلیمات اور فیضانِ تربیت کی جھلک واضح طور پر نظر آ رہی ہے، ہر آنے والا دور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی صفاتِ قدسیہ کا مظہر بنا رہے گا اور ان کا رنگِ ثبات لیل و نہار کی آبرو بن کر جگمگاتا رہے گا۔

ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثباتِ دوام
جس کو کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام
مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصلِ حیات، موت ہے اس پر حرام
عشق دمِ جبرئیل، عشق دلِ مصطفیٰ
عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام
تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رَو
عشق خود اک سیل ہے، سیل کو لیتا ہے تھام
عشق کے مضراب سے نغمۂ تارِ حیات
عشق ہے نورِ حیات، عشق ہے نارِ حیات

(اقبالؔ)

سلام ان خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پر جنھوں نے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی

صبحوں کا نور اور اپنی عبادتوں کا گداز بنایا اور وقت نے انھیں یہ اعزاز بخشا کہ یہ تمام اقوام کے لیے کردار و عمل کا اعلیٰ ترین معیار قرار پائے۔ (رضی عنہم ورضوا عنہ)

ان کے آگے سرنگوں ہے بزمِ عالم تا ابد — سرورِ کونین کے گلزار کی مہکار تھے
ان کا ثانی لاکھ ڈھونڈو ِل نہ پائے گا کہیں — ان کے آگے خم سدا دیکھی زمانے کی جبیں

اور پھر ابھی خلافتِ راشدہ کا دور ختم ہی ہوا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے مشیروں کے کہنے پر اپنے بیٹے یزید کے حق میں بیعت لینے پر تل گئے۔ یزید اگر کردار اور چال چلن کے حوالے سے اچھا مسلمان ہوتا یا اسے صحابہ کرام کی صحبت نصیب ہوئی ہوتی تو شاید اس میں اسلامی اقدار کی جھلک ہویدا ہوتی، لیکن وہ شاہی ماحول میں پرورش پانے والا شہزادہ تھا جس نے ناز و نعم سے زندگی کا ہر دور گزارا تھا۔ اب اسے خلافت نہیں بلکہ امارت ملنے والی تھی جس نے صدیوں تک کے لیے حکومت میں وراثت کی بنیاد رکھ دی۔

اس نے تدبیر کی جگہ تلوار سے کام لیا اور نواسۂ رسول، سید الشہداء حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو بھی نہ بخشا اور ان سے زبردستی بیعت لینے پر تل گیا۔ یہ شہزادۂ گلگوں قبا امام حسن رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل خانہ کے لیے کٹھن وقت تھا۔ اگر وہ برضا و رغبت یزید جیسے فاسق و فاجر کی بیعت کر لیتے تو چاروں طرف سے صدا ابھرتی جب نواسۂ رسول امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی ہے تو ہم کس قطار و شمار میں ہیں کہ بیعت نہ کریں۔ شہادت آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے موت کو زندگی پر اور شہادت کو حیاتِ ظاہری پر ترجیح دی۔ تعداد نہیں دیکھی بلکہ فقط خلافتِ اسلام کے ابدی اصول کو پیش نظر رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مصلحت سے نہیں بلکہ جرأت و ہمت سے کام لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ جہاں بھی جاتے، یزیدی جاسوسوں اور گورنروں کے کاسہ لیس آپ کا تعاقب کر رہے ہوتے۔ آپ رضائے الٰہی کو سمجھتے تھے لہٰذا کوفہ کو چل نکلے، جہاں سے

امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خیر مقدمی پیغام آپ کو مل چکا تھا۔(اس پیغام کے بعد امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ بھی بڑی بے دردی سے شہید کر دیے گئے) آپ رضی اللہ عنہ میدانِ کربلا میں پہنچے تو سواری رک گئی، آپ نے فرمایا: یہی میدانِ کربلا ہے، یہیں ہماری، ہمارے خاندان اور جانثاروں کی شہادت کا معرکہ سجے گا۔ادھر یزید اور ابن زیاد کے لشکر نے آپ رضی اللہ عنہ کو محاصرے میں لے لیا۔پھر اسی میدان میں حق و باطل کے مابین وہ معرکہ قیام پذیر ہوا جس میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی اور خاندان کی قربانی دے کر مرجھائے ہوئے نخلِ اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سرسبز و شاداب کر دیا۔

آج مؤرخ کا قلم اس قیامت آفریں منظر کو قلم بند کرتے ہوئے کانپ اٹھتا ہے۔

اے کربلا کی خاک !اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ نعشِ جگر گوشۂِ رسول
اسلام کے لہو سے تری پیاس بجھ گئی
سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسول
کرتی رہے گی پیش شہادت حسین کی
آزادیءِ حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

امامِ حسین رضی اللہ عنہ کتنے خوش بخت تھے جنھیں خاک و خون میں لوٹایا گیا۔یہی حسین رضی اللہ عنہ تھے جو راکبِ دوشِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن کے لیے فرمایا تھا:''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں''۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کے لبوں کو چومتے اور فرماتے:''مجھے ان سے جنت کے پھولوں کی مہک آتی ہے''۔آپ نے

حسین (رضی اللہ عنہ) کی محبت کو اپنی قرار دیا تھا۔ وہی حسین (رضی اللہ عنہ) آج اپنے اہل بیت کو ہمراہ لے کر کربلا کے میدان میں خلعتِ شہادت زیبِ تن کر کے سرخرو ہو چکے تھے اور یزید اپنی ظاہری فتح کے باوجود تاریخ کے عبرت کدہ میں ذلت کا نشانہ بن چکا تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ثابت کر دیا کہ ہم جیسے اہل بیت ظاہری طور پر موت کو سینے سے لگا کر بھی حیاتِ ابدی پاتے ہیں اور یزید جیسے گمراہ، عارضی طور پر فتح پا کر بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شکست و نامرادی کے قبرستان میں جا مرتے ہیں۔ آج سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ اسلام کی سربلندی کا پیغام دے رہے ہیں اور یزید اور اس کے حواریوں کی روحیں زمانے بھر میں اپنی ذلت و نامرادی کا نوحہ پڑھ رہے ہیں کہ۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے　　　اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ممتاز صاحبِ قلم جناب مرزا محمد عمر الدین کی تصنیف ''خلفائے راشدین سے شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہم تک'' تاریخ و تحقیق کے حوالے سے روشن تحریر ہے۔ فاضل مصنف نے مختلف معتبر مآخذ کی مدد سے اس کتاب کو تاریخ اسلامی کے روشن ترین باب کا حوالہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ مرزا محمد عمر الدین ایک طویل عرصہ تک تحریر و تقریر کی وادیوں میں اپنی خداداد صلاحیتوں کے نقوش ہویدا کرتے رہے۔ ان کی درج ذیل تصانیف اشاعت پذیر ہو کر اصحابِ علم و فضل سے خراجِ عقیدت حاصل کر چکی ہیں۔

① عظمتِ خیر الانام　　　② موت سے عالم برزخ تک

مزید برآں متعدد تصانیف بھی ہیں جو طبع و اشاعت کی منتظر ہیں۔ آپ کے تفصیلی حالات ہم آپ کی تحقیقی تصنیف ''موت سے عالم برزخ تک'' میں تحریر کر چکے ہیں، اس لیے زیر نظر کتاب کے دیباچے میں ہم آپ کے کردار کے چند روشن پہلوؤں کا ذکر کریں گے۔

مرزا محمد عمر الدین نعیمی ریلوے میں بڑے افسر تھے۔ مسلمانوں کی ہمدردی اور ان کے مسائل کے حل کے لیے خاص طور پر کوشاں رہے۔ ہندو آپ سے چڑتے مگر آپ ان کی بالکل پروانہ کرتے۔ جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو آپ نے اپنی خدمات حکومتِ پاکستان کے سپرد کردیں۔ تقسیم برصغیر کے وقت آپ جالندھر میں تھے۔ جالندھر میں سونے کی مارکیٹ میں لاکھوں روپے کی انویسٹمنٹ تھی، جب پاکستان بنا تو سب کچھ تباہ ہوگیا۔ آپ نے ذرا سا بھی ملال نہ کیا اور حب الوطنی کے تمغۂ ایمانی کو سینے سے سجائے پاکستان چلے آئے۔

آپ نے ایک اور اہم فریضہ یہ انجام دیا کہ صرف اہل وعیال کو ہی نہیں بلکہ جالندھر کے مسلمان بزرگوں، بیواؤں، بچوں اور خواتین کو سلامتی سے پاکستان لائے۔ جب آپ جالندھر سے نکلے تو سکھوں نے فوراً علاقے کو آگ لگادی۔ جالندھر میں آپ کی بڑی لائبریری تھی جس میں تاریخ اسلام، اسلامی موضوعات، طب اور تاریخی حوالے سے نادر و بے مثال کتابیں تھیں۔ آپ جالندھر کی لوکوشیڈ کے انچارج تھے، ایک ہزار آدمی آپ کے ماتحت تھے، مگر جب پاکستان آنے کا مرحلہ آیا تو ہجرتِ نبوی ﷺ کا تصور کر کے لمحہ بھر بھی نہ سوچا اور پاکستان کو آرزوؤں کا مرکز سمجھ کر یہاں چلے آئے۔ آپ کو خدائے کریم جل جلالہ نے ایسی فیاض نفسی اور سیر چشمی عطا کی تھی کہ یہاں آکر ہندوستان میں چھوڑی ہوئی لاکھوں روپے کی جائیداد کے نام پر ایک پیسے کا کلیم بھی داخل نہ کیا اور ایک نئی دنیا تعمیر کرنے کے لیے ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

انھوں نے زندگی بھر رشوت اور دنیاوی آلائشوں سے دامن بچائے رکھا۔ اپنے بچوں کو بھی زندگی بھر یہی نصیحت کرتے رہے کہ ہمیشہ رزقِ حلال کو زندگی کا معمول بنانا اور کبھی بھی رشوت کی طرف نظر نہ کرنا۔ بچوں نے بھی اپنے والدِ محترم کے

اس اسوہ کو اپنائے رکھا۔ آپ فرماتے تھے کہ رشوت ظاہری طور پر بڑی ترغیب انگیز ہوتی ہے مگر راشی کا انجام بہت برا ہوتا ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتا ہے۔ انھوں نے حرام کی کمائی کو کبھی اپنے پاس نہ آنے دیا اور بچوں کو بھی پاکیزہ اطوار کی روشنی عطا کی۔

مرزا عمر الدین کو خدائے کریم جل جلالہ نے بچپن سے ہی مطالعہ کی عادت بخشی تھی۔ یہی ذوقِ مطالعہ رنگ لایا تو جوانی کو پہنچتے ہیں قلم لکھنے کو مچلنے لگا۔ عمر نے ذرا سا اور فاصلہ طے کیا تو سیرتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خاص موضوع بنایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محاسن پاک پر لکھا، آپ کے فضائل و خصائل پر لکھا اور خوب لکھا۔ اپنے اور بیگانے ان کی تحریروں کی قدر کرنے لگے۔ پھر یہ سلسلہ چلتا رہا۔ وہ اسلامی دینی اور روحانی موضوعات پر سیر حاصل تحریر پیش کرنے لگے۔ قلم کی جولانیاں رنگ لانے لگیں تو مسلم مشاہیر اور محسنین اسلام پر قلم اٹھایا اور نہایت عمدہ اور اور سیر حاصل تحریریں ان کے قلم کا اعزاز بننے لگیں۔

زیرِ نظر تصنیف ''خلفائے راشدین سے شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہم تک'' اس پہچان آفریں سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کے مسودے کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک نظر ہی میں محسوس ہونے لگتا ہے کہ مصنف کا مطالعہ وسیع، مشاہدہ ہمہ گیر اور فکر درامی رنگ لیے ہوئے ہے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرچشمہءِ رحمت سے فیضیاب تھے۔ بالخصوص خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تو رِضائے الٰہی اور رِضائے مصطفوی کی عمدہ ترین تصویر ہے۔ انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انتہائی قریب سے دیکھا اور آپ کی صورت و سیرت کے جلوے ان کے روبرو تھے۔ ان کو ایک نظر دیکھ کر سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اندازہ ہوتا تھا۔ بلاشبہ عمر الدین صاحب نے نہایت تحقیق اور محبت آمیز تحریر سے ان عظیم المرتبت فرزندانِ اسلام کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ان کے قلم نے راکبِ دوشِ نبوت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے حسن شہادت کی طرف رخ کیا، کیونکہ امیر المومنین سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بعد وہی اسلام کے نیر تاباں تھے۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے نورِ نظر تھے۔ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بچپن کی منزلیں سر کی تھیں۔ نواسہءِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی بنا پر پورے عالم اسلام کی محبت وعقیدت کا مرکز تھے۔ اس لیے آپ کا وجود جہاں اپنوں کے لیے عقیدت کا مرکز تھا وہاں دشمنوں حاسدوں اور اعدا کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ ملوکیت آپ کے وجود سے لرزاں تھی۔ اسی بنا پر کربلا کا خونی معرکہ پیش آیا۔ جہاں کی سرزمین کو امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اپنے اور اپنے عظیم خاندان کے پاکیزہ نفوس کے لہو سے .... بخش دیا۔ آپ کی شہادت اسلام کی حیاتِ دوام کا باعث بن گئی۔

فاضل مصنف عمر الدین نے ان تمام حقائق کا بہ نظرِ غائر جائزہ لیا ہے اور تاریخی صحت کے ساتھ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ذکر جمیل کے ساتھ سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت کا تذکرہ کرتے ہوئے واقعہ کربلا کے اسباب وحالات کا جائزہ لیا ہے۔ ان کی تحریر سادگی اور دل آویزی کا حسن لیے ہوئے ہے۔ اس لیے ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب بھی ان کی دوسری تصانیف کی طرح قابلِ توقیر ٹھہرے گی اور مصنف کے لیے اخروی سرفرازی کا باعث قرار پائے گی۔

دنیا وآخرت میں بلاشبہ کامیاب ترین انسان وہ ہے جو اپنے پیچھے نیک اولاد چھوڑ گیا۔ نیک اولاد صدقہ جاریہ ہوتی ہے۔ مرزا محمد عمر الدین کو ربِ کریم جل جلالہ نے پانچ بیٹے عطا کیے:

1. انجینئر محمد اسلم جواد (یو ایس اے) 2. محمد سلیم (مرحوم ومغفور) 3. حاجی محمد امین 4. عبدالحفیظ ہمایوں 5. منیر احمد مغل (یو ایس اے)

ان میں سے محمد سلیم وفات پا کر بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہو چکے ہیں۔ محمد سلیم مرحوم نیک صفت اور اعلیٰ کردار کے حامل تھے۔ باقی چاروں بیٹے بھی اپنے والدِ گرامی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔

منیر احمد مغل، جو ایک عرصہ سے بسلسلۂ معاش نیوجرسی (یو ایس اے) میں مقیم ہیں، اپنے کردار اور صفاتِ حسنہ کی بدولت ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کو اپنے والدِ گرامی سے حد درجہ محبت تھی۔ دوسری باتوں کے علاوہ اس کا اندازہ والدِ مرحوم کی غیر مطبوعہ کتب کی اشاعت سے ہوتا ہے۔ ''عظمتِ خیر الانام''، ''موت سے برزخ تک'' کے بعد اب ''خلفائے راشدین سے شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ تک منظرِ عام پر آ رہی ہے۔ گزشتہ برسوں میں منیر احمد مغل نے راقم سے مسلسل رابطہ رکھا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ کتب منظرِ اشاعت پر آ رہی ہیں۔ منیر احمد مغل اس وقت امریکہ میں دنیا کی ایک بہت بڑی کمپنی میں IT ڈیپارٹمنٹ میں کام کر رہے ہیں۔ آپ اعلیٰ فکری ذوق رکھتے ہیں۔ انھوں نے 1989ء میں بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے ایم ایس سی کیا اور پھر بغرضِ ملازمت امریکہ چلے آئے۔ یہاں آ کر شدید محنت کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ان دونوں دنیا کی ایک بہت بڑی انٹرنیشنل کمپنی کے شعبہ انفارمیشن ٹیکنالوجی میں ایک اچھی پوزیشن پر فائز ہونے کے علاوہ ''بون ٹون نیوجرسی'' کی ہاؤسنگ اتھارٹی میں گزشتہ گیارہ برسوں سے بطورِ کمشنر خدمت انجام دے رہے ہیں۔

علاوہ ازیں منیر احمد مغل بون ٹون نیوجرسی اسلامک سنٹر ''انٹرفیتھ'' نیٹ ورک اور ایشیا پیسیفک نیٹ ورک سے بھی گزشتہ کئی برسوں سے منسلک ہیں۔ منیر احمد مغل بلند درجہ افسر اور اپنے فن میں مہارتِ کاملہ رکھنے کے علاوہ خدمتِ انسانیت اور سماجی بہبود کا جذبہ بھی سینے میں موجزن رکھتے ہیں۔ اس حوالے سے ان کا ریفرنس اعلیٰ درجہ کی سماجی شخصیت کا ہے اور وہ ان تمام پیشہ وارانہ اور سماجی مناصب کو خوب خوب

نبھا رہے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ ربِ کریم جل جلالہ منیر احمد مغل کو خدمتِ انسانیت کے حوالے سے کی جانے والی کاوشوں کی بدولت ہدایت پر استقامت اور آخرت میں بلندی درجات عطا فرمائے اور یہ احسن طریقے سے اپنی نیک تمناؤں کو پورا کر سکیں۔ خاص طور پر ان کے والدِ گرامی جو اپنا قلمی مشن چھوڑ گئے ہیں، یہ اسے مسلسل آگے بڑھاتے رہیں۔ محمد عمر الدین نعیمی نے نہایت با مقصد زندگی گزاری ہے۔ اور وہ بھی کیا زندگی ہے جس میں مقصدیت کا نور ہی نہ ہو۔ خدا کرے کہ یہی مقصدیت اور فکری شعور سے بہرہ ور زندگی مسلسل منیر احمد کے لیے خضرِ راہ بنی رہے، اور ہر آنے والا دن ان کی عظمتِ حیات اور فوز و فلاح کی داستان رقم کرے اور ہمیشہ ان کا حاصلِ فکر یہی ہو کہ۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

پروفیسر محمد اکرم رضا

ایمان افروز فکر آفریں کاوش

ڈاکٹر محمد آصف قادری

خلفائے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم) کا شمار ان سربلند شخصیات میں ہوتا ہے جنھوں نے بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طور تربیت پائی کہ حاصلِ زمانہ بن گئیں اور ہر آنے والا دَور اُن کے کردار سے خوشہ چینی کرتے ہوئے فخر محسوس کرنے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت و دلیری اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا زُہد و تقویٰ ہر دور کے لیے خضرِ راہ بن چکا ہے۔ یہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیضان تھا جس نے ان صحراء نشینوں کو سلاطین اور حکمرانوں کے مقدر کا مالک بنادیا۔ ورنہ جب تک یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقۂ تربیت میں نہیں آئے تھے، انھیں کوئی جانتا بھی نہیں تھا۔

جب تک بکے نہ تھے، کوئی پوچھتا نہ تھا   آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خرید کر انمول کر دیا

اور واقعی جب یہ بازارِ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بک گئے تو نازشِ حیات بن گئے۔ زیرِ نظر کتاب ''خلفائے راشدین سے واقعۂ کربلا تک'' ہمارے سامنے فکر و عمل کے بے شمار زاویے پیش کرتی ہے۔ اس سے مصنف (محمد عمرالدین نعیمی) کا ذوقِ تحقیق پوری شدت کے ساتھ آشکار ہوتا ہے اور اس کے پہلو بہ پہلو خلفائے راشدین کے حالاتِ زندگی پر بھی مبسوط جائزہ ملتا ہے۔ مصنف نے تاریخ و تحقیق کی مدد سے اس دور کی تصویر کھینچ کر رکھ دی ہے اور عام قاری کو خلفائے راشدین کے پاکیزہ تر دَور سے آگاہی ہوتی ہے، اب ہر زمانہ ان سے حصولِ فیض کر رہا ہے۔

محمد عمرالدین نعیمی ایک معروف مصنف ہیں۔ ان کا رجحانِ طبع فروغِ اسلام

کی طرف زیادہ ہے اوران کی بھرپور خواہش ہے کہ ملتِ اسلامیہ پھر سوئے منزل طیبہ روانہ ہو جائے۔اسلام کا درخشندہ ماضی لوٹ آئے۔اسلامی تعلیمات کے انوار سے پھر سے دلوں میں اجالا ہو جائے اور مسلمان ایک مرتبہ پھر دورِ رفتہ کی تفسیر کو پوری شان وشوکت کے ساتھ دیکھ لیں۔لفظ ہوا میں بکھر جاتے ہیں مگر تحریر کا جادو ہمیشہ سر چڑھ کر بولتا رہتا ہے۔اس کتاب میں مصنف نے بھی اس حقیقت کو مگر نظر آئے۔

؎ یارسول! دلِ مسلم کو پھر وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے
بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس دشت کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پوری ملتِ اسلامیہ کے محبوب ہیں۔ان کا کردار ہم سب کے لیے شمعِ راہ ہے۔ان کی گفتار ہمارے لیے پیغامِ نور ہے۔ان کے ایک ایک اندازِ حیات میں ہمارے لیے مواعظِ حسنہ کے سمندر چھپے ہوئے ہیں۔ان کی اداؤں میں ہمارے لیے پیغامِ زندگی ہے۔یہ مقدس محسنین جو کچھ کر گئے یا فرما گئے،اس میں ہمارے لیے دوجہاں کی سرفرازی چھپی ہوئی ہے۔انھیں یہ تمام تر ابدیت بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوئی تھی۔اس لیے جب ہم ان کی پاکیزہ حیات کے حالات پڑھتے ہیں تو عظمتِ نبوت کے مظاہرِ قدسی بے اختیار نگاہوں کے سامنے اجاگر ہونے لگتے ہیں اوران صحابہ کبار کو پڑھتے پڑھتے قاری بارگاہِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نور افروزیوں میں پہنچ جاتا ہے۔

اس کتاب کو منصۂ شہود پر لانے کی ذمہ داری مولانا محمد عمرالدین نعیمی کے صاحبزادے منیرائے مغل نے اپنے سر لی ہے،جو مرحوم کی تمام کتب کی شایانِ شان اشاعت کا عزم کیے ہوئے ہیں۔اس ضمن میں مرحوم کی دو کتب اشاعت پذیر ہو چکی

ہیں جبکہ یہ تیسری کتاب ہے۔ منیر اے مغل صاحب ان دنوں بسلسلۂ روزگار، امریکہ میں مقیم ہیں۔ وہاں بھی نوکری کے ساتھ ساتھ سماجی کاموں میں خاصی دلچسپی لے رہے ہیں۔ منیر اے مغل صاحب میرے کلاس فیلو ہیں اور ہمارا ایک طویل عرصہ سے تعلقِ خاطر ہے۔ یہ تعلقِ خاطر ہماری دل نشیں یادوں کا حصہ ہے۔ اس لیے مجھے اس ہمدمِ دیرینہ کی کاوشوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے غیر معمولی مسرت کا احساس ہو رہا ہے۔ میری دعا ہے کہ ربِ کریم جل جلالہ اس کے وسائل کو برکت اور عزائم کو وسعت عطا کرے، تاکہ یہ مزید حوصلہ مندی سے سرشار ہو کر اپنے والدِ محترم کی جملہ کتب کو زیورِ اشاعت سے آراستہ کریں۔

جب ظلمتیں بڑھ رہی ہوں تو راہِ حق میں سفر کرنے والے روشنی کے متلاشی ہوتے ہیں۔ فاضل شہیر جناب عمر الدین نعیمی کی کتب وقت کے ظلمت کدوں میں شمعِ تاباں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آج انسان جس شان سے شمع نورانیت کو جگمگانے کا عزم کرتا ہے، موت کے بعد بھی روشنی اس کی قبر اور حشر میں اس کے لیے شفاعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور رحمتِ ربِ کونین جل جلالہ اس کی بخشش کا سامان عطا کرتی ہے۔ اس حوالے سے ہماری یہ دعا ہے کہ زیرِ نظر کتاب جہاں مرحوم مصنف کی بلندئ درجات کا ذریعہ ثابت ہو، وہاں برادرم منیر اے مغل اور اس کے بھائیوں کے لیے بھی توشۂ آخرت ثابت ہو۔ آمین بحرمتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

ڈاکٹر محمد آصف قادری
چیئرمین شعبہ اردو گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ
اسلامیہ کالج گوجرانوالہ

حالاتِ

حضور نبی کریم محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

حضور رسولِ اکرم، سرورِ دوعالم، آقائے نامدار، مدنی تاجدار، نبی کریم، رؤف ورحیم، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، منبع البرکات، فخرِ موجودات، سرورِ کائنات ﷺ کی شان دوجہان میں آشکارا ہے۔ اگر دنیا کے تمام درخت قلم اور سارے سمندر رود دریا سیاہی بنائے جائیں تو یہ سب ختم ہو جائیں گے مگر پھر بھی حضور سرورِ کونین ﷺ کی صفت نہیں لکھی جا سکتی۔ کیونکہ جس ہستی کا مقام اللہ تعالیٰ خود بیان کرے اور سارا قرآن حضور سید المرسلین ﷺ کی ایک صفتِ خُلق کے بیان میں ختم کر دے، اس کے مقام کا اندازہ سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں لگا سکتا۔ تاہم تبرکاً آپ ﷺ کے کچھ ارشاداتِ عالیہ جو حضور خاتم النبیین ﷺ نے اپنی کمالِ شفقت سے امت کے لیے خاص طور پر ہدایات ارشاد فرمائے، لکھے جاتے ہیں، تاکہ اس راستہ میں قدم رکھنے والوں کو آپ ﷺ کا فیض پہنچے۔ اور دونوں عالم میں نجات کا ذریعہ بنے۔

پہلی حدیث مبارک:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ ○

یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

دوسری حدیث:

کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَ الطِّیْنِ ○

یعنی میں پیغمبر تھا اس وقت بھی جب آدم (علیہ السلام) پانی اور مٹی میں تھے۔

یہ حدیثیں خود حضور ﷺ سے مروی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نور سب سے پہلے پیدا کیا تھا، لیکن اس کا ظہور اس عالم میں بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۱ء کو ہوا۔ ایام حمل میں آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تیرے حمل میں ایسی عظیم شخصیت ہے جو سارے عالم کا سردار اور نجات دہندہ ہے، جب پیدا ہو اس کا نام محمد (ﷺ) رکھنا۔ پھر ولادت کے وقت آپ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ ایک نور ان سے نکلا جس سے ان کو شام کے محلات نظر آ گئے، اور بصرہ کے اونٹ دکھائی دیئے۔ یہ تمام ان کے فرمان:

خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرٌ ○

سے ظاہر ہوا۔ ولادت کے وقت فاطمہ بنت عبداللہ، والدہ عثمان بن العاص نے بیان کیا کہ شبِ ولادتِ باسعادت میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا والدہ ماجدہ آنحضرت نبی کریم ﷺ کے پاس تھی۔ میں نے دیکھا کہ آسمان سے ستارے لٹک آئے اور حرم کی زمین سے اس قدر قریب آ گئے کہ معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر گر پڑیں گے۔

حضور ﷺ نے دنیا میں تشریف لاتے ہی سر سجدہ میں رکھا اور امت کے حق میں دعا کی

رَبِّ هَبْ لِيْ أُمَّتِيْ○

معلوم ہوا کہ دنیا میں آتے ہی خدا تعالیٰ عزوجل کا نام لیا اور اپنی امت کا غم کھاتے ہوئے اس کی بخشش کے لیے پروردگار سے دعا کی۔ دنیا میں آئے تو اُمّی بن کر آئے، کہ ماں کے پیٹ سے پڑھ کر آئے، اور ساری دنیا کے رہنما ہو کر آئے۔ فارس کا آتش کدہ سرد ہو گیا۔ نوشیرواں کے محل کے کنگرے گر گئے۔ ستر ہزار فرشتے سلامی کو خدا نے بھیج دیے، روشنی کا جھنڈا بیت اللہ پر بلند ہوا۔ ایک جھنڈا مشرق میں اور ایک مغرب میں بلند ہوا۔ کعبہ سلامی کو جھکا اور کعبہ میں بت گر گئے۔ اور خدا کا فرمان جاری ہوا:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا○

کہ اللہ کے فضل اور رحمت پر خوشیاں مناؤ!

حضور ﷺ رحمۃ للعالمین اور اللہ تعالیٰ کا فضل بن کر تشریف لائے تو امت کے لیے خوشی سنانے کا حکم ہو گیا۔

سات روز تک آپ کی والدہ نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا۔ بعدۂ ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا۔ بعدۂ حضرت حلیمہ سعدیہ آپ کو دودھ پلاتی رہیں۔ وہ حضور ﷺ کو اپنے گھر لے گئیں، اور حضور ﷺ مجسم رحمت بن کر تشریف لائے تو گھر میں فراخی آ گئی۔ درحقیقت حضور ﷺ نے حضرت حلیمہ پر نظرِ کرم فرمادی۔ خود آپ ﷺ دائیں پستان سے دودھ نوش فرماتے مگر بائیں والے کو اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیتے اور شروع سے ہی عدل و انصاف کو بلند فرمایا۔

حضور ﷺ جب دو برس کے ہو گئے تو آپ ﷺ حضرت حلیمہ کے لڑکوں کے ساتھ جنگل میں تشریف لے جاتے جہاں ان کے مویشی چرتے تھے۔ جانور خوب پیٹ بھر کر آتے کیونکہ رحمت کا سایہ ان پر موجود تھا۔ گھاس خوب لمبی لمبی اُگتی

اور یوں حضرت حلیمہ کا گھر خوشیوں کا گہوارہ بن گیا۔ ایک دن آپ جنگل میں ہی تشریف رکھتے تھے کہ دو فرشتے آئے اور انھوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو ایک طرف لے جا کر چت لٹایا۔ سینہ مبارک کو ناف تک چاک کیا اور دل مبارک کو نکال کر دھویا۔ پھر دل مبارک کو اسی جگہ رکھ کر شگاف سینہ مبارک کو سی دیا۔ حضور ﷺ کو مطلق تکلیف نہ ہوئی۔ یہ سب حال شرح صدر کا پہلا مرحلہ تھا، تا کہ آپ بچپن میں کھیل کود میں پڑ کر خدا کی یاد سے غافل نہ ہو جائیں۔ لڑکوں نے سینہ چاک ہوتا دیکھا تو اپنی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ کو گھر آ کر بتایا۔ وہ دوڑتی ہوئی وہاں پہنچیں، دیکھا کہ آپ کا رنگ متغیر ہے تو ڈر گئیں۔ کیونکہ شرحِ صدر کا حال اور سارا ماجرا ان کے بس کی بات نہ تھی، اس لیے حضور ﷺ کو ان کے گھر مکہ میں واپس پہنچا دیا۔

چھ برس کی عمر ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا۔ اس وقت آپ مدینہ منورہ سے چل کر ایک مقام پر پہنچی تھیں کہ حضور ﷺ نے والدہ کو دنیا سے رخصت ہوتے دیکھا تو پریشان ہو گئے، کیونکہ حضور ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب تو پہلے ہی انتقال فرما چکے تھے جس وقت وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس طرح حضور ﷺ چھ برس کی عمر میں درِ یتیم ہو گئے۔ اس پر آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ آپ کے متکفل ہو گئے۔ انھوں نے نہایت خندہ پیشانی سے حضور نبی کریم ﷺ کی پرورش کی۔

جب حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک پچیس برس کی ہوگئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اوصافِ حمیدہ، دیانت، امانت اور صداقت کے پیکر پا کر اپنے مالِ تجارت کی فروخت کے لیے شام روانہ کر دیا۔ جب حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو اپنے غلام سے حضور ﷺ کے حالات سنے، جو صدق وصفائی کے پیکر تھے۔ اور دورانِ سفر غلام یہ کچھ دیکھ چکا تھا۔ اس پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنی

درخواست پر حضور ﷺ کی زوجیت میں آنا پسند فرمایا اور یوں حضور ﷺ سے نکاح ہوگیا۔

جب حضور ﷺ کی عمر شریف چالیس برس کی ہوگئی اور زمانہ نبوت قریب آگیا تو آپ کو سچے خواب آنے لگے۔ آپ ﷺ غارِ حرا میں خلوت اختیار فرماتے اور کئی کئی روز تک عبادت میں مصروف رہتے۔ ربیع الاول دوشنبہ کے دن حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور وحی لائے۔ آپ سے کہا:

"اِقْرَاْ" کہ حضور پڑھیے!

آپ ﷺ نے فرمایا: "مَا اَنَا بِقَارِیٍ" کہ میں پڑھنے والا نہیں۔

اور حقیقت یہ تھی کہ حضور ﷺ تو دنیا کو پڑھانے آئے تھے کہ

"یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ"

آپ کا منصب تھا کہ اُمت کو کتاب وحکمت پڑھائیں اور سکھائیں۔ خود حضور نبی کریم ﷺ اُمّی تھے کہ ماں کے پیٹ سے عالم پیدا ہوئے تھے، کسی کے شاگرد نہ ہوئے تھے۔ جب حضرت جبریل علیہ السلام کو خدا نے حکم دیا تو پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو سینہ سے لگا کر معانقہ کیا۔ یوں پہلی دفعہ حضور ﷺ نے یہ معاملہ دیکھا جو تین بار ہوا۔ تب آیات مبارکہ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ سے مَا لَمْ یَعْلَمْ تک

(پ۳۰، سورہ العلق، آیت نمبر ۱ تا ۵)

حضرت جبریل علیہ السلام نے پڑھ کر سنائیں۔ گویا خدا تعالیٰ کا فرمان وحی کی صورت میں حضور ﷺ پر نازل ہوا۔ نزولِ وحی کے سبب بدن کو بوجھ محسوس ہوا، اسی بنا پر حضور ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے کہا: مجھے چادر اوڑھادو! کہ جان کا خوف ہے۔ انھوں نے آپ کو تسلی دی کہ خدا تعالیٰ آپ کو ضائع نہ کرے گا کیونکہ

حضور ﷺ اوصافِ حمیدہ کے مالک ہیں۔ تب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو چادر اوڑھادی اور آپ کو تسلی و تشفی دی۔

ابتداءً وحی کے بعد حضور ﷺ دعوتِ اسلام پوشیدہ کرتے رہے۔ آپ کی دعوت پر سب سے پہلے نوجوانوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، لڑکوں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر حضرت عثمان بن عوف، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا۔ جب آیت مبارکہ:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ۝ (پ۱۴، سورہ الحجر، آیت نمبر۹۴)

نازل ہوئی کہ جو حکم ملے صاف صاف اعلانیہ کہہ دیں، تب آپ ﷺ نے اسلام کی تبلیغ کھلم کھلا کرنی شروع کر دی اور بتوں کی مذمت برملا کرنی شروع کر دی۔ اس پر کفار مکہ آپ کے دشمن ہو گئے اور طرح طرح سے آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچانے لگے۔ حتیٰ کہ تین سال تک آپ کا مقاطعہ کیا۔ حضور ﷺ نے صبر سے برداشت کیا اور ایک وادی (شعب ابی طالب) میں محصور رہے۔

کفار آپ ﷺ کو ہر طرح کی اذیتیں پہنچانے لگے۔ راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے، عورتیں اوپر سے کوڑا کرکٹ پھینک دیتیں۔ آپ کے راستے میں کنواں کھود کر گرانے کی کوشش کی گئی۔ جب ایسی بزدلانہ حرکتوں سے ان کا جی نہ بھرا تو حضور ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر حضور ﷺ کی مدد فرمائی۔ کیونکہ آپ ﷺ تو برہانِ ربی بن کر تشریف لائے تھے۔ آپ کا ہاتھ معجزہ، زبان معجزہ، ہر حرکت معجزہ تھی۔ اس لیے دشمن آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ آخر جب دارالندوہ میں فیصلہ ہو گیا کہ تمام قبائل مل کر یکبارگی حضور ﷺ پر حملہ آور ہو جائیں تو عین اس

وقت جب حضور ﷺ کے مکان کا محاصرہ مکمل ہو گیا، خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے جائیں۔ دشمن چاروں طرف تلواریں لیے کھڑے تھے۔ اس وقت خدا تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اپنے اس ہاتھ کو جس کا مقام:

"یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ" (پ۲۶، سورہ الفتح، آیت نمبر۱۰)

ہے، دشمن کے نرغہ سے نکلنے کے لیے استعمال کیا۔ ہاتھ میں مٹی اور کنکر اٹھا کر دشمن کی طرف پھینکے تو کفارِ مکہ میں سے ہر ایک کی آنکھوں میں پہنچے۔ ان کو نظر آنا بند ہو گیا اور آپ ﷺ سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے دشمن کے نرغہ سے صاف نکل گئے۔

وہ دہراتا ہوا، وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا تلاوت سورۂ یٰسین کی کرتا ہوا نکلا

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ آپ ﷺ کے پیچھے وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے آئیں، مگر کفار کی امانتیں واپس کر کے آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایمان تھا کہ حضور ﷺ کا فرمان، خدا کا فرمان ہے۔ دشمن ان پر حملہ کر کے انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وہ لمبی تان کر سو گئے اور صبح امانتیں واپس کر کے مدینہ روانہ ہو گئے۔

خدا کا رسول ﷺ گھر سے نکلا تو سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے۔

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ○عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ○

(پ۲۲، سورہ یٰسین، آیت نمبر۳،۴)

پڑھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا گھر آ گیا، جن کے ساتھ جانا پہلے سے طے شدہ تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی جمع شدہ پونجی ساری کی ساری ساتھ لے کر حضور ﷺ کے ساتھ چل پڑے۔ راستہ میں کسی نے پوچھا کہ آگے کون جا رہا ہے؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:

هٰذَا رَجُلٌ يَّهْدِيْنِیْ ○

یہ میرا رہبر ہے۔ وہ سمجھا کہ راستہ دکھانے والا ہے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو صدیق رضی اللہ عنہ کے رہبر تھے۔ نہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بلکہ ساری دنیا کے رہبر بن کر تشریف لائے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہاڑی علاقہ میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھوں پر سوار کر کے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان پتھر پر پڑ جاتا تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے کہ دائی حلیمہ کے گھر گئے تو اونٹنی پر سواری کی، آج ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سوار ہیں اور شب معراج براق پر سوار تھے۔

غارِ ثور کے منہ پر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اترے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار کے اندر گئے، صفائی کی۔ آج حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار صاف کر کے اندر بلایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ اول ہوئے اور سوا دو سال کے بعد وصال ہوا تو آپ کا جنازہ مزار کے باہر رکھا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا: یارسول اللہ! آپ کا غلام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضر ہے۔ مزار کا دروازہ کھلا اور آواز آئی:

اُدْخُلُوا الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ ○

کہ دوست کو دوست کے ساتھ ملا دو!

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ران پر سر رکھا اور سو گئے۔ غار میں داخل ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سارے سوراخ بند کر دیے تھے مگر ایک سوراخ بند نہ ہو سکا تھا کہ چادر کا کپڑا ختم ہو گیا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پاؤں رکھا تو سانپ نے ڈس لیا۔ شدتِ تکلیف سے آپ کے آنسو بہنے لگے۔

حضور ﷺ بیدار ہوئے تو لعاب دہن شریف لگایا جس سے زہر کا اثر جاتا رہا۔

الغرض حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ راستہ میں معجزات کا ظہور ہوتا رہا۔ مدینہ منورہ میں پہلی جنگ بدر میں ہوئی۔ ابوجہل مارا گیا اور کفار کا لشکر 70 مردے اور ستر قیدی چھوڑ کر بھاگا۔ مکہ معظمہ میں تیرہ (13) سال گزارے اور سلسلہ تبلیغ جاری رہا۔ مکہ کے آخری سالوں میں آپ کو معراج ہوئی۔ مدینہ منورہ میں دس سال کے عرصہ میں تبلیغ کا سلسلہ مکمل کیا۔ اس دوران کفارِ مکہ ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ بار بار حملہ آور ہوتے رہے۔ بدر کے بعد غزوہ احد میں حضور ﷺ کے دندان مبارک کو شدید ضرب آئی جس سے ایک دانت زخمی ہو گیا۔ اگرچہ کفارِ مکہ نے حضور ﷺ پر پتھر مارے مگر آپ ﷺ نے جواب میں ان کے لیے دعا فرمائی:

"اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" ○

اے مولا! میری قوم کو ہدایت دے تاکہ وہ مجھے پہچانیں کہ وہ ابھی مجھے نہیں جانتے۔

بالآخر صلح حدیبیہ ہوئی جس میں کفار نے سلطنت اسلامیہ کو تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد فتح مکہ ہوئی۔ حضور ﷺ نے مشرقِ وسطیٰ میں اسلام کی تبلیغ کے لیے خطوط بھیجے۔ مفصل بیان "تاریخ اسلام" میں مذکور ہے۔ حبشہ کا بادشاہ مسلمان ہو گیا۔ مصر، مراکش اور دیگر ممالک یمن وغیرہ میں تبلیغ کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ یورپ میں قیصر روم کو بھی خط پہنچ گیا۔ فارس کے بادشاہ نے حضور ﷺ کے خط کو پھاڑا تو وہ خود ختم ہو گیا۔ اپنے بیٹے کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کی سلطنت پارہ پارہ ہو گئی۔

سرکارِ مدینہ حضور نبی کریم ﷺ کا وہ سچا دعویٰ کہ کلمۂ حق جو میرے منہ سے نکل رہا ہے دنیا کے کونے کونے میں پہنچ جائے گا، سچ ثابت ہوا۔ ہر گوشۂ عالم

میں جہاں انسانوں کی بستی ہے، پانچ وقت کی اذانیں گونج رہی ہیں۔ الغرض عرب وعجم ہر مقام پر پرچمِ اسلام بلند ہوا۔ فرمانِ خدا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (پ ۳۰، سورہ الم نشرح، آیت نمبر ۴)

کہ ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علوِ شان ہر جگہ ظاہر ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی چشمے حشر تک جاری رہیں گے۔ خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جن آیات کا ذکر کیا ہے ان میں سے چند آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا تذکرہ بطورِ نمونہ پیش خدمت ہے، جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تشریح کر رہا ہے۔

پ ۲۶ سورہ فتح آیت ۸، ۹ میں ارشاد فرمایا:

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا ہے حاضر ناظر، قیامت میں سب کے موقع کے گواہ بنا کر، خوشخبری اور ڈر سنانے والا، تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی تعظیم وتکریم کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق کے موقع کے گواہ بن کر گواہی دینے والے ہیں۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی سابقہ نبیوں کی نبوت کی تصدیق ہوگی اور کفار کے انکار پر ان کے کفر کی گواہی ہوگی۔ اپنی امت کے ایمان کی گواہی اور کافر کے کفر کی گواہی ہوگی، جس پر فیصلہ دربارِ خداوندی میں ہوگا۔ لہٰذا حکم ہوا کہ حضور رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و

تو قیر ہی مومن کا ایمان ہے۔اس کے بعد عبادت کا حکم ہے۔حضور شاھد العالمین ﷺ ساری کائنات کو قیامت تک اس طرح دیکھ رہے ہیں جس طرح اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو۔اس لیے جس کے حق میں جنتی ہونے کی خبر دیں یہ حق ہے،جس کے جہنمی ہونے کی خبر دی یہ حق ہے۔

پ۲۶ الحجرات آیت نمبر۲:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○

اس آیت میں حکم ہوا:اے ایمان والو!اپنی آوازیں اس غیب بتانے والے (نبی ﷺ) کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ان کے حضور بات اونچی آواز سے نہ کرو جیسے ایک دوسرے سے کرتے ہو،کہیں تمھارے اعمال صالحہ نماز،روزہ،حج،خیرات،برباد نہ ہو جائیں اور تمھیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔

”چونکہ نیکیاں کفر سے ہی ضائع ہوتی ہیں،لہٰذا توہینِ نبی،کفر ہے،“۔

پ۴ سورۃ آل عمران آیت نمبر۱۷۹:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ○

اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے والا نہیں جس پر تم ہو،جب تک جُدا نہ کر دے خبیث گندے کو طیب ستھرے سے،اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو!تمھیں غیب کا علم دے،ہاں!اللہ چُن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے،تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔

اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ مومن صحابہ اور منافق لوگ اکٹھے ملے جلے

نہیں رہیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو علیحدہ کر کے چھانٹ دے گا کہ ان میں کون کون منافق ہے؟ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقوں کی پردہ پوشی نہ فرمائی اور چھانٹ کر نکال دیئے۔ گندے اور خبیث، پاک طیب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جدا ہو گئے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علومِ غیبیہ، اسرار و رموزِ الٰہیہ عطا فرمائے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں، جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر یقین نہیں رکھتے، کہ یہ تمام کمالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہیں۔

اب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشاداتِ عالیہ درج ذیل ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ دین و دنیا میں کامیاب رہیں۔

1. حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو عادتیں ایسی ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، i۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔ ii۔ مسلمانوں کو نفع پہنچانا۔ اور دو عادتیں ایسی ہیں کہ ان سے زیادہ بری کوئی چیز نہیں۔ i۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ ii۔ مسلمانوں کو ستانا۔

2. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علماء کے پاس بیٹھنا چاہیے اور عقل مندوں کی باتیں سننا چاہیے، کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو، سوکھی زمین کو مینہ کے پانی سے زندہ اور ہری بھری کرتا ہے، اسی طرح دانائی کے نور سے مردہ سیاہ دل کو زندہ منور کرتا ہے۔

3. آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: جو خدا کی پناہ چاہے اسے پناہ دو، جو خیرات مانگے اسے خیرات دو، جو دعوت کرے قبول کرو، جو تم پر احسان کرے اس کا بدلہ دو، اگر موقع نہ ملے تو اس کے لیے خدا سے یہاں تک دعا کرو کہ تمھارا دل گواہی دے کہ ہم نے دعا میں اس کا عوض دے دیا ہے۔

4. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی کھانا اپنی قوت بازو سے حاصل کیے ہوئے سے

بہتر نہیں۔

5. آپ ﷺ نے فرمایا: مزدور کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے دو! یعنی جلدی دے دو۔

6. آپ ﷺ نے فرمایا: کاریگروں کی مدد کرو! جو صنعت نہ جانتا ہو اسے سکھاؤ!

7. آپ ﷺ نے فرمایا: مالدار کو جو اپنی قوت بازو سے کما سکتا ہے، اس کو خیرات مانگنا اور لینا جائز نہیں۔

8. آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص رسی لے کر جنگل میں جائے اور لکڑیوں کا بوجھ اپنی پشت پر لاد کر شہر میں لائے اور بیچے اور آبرو سے اپنی گزر کرے، یہ کام اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے۔

9. حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنا جوتا خود گانٹھتے، اپنے کام کاج آپ کرتے، اپنے جانوروں کا دودھ دھوتے، اپنی خدمت آپ کرتے، دوسروں کے دست نگر اور محتاج نہ ہوتے تھے۔

10. آپ ﷺ نے فرمایا: جو کسی کی گم شدہ چیز اپنے گھر لائے، وہ گمراہ ہے۔ اگر وہ اسے شناخت کے لیے لائے کہ جس کی ہے لے جائے تو جائز ہے۔

11. حضور ﷺ نے فرمایا: دنیا میں مسافر کی طرح رہو جو راستہ میں چل رہا ہو۔

12. آپ ﷺ نے فرمایا: زندگی بے اعتبار ہے۔ شام کو صبح اور صبح کو شام کی امید نہیں۔ تن درستی میں بیماری کے لیے اور زندگی میں آخرت کے لیے کام کرو اور اس کا سامان کرو!

13. آپ ﷺ نے فرمایا کہ موت کو زیادہ یاد کرو جو تمام لذتوں کو مٹا دیتی ہے۔

14. آپ ﷺ نے فرمایا: کامل حیادار وہ ہے جو دماغ کو برے خیالوں اور پیٹ کو حرام لقمے سے بچائے اور موت کو نہ بھولے۔ جسم کے خاک میں جانے کو نہ

بھولے۔ جو آخرت کا خواستگار ہو وہ دنیا کی آرائش ونمائش کو چھوڑ دے۔

15. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو خدا تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، مثل زندہ کے ہے۔ جو خدا تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا، مثل مردہ کے ہے۔

16. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسم میں ایک بوٹی ہے، جب وہ سنورتی ہے تو تمام جسم سنورتا ہے اور وہ بگڑتی ہے، تمام جسم بگڑ جاتا ہے۔ وہ بوٹی دل ہے۔

17. بارگاہِ رب العزت میں عرض کی: یا اللہ! ہمارے ظاہر کی نسبت ہمارے باطن کو درست و بہتر بنا دے۔

18. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں جس کو عطا ہو گئیں اسے دنیا وآخرت کی خیر مل گئی۔ i۔ شکر کرنے والا دل۔ ii۔ خدا کا ذکر کرنے والی زبان۔ iii۔ بلاؤں پر صبر کرنے والا بدن iv۔ اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرنے والی عورت۔

19. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سادہ، پھٹے پرانے کپڑے سے عار نہ کرنا، یہ مومن کی علامت ہے۔

20. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو دنیا میں شہرت کا لباس پہنے، اسے آخرت میں اللہ تعالیٰ ذلت کا لباس پہنائے گا۔

21. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو باوجود قدرت کے خوبصورت لباس ترک کر دے، خدا تعالیٰ اسے خلعتِ بزرگی عطا فرمائے گا۔

22. خدا تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر پائے۔

23. کھاؤ پیو اور خیرات کرو! پہنو اوڑھو جس میں فضول خرچی نہ ہو۔

24. چمکدار اور ریشمی کسم کے رنگ کے کپڑے نہ پہنو!

25. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص عمدہ قیمتی چادر اوڑھ کر اتراتا ہوا چلا کرتا جس

سے غرور ٹپکتا تھا، اس وجہ سے وہ ہلاک ہوا۔

26. یاد رکھو! سوائے خدا کے سب چیزیں فنا ہو جانے والی ہیں۔

27. بدآدمی کی صحبت سے تنہائی بہتر ہے۔ نیکی سکھانا چپ رہنے سے بہتر ہے، برائی سکھانے سے چپ رہنا بہتر ہے۔

28. آپ ﷺ نے فرمایا: زیادہ ہنسی سے بچو! اس لیے کہ زیادہ ہنسی سے دل مردہ ہوتا ہے، چہرہ نورانی نہیں رہتا۔

29. آپ ﷺ نے فرمایا: خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو! خواہ تم کسی جگہ ہو۔

30. آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تواضع کرتا ہے، خدا تعالیٰ اسے عزت دیتا ہے، اگرچہ وہ اپنے آپ کو ذلیل سمجھتا ہے مگر اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جو تکبر کرتا ہے، خدا تعالیٰ اسے ذلیل کرتا ہے اگرچہ وہ خود کو بڑا سمجھے لیکن لوگ اسے کتے سے زیادہ ذلیل اور حقیر جانتے ہیں۔

31. دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

32. مسلمان کا مال ہضم کرنا اس طرح حرام ہے جیسے اس کا خون۔

33. گھر سے پہلے ہمسایہ اور سفر سے پہلے ساتھی دیکھ بھال لو!

34. مونچھیں چھوٹی کرواور داڑھی چھوڑ دو!

35. نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

36. انسان کی شیریں بیانی اسی کا حسن ہے۔

37. انسان کی خوبی اس کی میٹھی زبان ہے۔

38. جنت سخی لوگوں کا گھر ہے۔

39. حسد ایمان کو اس طرح برباد کرتا ہے جیسے شہد کو ایلوا۔

40. نیک خیالی بندوں کی ایک خوبی ہے۔

41. زکوٰۃ ادا کر کے مال محفوظ کرو!
42. حکمت مسلمانوں کی گم شدہ چیز ہے، جہاں دانائی کی بات سنو اسے لے لو۔
43. حلیم وہ ہے جو چشم پوشی کرتا ہے، اور کریم وہ ہے جو قدرت کے باوجود معاف کرتا ہے۔
44. دنیوی لذت میں آخرت کی تلخی اور دنیا کی تلخی میں آخرت کی لذت ہے۔
45. کسی گناہ سے توبہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ پھر انسان عمر بھر گناہ کی طرف رجوع نہ کرے۔
46. کھانے کے حصوں کا آپس میں تبادلہ کرو! اس سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔
47. نیکی کا راستہ بتانے والا گویا نیکوکار ہے، اور برائی کی رہنمائی کرنے والا خود بدکار ہے۔
48. جس کے اخلاق اچھے ہوں وہ نیک آدمی ہے۔
49. فضول باتیں اور بے کار سوالات مت کرو! فضول خرچی سے بچو!
50. دنیا دھوکا دیتی ہے اور نقصان پہنچاتی ہے اور گزر جاتی ہے، کسی کا ساتھ نہیں دیتی ہے۔
51. انسانی دین میں اس کی عقل ہے، بے دین، بے عقل ہے۔
52. ہاتھ میں لکڑی رکھنا مسلمانوں کی علامت، تمام پیغمبروں کی سنت ہے۔
53. ساری مخلوق خدا کی عزیز ہے۔ خدا تعالیٰ کا پیارا بندہ وہ ہے جس کا، جو خدا کی مخلوق کے حق میں ہے۔
54. تم لوگوں میں افضل وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے حسن سلوک کے لحاظ سے اچھا ہو۔

55. جس کی زبان اور ہاتھ سے کسی مسلمان کو ضرر نہ پہنچے وہی نیک مسلمان ہے

56. مسلمان کو سلام کرنا ایک گونہ خیرات ہے۔

57. بدترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کو تنگ دست رکھے۔

امیرالمومنین، خلیفۃ المسلمین، خلیفۂ اول

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کے حالاتِ زندگی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادتِ باسعادت سالِ فیل سے دو سال اور چار ماہ قبل ہوئی۔ ساتویں پشت سے آپ کا سلسلہ نسب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے شرف یاب ہوئے۔

نسب نامہ

عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تمیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن القرشی۔

قبل اس کے کہ حالاتِ زندگی خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیان کیے جائیں، یہ بہتر ہوگا کہ ایک آیت کی وضاحت پیش کروں۔

چنانچہ سورۂ الم نشرح میں ارشاد ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ○ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ○ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ ○ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ○ (پ۳۰، سورہ الم نشرح، آیت نمبر ۱ تا ۴)

کیا ہم نے آپ کا سینہ کشادہ نہ کیا، اور تم پر تمھارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمھاری پیٹھ توڑ دی، اور ہم نے تمھارے لیے تمھارا ذکر بلند کر دیا۔

تفسیر نعیمی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کر کے یا کھول کے یا وسیع کر کے اس قدر وسعت عطا فرمادی کہ اس میں عالم غیب و شہادت منعکس ہو رہے ہیں۔ اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ خزینۂ الٰہی کا کھلا ہوا دروازہ ہے، جس کو جو ملے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے گا، اور جو خدا تعالیٰ تک پہنچے گا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پہنچے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ غلافوں سے

کھلا ہوا آئینہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی دعا کی مگر حضور رسولِ اکرم ﷺ کو بن مانگے عطا ہوگئی۔ جیسے آئینہ میں جب سورج کا عکس پڑے تو وہ سورج کا سا کام کرتا ہے، مگر سورج نہیں ہوسکتا، اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ بھی تجلیاتِ الٰہیہ کی وجہ سے خدائی کام کرتے ہیں مگر خدا نہیں۔

اگلی آیت میں بوجھ کا ذکر ہے۔ حضور ﷺ کو کفار عرب کی پستی دیکھ کر، خانہ کعبہ کی بے حرمتی دیکھ کر، تا قیامت امت کی بداعمالیاں دیکھ کر قلب پاک کو دکھ ہوتا تھا، رب تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا کہ حضور ﷺ کو مقام شفاعت عطا ہوگا۔ امت کے اندر تبلیغ کا سلسلہ جاری رہے گا، جس سے حضور ﷺ کی ذمہ داریوں کا بوجھ جو حضور ﷺ پر گراں تھا، اس کو اتارنے کا سلسلہ حضور کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء و اولیائے کرام کے سپرد کیا جائے گا۔ چنانچہ خلیفۃ المسلمین اور اولیاء و علمائے کرام کا سلسلہ اسی آیت کی تشریح میں چلا آرہا ہے اور تا قیامت رہے گا۔ حضور سید المرسلین ﷺ کا نام دنیا و آخرت میں بلند رہے گا، یہاں تک کہ جب خدا تعالیٰ کا نام لینے والا کوئی ذی روح باقی نہ رہے گا، اللہ تعالیٰ خود حضور ﷺ کا ذکر بلند کرنے والا باقی ہوگا۔ باقی سب کا ذکر فقط فرش پر مگر حضور صاحب معراج ﷺ کا ذکر فرش و عرش پر، جنت میں، اپنے نام کے ساتھ بھی جاری رہا۔ جہاں ''لا الہ الا اللہ،، وہیں پر ''محمد رسول اللہ،، کا ذکر اذانوں میں، نمازوں میں، درسِ قرآن میں، خطبوں میں جاری وساری رہے گا۔ تینوں زمانوں، ماضی، حال، مستقبل میں، آپ کا ذکر ہی ذکر ہے کیونکہ حضور ﷺ نمونہءِ ذاتِ الٰہی ہیں جو کبھی چھپایا نہیں جاتا۔ ہر زمانہ میں ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ،، جاری رہے گا۔ کیونکہ یہ بھی ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

(پ ۲۲، سورہ احزاب، آیت نمبر ۵۶)

حضور ﷺ پر درود وسلام ہر زمانہ میں ہو رہا ہے، کیونکہ یہ عمل خدا کا بھی ہے، اس کے فرشتوں کا بھی اور مومنوں کا بھی۔اور دنیا کے فنا کے بعد بھی آپ کا ذکر جاری وساری رہے گا۔لہٰذا خدا تعالیٰ کے اس فرمان میں جس میں ارشاد ہے کہ حضور ﷺ کی ذمہ داریوں کا بوجھ جس نے حضور ﷺ کی پشت مبارک کو توڑ دیا، ان ذمہ داریوں کا تسلسل ہے کہ سب سے پہلے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت عطا ہوئی اور اس کے بعد باقی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو۔لہٰذا ذکرِ خلیفۂ اوّل بغور پڑھیں اور جہاں تک ممکن ہو سکے اس سے استفادہ کر کے عوام تک پہنچائیں۔ بلکہ تمام خلفاء کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک کے تذکرہ پر غور کریں تا کہ اپنی زندگی ان کی سیرت کے سانچے میں ڈھال کر دین ودنیا میں سرخرو ہو سکیں۔اگر مومن کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوگا تو ضرور کامیاب ہوگا جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کامیاب ہوئے تھے۔تمام صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صف اول میں سے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سورۂ احقاف کی یہ آیت
''حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ''

(پ ۲۶، سورہ الاحقاف، آیت نمبر ۱۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔اس کا بیان یہ ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اٹھارہ برس کی ہوئی تو رسالت مآب کے ہمراہ بہ قصد تجارت شام کو گئے اور ایک مقام پر بیری کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔قریب ہی ایک درویش کتابی راہب رہتا تھا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے۔اس نے پوچھا: بیری کے درخت کے نیچے کون ہے؟ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ اس راہب نے کہا: واللہ یہ نبی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اس درخت کے سائے کے نیچے اور کوئی نہیں بیٹھا مگر محمد نبی اللہ۔ یہ کلام اسی وقت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں سما گیا اور ایسا سمایا کہ نقش فی الحجر ہو گیا۔ اسی روز سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور دلی محبت اختیار کر لی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چالیس (40) برس کے ہوئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اڑتیس (38) برس کے۔ آپ کا فرمان ہے کہ ایک روز قبل بعثتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میں نے خواب میں دیکھا کہ نورِ اعظم آسمان سے بامِ کعبہ پر اترا ہے اور پھر تمام مکہ کے گھروں میں پھیلا ہے۔ بعدازاں وہ نور ایک جگہ جمع ہو گیا ہے اور میرے گھر میں آ گیا ہے، اور میرے دامن میں نظر آ رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ صبح اٹھ کر میں نے یہ خواب ایک یہودی عالم کو بتایا۔ اس نے کہا کہ یہ خواب خیال ہے۔ چند سال بعد میرا سفر پر جانے کا اتفاق ہوا اور ایک جگہ ایک راہب سے پوچھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ اس نے کہا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ میں ایک درویش ہوں۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک پیغمبر پیدا کرے گا، اس کی حیات میں تم اس کے وزیر ہو گے اور اس کے بعد خلیفۂ رسول ہو گے۔

جب جنابِ محمد مصطفیٰ رسول مبعوث ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ایمان پیش کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلا تامل اور بغیر کسی وقفہ کے اسلام قبول کیا۔ اسی بنا پر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں فرماتے تھے کہ تم میں اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میں فرق یہ ہے کہ ابوبکر نے اسلام بلا حجت قبول کیا مگر تم نے باحجت قبول کیا۔ جس روز سے اسلام قبول کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سفر و حضر میں کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے الا بالاجازۃ۔

امام نووی نے اپنی کتاب تہذیب میں لکھا ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسم

گرامی "عبداللہ" ، صحیح ہے، مگر مشہور لقب عتیق ہے یعنی آگ سے آزاد کیا ہوا۔ ترمذی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آپ آتش دوزخ سے آزاد ہیں یعنی عتیق۔ آپ کا لقب صدیق ہے کہ بے خوف ہو کر نبوت کی تصدیق کی۔ جس میں معراج کا واقعہ بہت مشہور ہے کہ ابوجہل اور دیگر کفارِ مکہ کے سوال پر جواب میں واقعہ معراج کی فوراً تصدیق کی اور فرمایا کہ حضور ﷺ اگر فرماتے کہ چاند اور سورج میری گود میں آ گئے ہیں تو میں یقین کر لیتا۔ اہل وعیال کو چھوڑ کر رسالت مآب ﷺ کے ساتھ ہجرت، غارِ ثور اور تمام راستہ سرورِ عالم کی خدمت کا لزوم، جنگِ بدر میں گفتگو ، مقام حدیبیہ میں لوگوں کے شکوک کا ارتفاع، جبکہ داخلہ مکہ میں تاخیر ہو گئی تھی، اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سن کر "اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کو دنیا میں رہنے یا آخرت قبول کر لینے کا اختیار دیا ہے"، آہ وزاری کرنا، رحلت سرورِ عالم ﷺ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تسکین کی خاطر ثابت قدمی، مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی خاطر خود کو خلافت کے لیے تیار کرنا، مرتدوں سے جنگ کے لیے شام کی جانب بہ سرکردگیِ حضرت اسامہ بن زید لشکر کی روانگی اور عزم مصمم، صحابہ کا شرح صدر کر کے بہ ثبوت و دلائل ان کو آگاہ کرنا اور مرتدین سے مکمل جنگ، مملکتِ شام کی جانب فوجوں کی روانگی اور کمک، پھر مملکت شام کی فتح، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کرانا۔ یہ تمام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وہ مناقب وفضائل ہیں جو ناقابل شمار ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ کے بارے میں ارشادات کئی عنوانات کے تحت درج ذیل ہیں:

ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے لکھا ہے، میں ایک دن اپنے گھر کے دالان میں تھی، دالان میں پردہ پڑا ہوا تھا، اور صحن میں رسول اکرم ﷺ تشریف فرما تھے، اتنے میں والد ماجد نے قدم رنجہ فرمایا، ان کو دیکھتے

ہوئے سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: جو کوئی دوزخ سے بری اور آزاد شخصیت کو دیکھنا چاہے وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے، آپ کا نام گھر والوں نے تو عبداللہ رکھا ہے لیکن عتیق مشہور ہو گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مثل شمع کے پروانہ وار زندگی گزارتے رہے، جس سے اسلام اور اہل اسلام کو بہت فائدہ پہنچا۔ ابتدائے اسلام کے زمانہ میں جب کفار اپنے زیردست کلمہ گو لوگوں کو بہت اذیتیں دیتے، خاص کر غریبوں کو، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روپیہ خرچ کر کے ان کو ظالم کافروں سے نجات دلاتے۔ چنانچہ حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما کو کفار سے خرید کر آزاد کر دیا۔ اسی طرح جنابِ رسالت مآب ﷺ ان کے مال کو یوں اپنے تصرف میں لاتے جیسے کوئی اپنے مال میں تصرف کرتا ہے۔ جس روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اس دن ان کے پاس چالیس ہزار (40000) دینار تھے۔ وہ تمام کے تمام حضور ﷺ پر خرچ کر دیے، صرف پانچ ہزار بچے تھے وہ بوقت ہجرت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ لیے تاکہ رسول اللہ ﷺ پر نچھاور کیے جائیں اور اسلام کے شیدائیوں کی مدد کر سکیں۔

ایک وقت آیا جب جہاد کے لیے خدا کے رسول ﷺ نے چندہ کا اعلان فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کا سارا ساز و سامان لے کر حاضر خدمت ہو گئے۔ بدن پر صرف ایک عبا تھی جس پر بجائے بٹنوں کے کانٹے لگے تھے۔ اسی روز خدا تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھی ایک عبا پر لگے کانٹوں سے بھیج کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہیئت کو سراہا اور ان کے جذبۂ قربانی کی داد دی۔ اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے؟ اس کا سبب کیا ہے؟ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی وضع خدا

تعالیٰ کو بہت پسند آئی ہے۔ حکم دیا ہے کہ آسمان پر ایسی ہی وضع بنائی جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ ابوبکر سے میرا اسلام کہو! اور دریافت کرو کہ اس حال میں تم مجھ سے راضی ہو؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تین بار نعرہ لگاتے ہوئے فرمایا: میں اپنے رب سے راضی ہوں، راضی ہوں، راضی ہوں۔

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! آج تم سے ایسا کون سا کام ہوا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا سلام اور پیغامِ رضا بھیجا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ کو خبر نہیں کہ انھوں نے اپنا سارا مال واسباب خدا کی راہ میں خرچ کر دیا۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں ہوا جس قدر ابوبکر کے مال سے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن درِ دولت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر مع جماعت مہاجرین وانصار حاضر تھا اور باہم تذکرۂ بزرگی وفضیلت کر رہے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ کس شغل میں ہو؟ میں نے عرض کیا: لوگوں کے فضائل بیان کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر یہ مذکور ہے تو خبردار! ابوبکر پر کسی کو فضیلت مت دینا اس لیے کہ وہ دنیا وآخرت میں تم سب سے افضل ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بہ سندِ صحیح روایت ہے کہ ایک دن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے آگے جا رہا تھا کہ دفعتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے دنیا وآخرت میں بہتر ہے۔ واللہ! آفتاب طلوع وغروب نہیں ہوا بعد انبیاء ومرسلین کے کسی پر کہ بہتر ہو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے۔

نیز حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو

کثرتِ نماز کے سبب فضیلت نہیں دیتا بلکہ اس چیز کے سبب سے فضیلت دیتا ہوں جو اس کے سینے میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک سب آدمیوں سے زیادہ احسان کرنے والا مجھ پر ابوبکر ہے۔ اور میں کسی کو سوائے خدا کے خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن بھائی چارہ اسلام کا موجود ہے۔

حضور سید المرسلین ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میرے رفیق ہو حوضِ کوثر پر اور غار میں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر ابوبکر کا ایمان تمام جن و انس کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا پلہ بھاری ہوگا۔

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: میری امت کا سب سے مہربان میری امت پر ابوبکر ہے۔ اور فرمایا: جس شخص نے میرا ساتھ دیا، میرے ساتھ اچھا سلوک کیا، اس کا بدلہ اس سے زیادہ میں نے ادا کر دیا، مگر ابوبکر کا جو میرے اوپر احسان ہے اس کا بدلہ خدا تعالیٰ ہی دے گا۔

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: خیر کے تین سو ساٹھ (360) خصائل ہیں۔ جب خدا تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی خصلت ان میں سے اسے عطا کرتا ہے، اور وہ اس خصلت کے سبب ہی جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ان میں سے کوئی خصلت مجھ میں ہے یا نہیں؟ فرمایا: تم میں وہ سب ہیں۔

شفیعِ معظم ﷺ نے فرمایا: دوستی ابوبکر کی اور شکر اس کا میری تمام امت پر واجب ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن نبی کریم ﷺ کی

خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اس وقت میرے پاس ایک شخص آتا ہے کہ حق تعالیٰ نے میرے (اور تمام انبیاء کے) بعد اس سے بہتر کسی کو پیدا نہیں کیا، اور اس کی شفاعت قیامت کے دن پیغمبروں کے مانند ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دیر نہ گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اس پر حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ان سے بغل گیر ہوئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

لقب معراج کے بارے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوجہل اور کفارِ مکہ نے معراج کی رات کی صبح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا: آپ کو خبر ہے کہ آپ کے دوست محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ رات کے وقت بیت المقدس میں پہنچائے گئے۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ سچ فرماتے ہیں۔ بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ آسمانوں پر گئے اور ساری حدیں پار کر کے عرشِ معلیٰ سے اوپر لامکاں تک پہنچے، جس کی میں تصدیق کرتا ہوں، اسی بنا پر ان کا لقب صدیق ہوگیا۔

طبرانی نے اوسط میں حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اے امیر المومنین! آپ ہم کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے کچھ بتائیے تو اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) وہ محترم ہستی ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے، حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے "صدیق" رکھا۔ وہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ جس شخص سے خدا اور رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم دینی معاملات میں راضی ہوئے، ہم اس سے اپنے دنیاوی معاملات میں راضی ہوگئے، ان کو خلیفہ منتخب کیا اور ان سے بیعت کرلی۔

اسی طرح حدیثِ اقدس ہے کہ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے احد! تم سکون پاؤ کہ تم پر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)، صدیق اور دو شہید (رضی اللہ عنہم) ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سلمٰی بنت صخر بن عامر بن کعب تھا۔

کنیت ام الخیر تھی۔ آپ کے والد محترم کے چچا کی بیٹی تھیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مکہ میں پرورش پائی۔ تجارتی کاروبار کے علاوہ کبھی مکہ سے باہر نہ گئے۔ برادری میں سب سے زیادہ دولت مند، مروت اور احسان کے پیکر، قوم میں معزز، صلہ رحمی کرنے والے، گم شدہ لوگوں کی تلاش آپ کا شیوہ، میزبانی آپ کا شعار۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق آپ کا شمار روسائے قریش میں ہوتا تھا۔ آپ سے مشورہ لیا جاتا۔ لوگوں کی آپ سے بڑی محبت تھی، کہ ان کی دیکھ بھال فرماتے تھے۔ قریش میں کوئی بادشاہ نہ تھا، ہر خاندان کا رئیس یا قبیلہ کا محترم شخص ہر مقررہ کام کا ذمہ دار تھا۔ بنی ہاشم حاجیوں کی تنظیم اعلیٰ کے ذمہ دار تھے۔ عبدالدار کی اجازت کے بغیر بیت اللہ میں داخلہ نہ ہوتا تھا۔ پرچمِ جنگ اور جنگی اُمور بھی ان کے ذمہ تھے۔ دارالندوہ میں اجتماع ان کے حکم سے ہوتا تھا۔ عہد جاہلیت میں پاکیزہ کردار کے لیے حضرت ابوبکر صدیق کے والد ابوقحافہ رضی اللہ عنہما مقرر تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی شعر نہ کہا تاکہ عزت و ناموس محفوظ رہے، نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کبھی شراب نوشی کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو پسند فرمایا۔

حلیہ مبارک

ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سراپا بیان فرمایئے تو جواباً کہا: والد بزرگوار کا رنگ سرخ و سفید، جسم چھریرا، گال ذرا دبے ہوئے، پیٹ پر سے پاجامہ نیچے کو کھسک جاتا، پیشانی عرق آلود رہتی، چہرہ پر گوشت زیادہ نہ تھا، نظریں نیچی رکھتے، پیشانی بلند تھی۔ انگلیوں کے جوڑ پر گوشت نہ تھے، مہندی اور کُتم کا خضاب لگاتے تھے۔

قبولِ اسلام

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام دوسروں پر فوقیت کا حامل ہے۔ ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ ابن ابی خثیمہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔ ابن سعد نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی اسلام لائے تھے۔

ابونعیم نے فرات بن سائب کی زبانی لکھا ہے کہ انھوں نے میمون بن مہرانی سے پوچھا، بتایئے آپ کے نزدیک حضرات ابوبکر و عمر افضل ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ تو وہ کانپنے لگے اور ان کے ہاتھ سے عصا گر گیا، اور جواب دیا: مجھے گمان بھی نہ تھا کہ میں ایسے زمانہ میں زندہ رہوں گا جبکہ ان بزرگوں میں موازنہ کیا جائے گا۔ دونوں اچھے، اسلام کے لیے دونوں جسم کے لیے سر کی مانند تھے۔ اس کے بعد میں نے پوچھا: حضرت ابوبکر پہلے اسلام لائے یا حضرت علی (رضی اللہ عنہما)؟ جواب دیا: بخدا! بحیرہ راہب کے زمانہ میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تھے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ تمام صحابہ میں سے اسلام لانے کی اولیت کا حق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے اسلام سے مشرف ہوئے، ان سب اقوال کی تطبیق یہ ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر، خواتین میں ام المومنین حضرت خدیجہ، بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ یہ تطبیق سب سے پہلے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔

ابونعیم و ابن عساکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول لکھا ہے: میں نے جس کو

دعوتِ اسلام دی تو اس نے انکار کیا یا تاویل وحجت کی، مگر ابن ابی قحافہ کو میں نے جونہی دعوتِ اسلام دی انھوں نے فوراً قبول کرلیا اور اس پر ثابت قدم رہے۔

بخاری نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور سالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان لکھا ہے: لوگو! کیا تم میرے دوست کو چھوڑ دینا چاہتے ہو؟ واقعہ یہ ہے کہ جب میں نے تم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنایا ہے تو تم نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے میری دعوت پر لبیک کہتے ہوئے میری تصدیق کی۔

ابن کثیر کے نزدیک سب سے پہلے ایمان لانے والے اہل بیت میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ، غلام زید، زید کی زوجہ ام ایمن، حضرت علی اور ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہم ہیں۔

خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلسل رفاقت اور حضوریءِ خدمت

علماء کا متفقہ بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد سے رحلتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک سفر وحضر میں ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، البتہ حج اور جہاد کے لیے باجازت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں نہ رہ سکے۔ ہر حال میں ہر وقت آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ آپ نے اہل وعیال کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ غارِ ثور میں ساتھ رہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کے بارے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ○

(پ ۱۰، سورہ التوبۃ، آیت نمبر ۴۰)

غار میں دو میں سے ایک نے یعنی جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیق سے فرمایا کہ غم نہ کھاؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ مقام

خدا تعالیٰ نے مَعَنَا کا لفظ ظاہر کر کے اتنا بلند کر دیا کہ دنیا میں کسی اور کا نہ ہوا۔ حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دریائے نیل کی رکاوٹ کو دیکھا اور پیچھے فرعون کا لشکر چڑھائی کرتا ہوا آ رہا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کہا، خدا تعالیٰ نے اس کو بھی ''مَعِیَ رَبِّیْ'' بیان کیا ہے کہ اکیلا نبی (علیہ السلام) اس مقام پر فائز ہے کہ ان کے ساتھ خدا ہے، مگر غارِ ثور میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ''مَعَنَا'' کا لفظ ان کے اس مقام کی بلندی کا واضح ثبوت ہے کہ جہاں نبی کی معیت خدا کے ساتھ ہے، وہاں صدیق کی معیت بھی خدا کے ساتھ ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اکثر غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کی۔ خصوصاً بدر میں ساتھی، حنین میں ساتھی۔ جب باقی آپ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جان پیش کرنے کے لیے حاضر رہے۔ جنگ بدر میں عبد الرحمٰن بن ابو بکر (رضی اللہ عنہما) مشرکین کے ساتھ حملہ آوروں میں سے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے کہا: ابا جان! بدر میں آپ میری تلوار کی زد میں کئی دفعہ آئے مگر میں نے آپ پر ہاتھ نہ اٹھایا، قتل نہ کیا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اگر میری زد میں آتے تو میں تمھیں نہ چھوڑتا، قتل کر دیتا۔

ابن عساکر نے بحوالہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ جنگِ بدر میں فرشتوں نے ایک دوسرے سے کہا: وہ دیکھو! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیر سائبان کھڑے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے بہادر اور شجاعت کے پیکر ہیں۔

بزار نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ جواب دیا: آپ! اس پر آپ نے فرمایا: لیکن میں تو

اپنے برابر کے مدمقابل سے لڑتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں، آپ ہی بتا دیجیے! تو آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ جنگ بدر میں ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک دالان سا بنایا۔ پھر ہم کہا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں کوئی شخص کمربستہ رہے تا کہ کوئی مشرک حملہ کی خواہش سے یہاں نہ آ سکے۔ بخدا ہم میں سے کوئی شخص ابھی اس کام کے لیے تیار نہ ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شمشیر بکف آگے بڑھ آئے اور ننگی تلوار لیے پہرہ دیتے رہے، اگر کوئی مشرک بری نیت سے آتا تو آپ رضی اللہ عنہ فوراً ہی اس پر جھپٹ پڑتے تھے، اورحقیقت یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے ہی بہادر تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے نرغہ میں لے لیا۔ حالت یہ تھی کہ آپ ﷺ کو گھسیٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: تم اللہ کی یکتائی کا اعلان کرتے ہو۔ اس موقع پر بخدا ہم میں سے کسی نے بھی اقدام نہیں کیا، البتہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ مشرکین کو مارتے، گھسیٹتے، دھکے دیتے اور فرماتے: تم پر افسوس ہے، تم اس شخص کو مار رہے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار صرف ایک اللہ ہے۔ پھر آپ (علی رضی اللہ عنہ) چادر اٹھا کر اتنا روئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہوگئی۔ اس کے بعد فرمایا: اللہ تمھیں ہدایت دے، بتاؤ فرعون کے زمانہ کے مومن اچھے تھے یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ اس پر تمام لوگ خاموش ہوگئے، کسی نے جواب نہ دیا۔ تو آپ نے فرمایا: بخدا! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک گھنٹہ لوگوں کے ہزار گھنٹوں سے اچھا ہے۔ لوگوں نے جس وقت اپنی ایمان آوری کو چھپایا تھا، اس وقت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اپنے ایمان کا اعلان کیا تھا۔

بخاری نے عروہ بن زبیر کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو

بن عاص رضی اللہ عنہما سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین نے سب سے زیادہ سخت ترین کون سی برائی کی ہے، تو انھوں نے جواب دیا: میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ عقبہ بن ابومعیط اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔اس نے اپنی چادر آپ کی گردن میں ڈال کر آپ کا گلہ گھونٹنا چاہا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آ کر اسے دھکا دیا اور کہا: تم ان کو مارتے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ پروردگار کے پاس سے تمھارے لیے بینات ونشانیاں لائے ہیں۔اس پر کفار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے اور لہولہان کر دیا، حتیٰ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔لوگوں کے بتانے پر ان کے گھر والے اٹھا کر گھر لے گئے۔آپ کو ایک عرصہ تک ہوش نہ آیا، بے ہوش رہے۔جب ہوش آیا تو پوچھا: میرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کیا حال ہے؟ اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہنچ گئے اور حوصلہ دیا۔

ہیثم نے اپنی مسند میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ جنگ احد میں تمام لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے لیکن میں ہی وہ پہلا شخص تھا جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی زبانی لکھا ہے کہ جب اڑتیس (38) آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تو والدِ بزرگوار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لجاجت اور اصرار کے ساتھ عرض کیا: اب اسلام کا کھلم کھلا اعلان فرما دیجیے! اس پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ہماری تعداد بالکل کم ہے۔اس کے بعد والد ماجد کے مسلسل اصرار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا اعلان فرما دیا۔اس اعلان پر تمام مسلمان مسجد میں اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے اور بعض اپنے خاندان میں چلے گئے، لیکن والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس موقع

پر کھڑے ہو کر ایک تقریر کی اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ یہی وہ وقت تھا جبکہ مشرکوں نے آپ پر حملہ کیا اور ان مسلمانوں کو خوب زدوکوب کیا جو اطرافِ مسجد میں موجود تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ گھر والے ان کو اٹھا کر لے گئے اور علاج معالجہ کے کافی دیر کے بعد ان کو ہوش آیا۔ دین حق کی خاطر وہ ایسے حملوں سے کبھی نہ ڈرے، ہمیشہ جرأت دکھائی۔

بارگاہِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں مالی ایثار

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام میں سب سے زیادہ سخی اور اسلام کی خدمت میں مال خرچ کرنے والے تھے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ واللیل میں ان کی شان میں ارشاد فرمایا ہے کہ وہ متقی ہے جو اپنا مال اسلام کے لیے اس مقصد سے خرچ کرے تاکہ وہ پاکیزہ ہو جائے۔

اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی○ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی○ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی○ (پ ۳۰، سورہ اللیل، آیت نمبر ۴ تا ۷)

بے شک تمھاری کوشش مختلف ہے۔ تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی، اور سب سے اچھی کو سچ مانا۔ بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کریں گے۔

اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیہ بن خلف کا بیان ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مومن برحق، صحابی اور متقی جبکہ امیہ اسلام کا دشمن۔ دونوں کی کوشش الگ الگ ہے۔ امیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذیتیں دیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مال خرچ کر کے بلال کو خرید کر آزاد کر دیا۔ گویا اپنا مال بہتر جگہ خرچ کر کے جنت خرید لی۔ امیہ نے ایذائیں دے کر جہنم خریدا اور بالآخر غزوۂ بدر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا۔ علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ یہ سورہ آپ کی شان

میں نازل ہوئی۔

احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مال نے مجھے جتنا نفع دیا، اتنا کسی کی دولت سے حاصل نہ ہوا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے کہا: یارسول اللہ! میں اور میرا تمام مال سب آپ ہی کا ہے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات ایسے غلام آزاد کرائے جن کے آقا ان کو صرف اسلام لانے کی وجہ سے دردناک سزائیں دیتے تھے۔

ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم کو خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم ملا کہ خدا کی راہ میں کچھ مال تصدق کریں۔ میں نے دل میں ارادہ کیا کہ آج ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ مال خدا کی راہ میں خرچ کروں گا۔ اس لیے اپنا نصف مال لے آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیا کہ نصف مال لے آیا ہوں اور نصف اہل وعیال کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مال لے کر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں، وہی کافی ہیں۔

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ہر ایک کا احسان اتار دیا ہے سوائے ابوبکر کے احسان کے، ان کا احسان میرے ذمہ باقی ہے۔ وہ اتنا عظیم ہے کہ قیامت کے روز اس کے عوض اللہ تعالیٰ خود ہی بدلہ دے گا۔ مجھے کسی کے مال سے اتنا نفع نہیں ہوا جتنا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مال سے ہوا، انھوں نے جان و مال سے میری مدد کی اور اپنی بیٹی بھی عقد میں دے دی۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''تہذیب'' میں بخاری ومسلم کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس کو قتل کروں گا۔ وہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ادا کرتے تھے اس میں کوئی کمی نہ ہونے دوں گا ورنہ ان کے ساتھ قتال اور جنگ کروں گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب کسی مسئلہ میں تردد ہوتا اور حل نہ پاتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرتے، اور جو رائے ان کی ہوتی وہی جواب درست پاتے اور اس فیصلہ پر عمل کرتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کمال فہم وفراست

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے سے کہا کہ وہ دنیا کو پسند کرلے یا آخرت کو پسند کرلے، اور اس کے بندے نے آخرت کو پسند کرلیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ حاضرین کو تعجب ہوا کہ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کا ذکر کرتے ہیں، مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی رمز کو پہچان گئے کہ وہ صاحبِ اختیار حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی ہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوبکر صدیق کا علم قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ

ابن کثیر سے روایت ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ میں سب سے زیادہ علم قرآن رکھتے تھے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نماز میں صحابہ رضی اللہ عنہم

کا امام بنایا تھا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ قوم کا امام قرآن کریم کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہونا چاہیے۔ نیز حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس قوم میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہوں تو ان کے سوا کوئی دوسرا امامت نہیں کرسکتا۔

ترمذی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ احکاماتِ رسالت سے آگاہ تھے۔ اسی لیے کئی بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امورِ شریعت میں آپ سے رجوع کیا اور ہمیشہ آپ نے حضور ﷺ کی حدیث پیش کی۔ آپ کو کثرت سے احادیث یاد تھیں۔ کیوں نہ ہوتیں کہ آغازِ رسالت سے وصال مبارک تک ہمیشہ صحبت میں رہے۔ قوتِ حافظہ بھی تیز تھی۔ اور آپ رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ذکی اور ذی فہم تھے۔

مقدمات کے فیصلوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تحمل

جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو پہلے قرآن مجید سے حل تلاش کرتے۔ اگر وہاں صراحت نہ ملتی تو پھر ارشادِ نبوی کے مطابق فیصلہ فرماتے۔ اگر حدیث بھی نہ ملتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورے کے بعد فیصلہ فرماتے تھے۔

علم تعبیر رؤیا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم تعبیر کے بھی عالم تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں ہی خوابوں کی تعبیر بتاتے تھے۔ مشہور معبر محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے بڑے معبر تھے۔

فصاحتِ تقریر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ فصیح تھے۔ صلح حدیبیہ والی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس صلح میں چند معروضات عرض کیے اور کہا کہ کیا ہم دنیا کو دین کے عوض چھوڑ دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابات مرحمت فرمائے۔ اور جب وہی سوالات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کیے گئے تو جوابات وہی تھے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے۔ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ عاقل، درست گفتار، درست کردار اور صاحب الرائے تھے۔

ابن عساکر نے بروایت حضرت عمرو بن العاص لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) آئے، عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے مشورہ لیجیے!

طبرانی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو مجلسِ مشاورت قائم کی۔ جس میں علاوہ دیگر صحابہ کے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ وزبیر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ گفتگو ہوئی تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا: جو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی رائے ہے۔ اس پر حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو گوارا نہیں کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) غلطی کریں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حفظ قرآن

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

میں سے تھے جنھوں نے قرآن حفظ کیا تھا۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں انصار کے چار افراد نے قرآن جمع کرلیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابہ پر فضیلت

علمائے اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت ابوبکر صدیق، ان کے بعد حضرت عمر پھر حضرت عثمان ، پھر حضرت علی ،ان کے بعد حضرات عشرہ مبشرہ ،ان کے بعد باقی اصحابِ بدر واُحد و بیعت رضوان،ان کے بعد دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین تمام لوگوں سے افضل ہیں۔اس پر امت کا اتفاق ہے۔

ابن عساکر نے ابن ابی یعلی سے روایت کی ہے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے،فرمایا:اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الناس ہیں۔اگر کسی نے اس کے خلاف کہا تو وہ مفتری ہے۔افتراء پرداز قابل سزا ہے۔

ابوداؤد نے بیان کیا ہے کہ حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:سوائے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے کوئی شخص ایسا نہیں جو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے افضل ہو۔ایک روایت میں "نبی مرسل" کے الفاظ بھی آئے ہیں عَلٰی اَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ بَعْدَ النَّبِیّٖنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی پر سورج طلوع نہیں ہوا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) دونوں انبیاء ومرسلین (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے علاوہ تمام اولین وآخرین کے جنت میں سردار ہوں گے۔اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ،ابن عباس،ابن عمر،ابوسعید خدری اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی

ہے۔

سب سے زیادہ رحم دل

ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت میں ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سب سے زیادہ رحم دل ہیں، عمر (رضی اللہ عنہ) احکام الٰہی کی تعمیل میں سب سے زیادہ سخت، اور حیا میں حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) سب سے زیادہ ہیں، حرام و حلال میں تمیز کرنے والے سب سے زیادہ حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ)، فرائض میں سب سے زیادہ جاننے والے حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) ہیں، ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) سب سے بہترین قاری ہیں، عبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) امت میں امین ہیں، قضیوں کا فیصلہ کرنے والے سب سے بڑھ کر حضرت علی (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ سب سے زیادہ متقی، راست گو ابوذر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ اور سب سے زیادہ عبادت گزار اور متقی حضرت ابودرداء (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے اقوالِ سلف

ابن عساکر نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چار خصلتوں سے مختص کیا جو اوروں میں نہیں۔ اول نام "صدیق"، جو کسی دوسرے کو نہیں ملا۔ دوم یہ کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اور کوئی ایسا ساتھی نہیں ہے۔ سوم یہ کہ ہجرت میں رفیق اور سارے عالم کفر کا مقابلہ کیا، دوسرا کوئی ایسا نہیں۔ چوتھے یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) لوگوں کو نماز پڑھائیں، دوسرا کوئی نہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر خاص تھے۔ تمام اُمور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے مشورہ فرماتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لانے میں ثانی، نماز پڑھانے میں ثانی، یوم بدر میں سائبان کے اندر ثانی،

روضہءِ اقدس کے اندر ثانی، پہلوئے رسول ﷺ میں زیر سایہ رحمت تا قیامت آپ پر کسی دوسرے کو فضیلت نہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اگرچہ دیکھ نہ سکے مگر ان کی گفتگو سنا کرتے تھے۔

بخاری و مسلم میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عورت آئی تاکہ پتہ چلے کہ حضور ﷺ کے بعد صدقات کس کے پاس بھیجیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کل آنا۔ خاتون نے پوچھا: کل آپ کو نہ پاؤں تو پھر؟ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: پھر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آ جانا۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ اول ہونے کے ثبوت میں ہے کہ حضور رسول اکرم ﷺ کے بعد وہی خلیفہ ہوں گے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی مرض نے جب شدت اختیار کی تو آپ نے فرمایا: لوگو! ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ تاکہ وہ نماز پڑھائیں۔ اس پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ میرے والد بہت رقیق القلب ہیں، جب مصلیٰ پر کھڑے ہوں گے تو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ حضور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہی عذر پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کہو نماز پڑھائیں، اور فرمایا کہ عورتیں تو اب بھی یوسف (علیہ السلام) کے زمانے کی عورتیں ہیں۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور حکم کے مطابق حضور سید المرسلین ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں نماز پڑھائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا عذر پیش کرتے ہوئے اس لیے اصرار کیا کہ دل میں خطرہ تھا کہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کھڑے ہونے پر نیک فال نہ سمجھیں گے اور ان سے محبت نہ کریں گے۔ اس لیے آپ کے سوا کوئی اور ہو جو قائم مقام ہو۔ ابن زمعہ سے

روایت ہے کہ جب نماز کا حکم ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تاکہ نماز پڑھائیں مگر حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ نہیں، ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سوا اور کوئی نماز نہیں پڑھائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ لہٰذا خلافت کے سب سے زیادہ حق دار کہ امامت میں سب سے اعلیٰ ہوئے۔

خلافتِ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ائمہ سلف کے ارشادات

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امامت وہی شخص کرے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ عالم ہو۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے حکم میں اس امر کی دلیل ہے کہ وہی مہاجرین وانصار میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے استدلال کیا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی مستحق خلافت ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو میں بھی وہاں بہ ثباتِ ہوش وحواس موجود تھا۔ اسی لیے دنیاوی معاملات میں ان کی قیادت پر راضی ہوا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے بارے ان کی امامت پر رضامندی کا اظہار فرمایا تھا۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کی صلاحیت اہل بیت میں مشہور تھی۔

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمھارے بارے سوال کیا کہ تم کو امام بناؤں مگر وہاں سے انکار ہوا مگر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے لیے امامت کا حکم ہوا۔ اس طرح حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو

امام بنایا تھا۔

ابن عدی نے ابی بکرہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے ہارون رشید نے کہا: لوگوں نے کس طرح خلیفہ منتخب کیا؟ اس کی وضاحت کریں! میں نے کہا: اے امیر المومنین! ان کی خلافت پر اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساکت رہے اور تمام لوگ بھی خاموش رہے۔ یہ سن کر ہارون رشید نے کہا: تفصیل سے بیان کیجیے تا کہ خلجان دور ہو۔ اس پر میں نے کہا: اے امیر المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض کا زمانہ آٹھ (8) دن تھا۔ اس زمانۂ علالت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! لوگوں کو نماز پڑھائیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آٹھ روز تک نماز پڑھاتے رہے۔ ان ایام میں وحی برابر نازل ہوتی رہی۔ اگر یہ خدا کی مرضی کے خلاف ہوتا تو اس سلسلہ میں ضرور وحی کا نزول ہوتا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے سکوت کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سکوت فرمایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت کے باعث تمام لوگ خاموش رہے۔ ہارون رشید نے کہا کہ یہ وضاحت پسند آئی اور کہا: ''اللہ تمہیں اجر دے!''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر آیاتِ قرآنیہ

علمائے کرام کی ایک جماعت نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا استدلال اس آیت سے کیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ○ (پ۶، سورۂ مائدہ، آیت نمبر ۵۴)

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم لائے گا کہ اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت

کریں گے۔

علمانے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ قوم سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اوران کے اصحاب، کہ جب کچھ عرب مرتد ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اوران کے اصحاب نے جہاد کیا اوران کو مسلمان بنایا۔

یونس بن بکیر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا، بہت سے عرب مرتد ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا۔اس زمانہ میں ہم لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ

"فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ"

(پ ٦، سورۂ مائدہ، آیت نمبر ۵۴)

حضرت ابوبکر صدیق اوران کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ابن ابی حاتم نے جویر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ (پ ٢٦ سورۂ فتح)

"مُخَلَّفِیْنَ"، سے مراد بنو حنیفہ ہیں۔اور آیت بالا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر حجت اور واضح دلیل ہے کہ آپ ہی نے مرتدین کے قتال کی دعوت دی تھی۔شیخ ابوالحسن اشعری کہتے ہیں کہ میں نے ابوعباس بن شریح سے سنا ہے کہ آپ کہتے تھے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت قرآن مجید کی مذکورہ آیت سے ثابت ہے۔تمام علما کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ان لوگوں سے جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا اور مرتد ہو گئے تھے صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ان کے قتال کی دعوت دی تھی،اوران سے قتال کیا۔پس یہ آیت

آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہے اور لوگوں پر ان کی اطاعت کو فرض کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ جو کوئی اسے تسلیم نہیں کرے گا وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ○ (پ۱۸ اسورۂ نور، آیت نمبر ۵۵)

کہ تم میں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، اللہ تعالیٰ ان سے وعدہ فرماتا ہے کہ وہ ضرور ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔اس کی تفسیر میں ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر پورے طور پر یہ آیت منطبق ہے اور ان کی خلافت ثابت ہوتی ہے۔

خطیب نے ابوبکر بن عیاش کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خلیفہءِ رسول ہونا قرآن پاک کی آیت سے ثابت ہے، جس میں ارشاد ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِیْنَ تا اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ○

(پ۲۸، سورہ الحشر، آیت نمبر ۸)

کہ جس کو اللہ تعالیٰ صادق فرمائے وہ کبھی کاذب نہیں ہوسکتے۔اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یا خلیفہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر مخاطب کیا۔لہٰذا یہ استدلال بہت قوی اور احسن ہے۔

خلافتِ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اجماعِ صحابہ

حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس کو تمام مسلمانوں نے اچھا سمجھا وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے، اور جس چیز کو عامۃ المسلمین نے براجانا وہ اللہ کے نزدیک بری ہے۔

مَارَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ○

اور چونکہ تمام صحابہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو احسن سمجھا لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی احسن ہے۔

حاکم نے مستدرک کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابوسفیان بن حرب ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ انھوں نے قریش کے ایک معمولی آدمی سے بیعت کر لی یعنی صدیق (رضی اللہ عنہ) سے، اگر آپ چاہتے تو بہت آسانی سے خلافت حاصل کر سکتے تھے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوسفیان! تم اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہو، مجھے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی خلافت میں کوئی خرابی نظر نہیں آئی، وہ اس کے ہر طرح سے اہل ہیں۔

یوم و تاریخ بیعت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

واقدی نے حضرت عائشہ صدیقہ، ابن عمر اور سعید بن میتب رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جس روز حضور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، دوشنبہ 12 ربیع الاول 11 ہجری تھا۔ اسی روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی۔

امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اپنے عہد خلافت میں حج سے واپسی پر آپ نے لوگوں سے خطاب کیا اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں فلاں یہ کہتا ہے کہ عمر کے مرنے کے بعد میں فلاں شخص سے بیعت کر لوں گا۔ مگر خبردار! کوئی ایسا نہ کرے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت چند آدمیوں نے بغیر سوچے سمجھے کر لی تھی۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خلافت کے سلسلے میں فتنہ سے بچا لیا تھا۔ لیکن آج تم میں ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا کوئی آدمی نہیں کہ لوگ اس کو حاکم بنا لیں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم میں سب سے بہتر تھے اور بیعتِ صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ یوں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر حضرت علی،

زبیر اور ان کے ہم خیال رضی اللہ عنہم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع ہوئے۔ ادھر ثقیفہ بنو ساعدہ میں انصار رضی اللہ عنہم اکٹھے ہوئے۔ مہاجرین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ یہ دیکھ کر میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے ساتھ انصار بھائیوں کے پاس تشریف لے چلیں اور اُدھر روانہ ہو گئے۔ راستہ میں دو صالح افراد ہم کو ملے۔ انھوں نے ہم سے کہا کہ اے مہاجرین! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا کہ انصار بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ وہاں نہ جائیں اور اپنا مسئلہ خود نپٹا لیں۔ یہ سن کر میں نے کہا: خدا کی قسم ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے اور وہاں ثقیفہ بنو ساعدہ پہنچے۔ دیکھا کہ وہاں سب لوگ جمع ہیں۔ ان میں سے ایک مقرر اٹھا اور خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد اس نے کہا کہ ہم انصار اللہ ہیں، اسلام کا لشکر ہیں، مگر وہ مہاجرین ہیں، تم چند نفوس ہو۔ اس کے باوجود تمھارا ارادہ ہے کہ ہماری جڑیں کاٹ دو اور ہمیں نکال باہر کرو۔ اور خلافت سے ہمارا کچھ واسطہ ہی نہ رکھو۔ وہ تقریر کر کے خاموش ہوا تو میں نے ارادہ کیا کہ تقریر کروں اور جو مضمون ذہن میں تھا، اس کے بارے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اجازت چاہی لیکن انھوں نے روک دیا۔ مگر جو کچھ میرے ذہن میں تھا وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ کہہ سنایا بلکہ اس سے بڑھ کر تقریر کی، اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا: اے انصار! جو تم نے کہا خدا کے فضل و خیر کے بارے میں کہا، تم واقعی اہل ہو۔ مگر میں جانتا ہوں کہ قریش سب میں اوسط العرب ہیں اور سکونت کے لحاظ سے وسط عرب کے باشندے ہیں لہٰذا خلافت قریش ہی کا حق ہے۔ اور پھر میرا اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ان میں سے جسے چاہو اس کی بیعت کر لو! میں خوش ہوں۔

اس تقریر میں جو کچھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس سے متفق تھا لیکن بیعت کے لیے میرا نام پیش کیا، وہ مجھے ناگوار گزرا۔ اتنے میں ایک انصاری

نے کہا: ہم وہ ہیں کہ قریش ہماری جرأت و بہادری پر فخر کرتے ہیں، بھروسا کرتے ہیں اور نفع اندوز ہوتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک قریش سے ہو۔ اس پر شور و غوغا ہو گیا۔ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، اپنا ہاتھ آگے بڑھایئے! انھوں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر میرے بعد تمام مہاجرین نے بیعت خلافت کی، ان کے بعد انصار رضی اللہ عنہم نے بیعت کی۔ خدا کی قسم! اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ موزوں اور کوئی شخص نہ تھا جس کی بیعت کی جاتی۔ اور خوف تھا کہ بغیر بیعت کیے مجلس برخواست نہ ہو جائے۔ اس نازک وقت میں امیر اور حاکم کی سخت ضرورت تھی۔ اگر ہماری عدم موجودگی میں ثقیفہ بنو ساعدہ کسی کے ہاتھ بیعت کر لیتے تو ہم بھی اپنی مرضی کے خلاف اسی کے ہاتھ پر بیعت کرتے، تا کہ فتنہ و فساد نہ ہو۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ تم لوگوں کی امامت کراؤ۔ لہٰذا ان میں کون تھا جو ان سے بڑھ جانے کا خیال اپنے دل میں لاتا۔ انصار نے یہ باتیں سن کر کہا: پناہ خدا کی، ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پیش قدمی نہیں کر سکتے۔ نہ اس کا خیال ہی دل میں لا سکتے ہیں۔ ہم ان سے بہتر نہیں ہیں۔

ابن سعد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر جب انصار تقریر کر چکے تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین سے تھے، لہٰذا خلیفہ بھی مہاجرین سے ہوگا۔ ہم پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے اب خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی انصار ہیں، ان کے مددگار ہیں۔ یہ کہہ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ ان کے بعد حضرت عمر اور تمام انصار رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی۔ اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا، انھوں نے بھی بیعت کر لی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، انھوں نے بھی بیعت کر لی۔

ابن اسحاق سیرت میں لکھتے ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بیعت ثقیفہ کے دوسرے روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے اور ان کے تقریر کرنے سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور حمد و ثنا کے بعد لوگوں سے کہا: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص یارِ غار کو تم پر حاکم بنایا ہے، جو تم میں سب سے بہترین ہیں۔ اس لیے کھڑے ہو جاؤ اور تمام بیعت کر لو! اس وقت سب نے آپ سے بیعت عام کی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: لوگو! تم نے مجھے امیر بنایا ہے، اگرچہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ اب اگر میں بھلائی کروں تو میری مدد کرنا اور اگر مجھ سے برائی ہو تو مجھے ملامت کرنا۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے۔ تم میں ضعیف میرے نزدیک اس وقت تک قوی ہیں جب تک میں ان کا حق نہ دلوا دوں۔ جس قوم نے جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیا وہ خوار ہو گئی۔ جس قوم میں بدکاری پھیل گئی وہ بلا میں گرفتار ہو گئی۔ جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کروں میری اطاعت کرنا، اتباع کرنا۔ اگر روگردانی کروں تو میری اطاعت تم پر واجب نہیں رہے گی۔ اب چلو نماز پڑھو! خدائے تعالیٰ تم پر رحم کرے!

یہ تقریر سن کر حضرت زبیر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ انھیں بڑی ندامت ہے کہ مسئلہ خلافت میں آپ کے ساتھ نہ تھے، حالانکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ آپ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار ہیں۔ آپ کی بزرگی اور شرافت کا ہمیں علم ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی حیات طیبہ میں ہی امامت کا حکم فرمایا تھا۔ آپ ''ثانی اثنین،، ہیں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ نہیں بیٹھے۔

طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ تادم زیست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر اس جگہ نہیں بیٹھے جہاں نبی کریم تشریف فرما ہوتے

تھے۔اسی طرح حضرت عمر فاروق، حضرت ابوبکر کی جگہ پر، حضرت عثمان حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی جگہ پر نہ بیٹھے جب تک زندہ رہے۔

خلافتِ صدیقی کے اہم واقعات

مانعینِ زکوٰۃ ومرتدین سے جنگ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عرب کے بعض لوگ مرتد ہو گئے۔ انھوں نے کہا: ہم نماز تو پڑھیں گے مگر زکوٰۃ ادا نہ کریں گے۔اس پر میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا: تالیف قلوب کیجیے! اور ان کے ساتھ خلیفۂ رسول! نرمی کا برتاؤ کیجیے! یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں۔اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تو آپ سے بھرپور تعاون کی امید تھی اور آپ مجھے پست ہمت کر رہے ہو۔عہد جاہلیت میں تم بڑے بہادر تھے، اسلام قبول کر کے اس قدر کمزور ہو گئے ہو کہ مجھے تالیف قلوب کا سبق دیتے ہو۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے اور وحی کا سلسلہ بند ہو گیا۔میرے ہاتھ میں تلوار ہے۔میں اس وقت تک ان کے ساتھ جنگ کروں گا جب تک وہ زکوٰۃ کی پوری رقم ادا نہ کریں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے سے بھی زیادہ مستعد اجرائے احکام پایا۔اور آپ نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ جب تم کو ان کا حاکم بنایا جائے گا، تم ان کے ساتھ غم گساری کر لینا۔

ابوالقاسم بغوی اور ابوبکر شافعی رحمہما اللہ اپنے فوائد میں اور ابن عساکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد منافقین نے سر اٹھایا، عرب مرتد ہو گئے، انصار نے بھی علیحدگی اختیار کر لی، پہاڑ کی مانند مشکلیں آن پڑیں، مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زبردست استقلال سے

ہر مشکل کا مقابلہ کیا، ہر ایک کا حل نکالا۔ پہلا مسئلہ یہ تھا کہ حضور سید المرسلین ﷺ کی تدفین کہاں ہو؟ سب خاموش تھے مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ ہر نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) وہیں دفن ہوتا ہے جہاں اس کا انتقال ہوتا ہے۔ دوسرا قضیہ حضور رسول اکرم ﷺ کی میراث کا تھا۔ اس پر بھی سب خاموش تھے۔ اسے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حل کیا۔ فرمایا کہ میں نے حضور رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ ہم گروہِ انبیا کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہمارا ترکہ صدقہ ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضور رسول معظم ﷺ کو مکہ میں دفن کیا جائے کہ وہ شہر آپ کا مولد ہے۔ بعض نے کہا کہ مسجد میں دفن کیا جائے۔ کچھ نے کہا کہ جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ بعض نے کہا کہ بیت المقدس میں دفن کیا جائے جو مدفن انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن فرمایا۔

ابن زنجویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہی مقام تھا کہ آپ کی رائے پر تمام مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم اتفاق کرتے اور اپنی رائے سے رجوع فرماتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ ہوتے تو روئے زمین پر کوئی بھی خدا کی عبادت نہ کرتا۔ اس کی وجہ یہ بتائی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو سات سو فوجیوں کا لشکر دے کر، امیر مقرر کر کے شام کی طرف روانہ کیا تھا۔ ابھی اسلام کا لشکر مقام ذی خشب تک ہی پہنچا تھا کہ حضور سید المرسلین ﷺ کا وصال ہو گیا۔ اور یہ خبر سن کر اطراف مدینہ کے عرب مرتد ہو گئے۔ صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو واپس بلا لیجیے! اور اس کو روم اور اطراف مدینہ میں بھیج دیجیے! جہاں عرب مرتد ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا:

لوگو! میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جس کو میرے آقا ﷺ نے روانہ فرمایا تھا، اور بخدا میں پرچم اسلام سرنگوں نہ کروں گا جسے حضور ﷺ نے لہرایا تھا۔ پس آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور مہم پر روانہ کر دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جس قبیلہ کے پاس سے گزرتے وہ دہشت زدہ ہو جاتا اور وہ لوگ سمجھے کہ اگر مسلمانوں کے پاس قوت اور طاقت نہ ہوتی تو ایسے سنگین وقت میں بھی وہ ہم پر خروج نہ کرتے۔ اسی طرح آگے بڑھتے ہوئے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سلطنت روم کی حدود میں پہنچ گئے۔ طرفین میں مقابلہ ہوا، مسلمانوں کا لشکر کامیاب ہوا، صحیح سالم واپس لوٹا اور اسلام کا بول بالا ہوا۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو حالات بدل جاتے اور مسلمانوں پر مصیبت نازل ہوتی۔

لشکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی علالت کے زمانہ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں لشکر کی روانگی کا حکم دے دیا تھا اور وہ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر مدینہ کے قریب گاؤں تک پہنچ چکا تھا کہ میں نے عروہ کی بیوی فاطمہ بنت قیس کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ تم آگے نہ بڑھو! جلدی نہ کرو کہ حضور ﷺ سخت علیل ہیں۔ پس وہ ٹھہر گئے اور آگے نہ بڑھے اور حضور رسول اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت اسامہ لوٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ گئے اور عرض کیا کہ حضور رسول معظم ﷺ نے مجھے شام کی طرف جانے کا حکم دیا تھا لیکن اب حالات دگرگوں ہیں، مجھے خوف ہے کہ عرب مرتد نہ ہو جائیں، اگر وہ مرتد ہو گئے تو سب سے پہلے ان سے نپٹنا ہو گا۔ اگر مرتد نہ ہوئے تو میں شام کی طرف چلا جاؤں گا۔ اس لیے کہ میرے پاس بہادر نوجوان سپاہی ہیں وہ مرتدین کے مقابلہ میں کام آئیں گے۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی اور کہا: خدا کی قسم! میری جان پر کچھ بھی بن جائے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صادر فرما چکے ہیں، کسی قسم کی ترمیم نہ کروں گا۔اس کے بعد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو شام کی طرف روانہ فرما دیا۔

مانعینِ زکوٰۃ پر خروج

ذہبی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر جب چاروں طرف عام ہوگئی تو عرب کے بہت سے قبیلے مرتد ہو گئے اور ادائیگیءِ زکوٰۃ سے انکار کر دیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کا ارادہ کیا۔اس وقت حضرت عمر اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ اس وقت ان سے جنگ مناسب نہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر یہ لوگ ایک رسی یا ایک بکری کا بچہ بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زکوٰۃ دیا کرتے تھے، اب اس کے دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے قتال کروں گا۔اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ان سے قتال کس طرح کریں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فرما چکے ہیں ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں، کہ ایمان نہ لائیں۔اور جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا اس کا مال، اس کی جان اور اس کا خون مجھ پر منع کر دیا گیا ہے کہ وہ محفوظ ہو گیا ہے۔سوائے ادائے حق کے اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب یہ حکم موجود ہے تو آپ ان سے کس طرح لڑ سکتے ہیں۔اس کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! میں ان سے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرنے پر لڑوں گا کہ وہ کہتے ہیں ہم نماز پڑھیں گے، زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ کیونکہ زکوٰۃ بھی بیت المال کا حق ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ حق پر جنگ کی جائے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ حق پر ہیں اور

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس جنگ کے لیے آمادہ کر دیا ہے۔

جنگ کے لیے مدینہ منورہ سے روانگی

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کو لے کر مدینہ منورہ سے باہر نکلے، علاقہ نجد کی سطح مرتفع تک پہنچ گئے تو مرتدین بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر چند اصحاب رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے خلیفہءِ رسول! اب مدینہ میں واپسی مناسب ہے۔ اس موقع پر آپ کسی کو امیر عسکر مقرر فرما دیجیے اور ان لشکرانِ مرتدین کے واپس آنے تک یہاں سے نہ ہٹیں۔ اس پر آپ نےحضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرما دیا اور ان سے کہہ دیا کہ اگر وہ اسلام لے آئیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو تم میں سے جو بھی واپس آنا چاہے لوٹ آئے۔ یہ انتظام فرما کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ واپس مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

دار قطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جہاد کے ارادہ سے اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا: اے امیر المومنین! خلیفہءِ رسول! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں بھی آپ سے وہی چاہتا ہوں جو جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تلوار نیام میں کر لیجیے! آپ براہِ کرم خود کو مصائب میں گرفتار نہ کریں اور مدینہ واپس لوٹ چلیں! خدانخواستہ اگر آپ کو گزند پہنچ گیا تو پھر خدا کی قسم! اسلام ہی باقی نہ رہے گا۔

حنظلہ بن علی اللیثی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کو امیر لشکر مقرر کیا اور آپ کو حکم دیا کہ جو شخص ان پانچ باتوں میں سے کسی ایک شے پر عمل نہ کرے تو اس سے جنگ کی جائے، اول کلمہ طیبہ کا اقرار، دوم نماز پنجگانہ کی ادائیگی، سوم زکوٰۃ کی ادائیگی، چہارم رمضان کے روزے، پنجم حج بیت

اللہ کی روانگی۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ جمادی الآخر میں قبیلہ بنی غطفان سے نبرد آزما ہوئے، بہت سے مرتدین کو قتل کیا اور بہت سے گرفتار ہوئے اور باقی اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس جہاد میں صحابہ کرام میں سے حضرت عکاشہ بن محصن اور حضرت ثابت بن قرم، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہے۔

فتنۂ ارتداد کا انسداد

12ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے علاٗ بن الحضرمی کو بحرین کی طرف روانہ کیا۔ وہاں فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا تھا۔ جواثی کے مقام پر مرتدین سے لشکر اسلام کا مقابلہ ہوا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اسی سال عمان کی طرف حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ وہاں بھی ارتداد کا فتنہ تھا۔ اس کے علاوہ حضرت ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ کیا گیا تا کہ وہ اہل عیبر کے فتنہ ارتداد کو ختم کریں۔ حضرت زیاد بن عبید انصاری کی سرکردگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت مرتدوں کی سرکوبی کے لیے گئی۔

مسیلمہ کذاب، مدعی نبوت کا قتل

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکر اسلام لے کر جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے قتل کے لیے یمامہ پہنچے۔ دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو اس کے بعد مسیلمہ کذاب چند روز کے لیے قلعہ بند ہو گیا آخر مسیلمہ کذاب حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا جو قبولِ اسلام سے قبل قاتل امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس جنگ میں ستر (70) صحابہ کرام رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے جن میں حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ، حضرت سالم غلام ابو حذیفہ، حضرت شجاع بن وھب، حضرت زید بن خطاب، حضرت عبداللہ سہل،

حضرت مالک بن عمرو، حضرت طفیل بن عمرو دوسی، حضرت یزید بن قیس، حضرت عامر بن بکر، حضرت ثابت بن قیس اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل تھے۔ مسیلمہ کی عمر اس وقت ڈیڑھ سو (150) سال تھی، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ولادت سے قبل پیدا ہوا تھا۔

حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا انتقال

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ گزرے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت ان کی عمر چوبیس برس تھی۔ ان کی اولاد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب جاری ہوا۔ ان کے انتقال سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی کا انتقال ہوا۔ 12ھ میں حضرت زینب بنت رسول اللہ (رضی اللہ عنہا و صلی اللہ علیہ وسلم) کے شوہر ابو العاص بن ربیع کا انتقال ہوا اور حضرت فاطمہ زہراء کے انتقال سے ایک ماہ قبل حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ اور ماہِ شوال میں حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا۔

مدائن و شام پر لشکر کشی

مرتدین کی سرکوبی اور ان کے فتنہ کے انسداد کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بصرہ کی طرف روانہ کیا۔ انھوں نے جنگ میں فتح حاصل کی اور مشہور شہر ابلہ فتح کیا۔ پھر کچھ عرصہ صلح کے بعد جنگ ہوئی اور عراق کے مشہور شہر مدائن کسریٰ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ 12ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج بیت اللہ فرمایا۔ واپسی کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر شام کی طرف روانہ کیا۔ شام میں پہلا معرکہ 13ھ میں اجنادین میں گرم ہوا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی خبر اس وقت پہنچی

جبکہ آپ حالتِ نزع میں تھے۔اجنادین کی جنگ میں حضرت عکرمہ بن ابی جہل، ہشام بن عاص اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے۔اسی سال جنگِ مرج الصفر بھی ہوئی جس میں کفر شکست خوردہ ہوا۔اس جنگ میں دیگر صحابہ کے ساتھ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

اولیاتِ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

1. حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے برگزیدہ شخصیت تھے جنھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

2. آپ رضی اللہ عنہ نے ہی سب سے پہلے قرآن کریم جمع کیا۔

بخاری میں بروایت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کیا گیا ہے کہ جنگ مسیلمہ کذاب کے بعد ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے (زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو) یاد فرمایا۔جس وقت میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے کہتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے ہیں، مجھے خوف ہے کہ اگر اسی طرح مسلمان شہید ہوتے رہے تو حافظوں کے ساتھ ساتھ قرآن شریف بھی نہ اٹھ جائے۔لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کو بھی جمع کر لیا جائے۔

میں نے ان سے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ میں بھلا اس کام کو کیسے کر سکتا ہوں جسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا۔اس پر انھوں نے جواب دیا: واللہ! یہ نیک کام ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔اس وقت سے اب تک ان کا اصرار جاری ہے، یہاں تک کہ اس معاملہ میں مجھے شرحِ صدر ہوا اور میں سمجھ گیا کہ اس کی بڑی اہمیت ہے۔حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ تمام باتیں حضرت عمر

رضی اللہ عنہ خاموشی سے سن رہے تھے، پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے زید! تم جوان اور دانشمند آدمی ہو اور تم کسی بات میں اب تک متہم بھی نہیں ہوئے ہو، علاوہ ازیں تم کاتب وحی بھی رہ چکے ہو۔ لہٰذا تم تلاش و جستجو سے قرآن شریف کو ایک جگہ جمع کر دو!

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ بہت عظیم کام تھا۔ مجھ پر بہت ہی شاق تھا۔ اگر خلیفہءِ رسول رضی اللہ عنہ مجھے پہاڑ اٹھانے کا حکم دیتے تو میں اس کو بھی اس کام کے مقابلہ میں ہلکا سمجھتا۔ لہٰذا میں نے عرض کیا کہ آپ دونوں حضرات وہ کام کیسے کریں گے جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میرا یہ جواب سن کر یہی فرمایا کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ مگر مجھے پھر بھی تامل ہی رہا اور میں نے اس پر اصرار کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی سینہ کھول دیا اور اس امر عظیم کی اہمیت مجھ پر بھی واضح ہوگئی۔ پھر میں نے تفحص اور تلاش کا کام جاری کیا اور کاغذ کے پرزوں، اونٹ اور بکریوں کے شانوں کی ہڈیوں اور درخت کے پتوں کو جن پر قرآنی آیات تحریر تھیں، یکجا کیا اور پھر لوگوں کی مدد سے قرآن شریف کو جمع کیا۔ سورۂ توبہ کی دو آیتیں

"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ الخ"

(پ ۱۱، سورہ التوبۃ، آیت نمبر ۱۲۸، ۱۲۹)

مجھے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سوا کہیں اور سے نہیں مل سکیں۔ اس طرح میں نے قرآن پاک جمع کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے پاس رہا اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور ان کی وفات پر ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا۔

ابو یعلی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قرآن شریف کے سلسلے میں سب سے زیادہ اجر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملے گا کہ سب سے اول آپ ہی نے اس کو کتابی صورت میں جمع کیا۔

3. حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں جو خلیفہ پکارے گئے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ''یَا خَلِیْفَۃَ اللّٰہِ'' کہہ کر پکارا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں۔گویا خلیفۃ الرسول ہوں اور مجھے یہی پسند ہے۔

4. آپ ہی وہ اول خلیفہ ہیں کہ ان کا وظیفہ مقرر کیا گیا۔ابن سعد عطا بن سائب سے مروی ہے کہ بیعت خلافت کے دوسرے روز کچھ چادریں اکٹھی کر کے گٹھڑی بنا کر سر پر اٹھائے بازار کو برائے فروخت مال تجارت جا رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور کہا: اب آپ خلیفہ رسول اور امیر المومنین ہیں،اس لیے یہ کام چھوڑنا پڑے گا۔اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بچوں کو کہاں سے کھلاؤں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپس موڑا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کے لیے اوسط درجہ کے مہاجر کی خوراک کا اندازہ اور موسم گرما وسرما کا لباس مقرر کر کے وظیفہ مقرر کر دیا۔وظیفہ یومیہ آدھی بکری کا گوشت،تن ڈھانپنے کا کپڑا اور پیٹ بھر روٹی مقرر ہو گئی۔جو دو ہزار درہم سالانہ بتائی گئی۔مگر آپ نے اضافہ چاہا تو پانچ سو درہم کا مزید اضافہ ہو گیا۔مگر اپنی وفات کے وقت یہ ساری رقم واپس بیت المال میں جمع کرا دی۔یہ رقم اپنا مکان فروخت کر کے ادا کی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے! انھوں نے یہ تمام تکلیف میری وجہ سے اٹھائی ہے۔

5. آپ ہی وہ پہلے خلیفہ ہوئے ہیں جنھوں نے بیت المال قائم کیا۔اس پر کوئی نگہبان مقرر نہ کیا کہ اس پر قفل لگا رہتا تھا۔اور حالت یہ تھی کہ جو کچھ مال غنیمت

آتا تھا سب مسلمانوں میں تقسیم ہو جاتا تھا اور بیت المال خالی رہتا تھا۔ جس وقت مال آتا تو آپ فقراء و مساکین پر برابر تقسیم فرما دیتے، یا پھر اونٹ گھوڑے اور اسلحہ خرید کر مجاہدین فی سبیل اللہ میں تقسیم فرما دیتے۔

6. حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت بیت المال بالکل خالی تھا۔ جس وقت انتقال ہوا تدفین کے بعد اکابرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال کو دیکھا اور جائزہ لیا تو وہاں سوائے خدا تعالیٰ کے نام کے کچھ موجود نہ تھا، بالکل خالی پڑا تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حلم وانکساری

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دو سال چھ ماہ تک خلیفہ رہے۔ خلافت سے تین سال پہلے اور ایک سال خلیفہ ہونے کے بعد، جس محلہ میں رہتے بستی کی بکریاں آپ دھوتے رہے۔ بچے بکریاں لے آتے اور آپ ان کا دودھ دھو کر دے دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ ایک نابینا عجوزہ جو مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں رہتی تھی، آپ ان کا رات کو پانی بھر دیتے اور دوسرے کام بھی کرتے۔ اس کی خبر گیری کرتے رہتے۔ ایک روز معمول کے مطابق آئے تو اس کے روزمرہ کے سارے کام نبٹے ہوئے پائے تو حیرت ہوئی۔ پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سارا کام کر گئے ہیں۔ اور یہ خلافت کا زمانہ تھا۔ اور یہ کام جاری رہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے سے پہلے ہی سب کام مکمل ہوتا تھا۔

ابو نعیم نے عبدالرحمان اصبہانی سے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ جو ابھی بچے تھے، آ گئے اور کہا: میرے نانا کے منبر سے اتر جائیں! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے سچ کہا ہے۔ یہ تمہارے نانا کا منبر ہے۔ یہ کہہ کر امام حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا اور اشکبار

ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فرمایا: خدا کی قسم! میں نے ان سے کچھ نہیں کہا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کو الزام نہیں دیتا، آپ سچ کہتے ہیں۔

ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسلام میں جو پہلا حج ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے صدیق کو بھیجا۔ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حج کیا۔ اس سنت پر عمل کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا، اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حج کیا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو حج کے لیے بھیجا اور آئندہ سال خود حج کیا۔ اسی طرح سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو حج کے لیے بھیجا بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسرے سال حج کیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیماری اور وفات

حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کا اصل سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تھی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا صدمہ برداشت نہ کر سکے۔ عاشق رسول تھے، اسی سبب سے جسم گھل کر کمزور ہونے لگا۔ مگر ظاہری سبب یہ تھا کہ کسی نے آپ کے پاس تحفہ میں خزیرہ (قیمہ میں دلیہ پڑا ہوا) بھیجا تھا۔ آپ نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس کو کھانا شروع کیا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس میں زہر ہے مت کھائیں۔ اور ایسا زہر ہے جس کا اثر ایک سال کے بعد ہوتا ہے۔ چنانچہ کھانا تو بند کرایا گیا مگر زہر کام کر گیا تھا۔ آپ دونوں اسی دن سے بیمار رہنے لگے۔ ایک سال گزرنے پر ایک ہی روز دونوں کا انتقال ہو گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زہر دیا گیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی زہر دیا گیا اور شہادت کا مقام پایا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے 7 جمادی الثانیہ دوشنبہ کو غسل فرمایا تو بوجہ سردی کے بخار آ گیا۔ پندرہ روز علیل رہے اور آخر کار اسی بخار کے باعث 63 سال کی عمر میں 22 جمادی الثانیہ 13ھ وصال ہو گیا۔ علالت کے زمانہ میں لوگ آتے عیادت کرتے۔ کسی نے عرض کیا: اے خلیفہء رسول! اجازت ہو تو طبیب لائیں؟ جواب میں فرمایا: طبیب نے مجھے دیکھا ہے اور کہتا ہے:

"اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ"

کہ میں جو چاہوں کرتا ہوں۔

وصیت نامہ

واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو بلایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بات کی کہ وہ کیسے ہیں؟ جواب ملا کہ عمر رضی اللہ عنہ ہی وہ شخص ہیں جو اللہ کی رضا کو اپنی رضا سمجھتے ہیں اور خلافت میں ان سے بہتر اور کوئی نہیں۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آئے اور انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ وہ سخت مزاج ہیں۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رب العالمین کی بارگاہ میں عرض کروں گا کہ سب سے بہترین کو منتخب کیا تھا اور جو میں نے کہا ہے وہ دوسروں تک پہنچا دو! پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وصیت نامہ لکھنے کو کہا جو اس طرح پر ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وصیت نامہ ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما نے اپنے آخر عہد میں دنیا سے جاتے ہوئے اور آخرت کے آغاز میں عالم بالا میں داخل ہوتے وقت لکھوایا ہے۔ ایسا وقت کہ کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور کاذِب بھی سچ بولتا ہے اور فاسق و فاجر بھی نورِ یقین حاصل کر لیتا ہے۔ لوگو! میں نے تمھارے اوپر عمر

بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کوخلیفہ مقرر کیا ہے۔ان کے احکام کوسننا اوران پر عمل کرنا۔میں نے حق المقدور خدا اوراس کے رسول (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم)، دین اسلام، اپنی اور تمھاری خدمت کی ہے۔جہاں تک ممکن ہوسکا بھلائی کی اور بہتری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔مجھے یقین ہے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) انصاف کریں گے۔اگروہ بدل جائیں تو خود جواب دِہ ہوں گے۔میں نے تمھارے لیے بھلائی کا قصد کیا۔مجھے غیب کا علم نہیں۔اور ظالموں کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

وصیت نامہ سربمہر کرا کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے کردیا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لے کر چلے گئے اور لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔اس کے بعد خلوت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وصیتیں فرمائیں اوراس کے بعد دعا کی کہ جوکچھ میں نے کیا ہے مسلمانوں کی فلاح و بہبود مدِ نظر تھی، فتنہ وفساد روکنا تھا۔اپنی رائے کے اجتہاد سے ایک بہتر شخص کو والی بنایا ہے۔الٰہی! میں تیرے حضور میں حاضر ہوں، تو مالک ومختار ہے، سب کی باگ ڈور تیرے قبضہءِ قدرت میں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلفائے راشدین میں شامل کرنا، عوام کو صالح زندگی کی توفیق عطا کرنا ہے۔

ابن سعد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دنیا میں تین افراد دانش مند ہوئے ہیں اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا۔دوسرے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، کی ماں کہ فرعون سے کہا: انھیں اجرت پر رکھ لیں۔تیسرے عزیز مصر، کہ بر بنائے فراست ذاتی اپنی بیوی سے کہا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اچھی طرح خیال رکھنا۔" اَکْرِمِیْ مَثْوَاہُ "

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے پرعوام کی رِضامندی

دورانِ علالت اوراس کی شدت میں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کیا اور کہا: تم پر ایک شخص کو خلیفہ مقرر کیا ہے، کیا تم اس پر راضی ہو؟ لوگوں نے

کہا کہ راضی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر عمر رضی اللہ عنہ نہیں ہیں تو ہم راضی نہیں ہیں۔ اس پر فرمایا کہ وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہی ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی چند وصایا

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ کھجور کا ایک درخت جس سے 1200 صاع کھجوریں اترتی تھیں، جو سالانہ کے حساب سے تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر رکھا تھا۔ انتقال سے پہلے فرمایا: تمام لوگوں میں بیٹی کو آسودہ حال دیکھنا چاہتا تھا، اس لیے ہبہ کیا تھا۔ مگر میرے مرنے کے بعد وہ اب متروکہ ہوگا اور تمھاری بہنوں اور بھائیوں میں تقسیم ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ابا جان! بہن اسماء ایک ہی ہے دوسری کوئی نہیں۔ فرمایا: تمھاری سوتیلی والدہ حبیبہ بنت خارجہ کے پیٹ سے لڑکی پیدا ہوگی، وہ دوسری بہن ہوگی، مجھے القا ہوا ہے۔ اس وصیت پر عمل کرنا۔

پھر فرمایا: میرے مال میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ انفاق فی سبیل اللہ اور بیت المال میں جمع کرا دینا۔

انتقالِ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

وصیت کے وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس روز ہوئی تھی؟ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: دوشنبہ کے روز۔ تب فرمایا: امید ہے کہ آج رات میرا انتقال ہوگا۔ چنانچہ پیر اور منگل کی درمیانی شب انتقال فرما گئے اور صبح ہونے سے قبل دفن کر دیے گئے۔

کفن

آخری وقت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بیٹی! پرانے کپڑوں کو دھو کر

مجھے کفن پہنا دو! تمہارا باپ انوکھا نہیں، نئے کپڑے سے عزت وذلت وابستہ نہیں۔

غسل

وصیت کی کہ ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس غسل دیں اور بیٹا عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہما) ان کا ہاتھ بٹائے۔

جنازہ وتدفین

ان کی نمازِ جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی قبر اور منبر کے درمیان پڑھائی، چار تکبیریں کہیں۔ وصیت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ کے متوازی آپ کا سر رکھا گیا اور قبر کی لمبائی روضہ اطہر کے برابر رکھی گئی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا صدیق اکبر کو حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا۔

ابن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال سے شہر مدینہ میں کہرام مچ گیا۔ شور وغوغا سن کر حضرت ابوقحافہ، آپ کے والد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آپ کے فرزند انتقال کر گئے ہیں۔ یہ سن انھوں نے کہا: یہ عظیم حادثہ ہے۔ پوچھا کہ اب خلیفہ کون ہوگا؟ تو بتایا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوئے ہیں۔ ابوقحافہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی وفات کے چھ ماہ بعد بہ عمر 97 سال انتقال کر گئے۔ ان کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات پر ترکہ بھی ملا۔

مدتِ خلافت

آپ کی مدتِ خلافت دو (2) سال سات (7) ماہ ہے۔

آپ سے مروی احادیث

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے "142"، احادیث مروی ہیں۔ امام نووی نے شرح تہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سو بیالیس احادیث مروی ہیں۔ اور قلت روایت کی وجہ، اگرچہ صحبتِ نبوی میں تقدم کا شرف تھا، یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بہت کم مدت تک بقید حیات رہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تفسیر قرآن

ابوالقاسم بغوی نے ابن ابوملیکہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تفسیر قرآن کے بارے میں دریافت کیا تو جواب میں فرمایا: اگر میں قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر کردوں اور منشاءِ الٰہی کے خلاف ہو تو میرا ٹھکانا کیا ہوگا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک مرتبہ فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کلام کی تردید سے مجھے شرم آتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ آپ لوگوں کی ان دو آیتوں کے معانی کے بارے میں کیا رائے ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ○

(پ ۲۴، سورہ حم السجدہ، آیت نمبر ۳۰) اور

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ○

(پ ۷، سورۃ الانعام، آیت نمبر ۸۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: کہ "استقاموا"، کے معنی ہیں کہ انھوں نے استقامت کی اور کوئی گناہ نہیں کیا اور "بِظُلْمٍ"، کے معنی ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے

ایمان میں گناہوں کی آمیزش نہیں کی۔ یہ معنی سن کر آپ نے فرمایا: تم نے ان آیات کے معانی کو غیر محل پر محمول کیا ہے۔ بلکہ معنی تو یہ ہیں "انھوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب کہا پھر اس پر قائم رہے اور کسی دوسرے خدا کی طرف مائل نہ ہوئے اور اپنے ایمان کو شرک سے ملوث نہ کیا،،۔

ابن جریر حضرت عامر بن سعد بجلی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

(لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ)

(پ ۱۱، سورہ یونس، آیت نمبر ۲۶)

کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ "اللہ کی جانب نظر کی اور اسی سے لو لگائی،،

ابن جریر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا○

(پ ۲۴، سورہ حٰم السجدہ، آیت نمبر ۳۰)

کے معنی یہی ارشاد فرمائے ہیں کہ جس شخص نے یہ کہا اور اسی عقیدے پر مر گیا تو اس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ اس نے استقامت کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقوال

ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک بار خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے شرم کرو! خدا کی قسم! جب کبھی میں میدان میں رفع حاجت کے لیے بیٹھتا ہوں تو خداوند تعالیٰ سے شرما کر اپنا سر ڈھانپ لیتا ہوں۔

ابن عسا کر نے ابن عینیہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کسی سے تعزیت فرمایا کرتے تھے تو کہتے تھے کہ تعزیت کرنے والوں پر کوئی مصیبت نہیں پڑی ہے، صبر کرنا چاہیے اور گریہ وزاری سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ سنو! موت اپنے مابعد سے آسان اور ماقبل سے زیادہ سخت ہے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو یاد کرو تو تم کو تمھاری مصیبت کم معلوم ہوگی اور خداوند تعالیٰ تم کو زیادہ اجر عطا فرمائے گا۔

ابن ابی مالک کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نمازِ جنازہ پڑھاتے وقت فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی! اس شخص کے اہل وعیال اور دولت نے اس کو تیرے حوالہ کیا ہے، اس کے گناہ اگرچہ زیادہ ہیں لیکن تیری رحمتیں اور بخششیں بہت زیادہ ہیں۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کان کے قصاص میں ایک شخص کو پندرہ اونٹ دلوائے اور فرمایا کہ کن کٹا اپنا کان اپنے بالوں اور عمامہ سے چھپا سکتا ہے۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کے شہروں پر حملہ کے لیے جو فوج روانہ کی تھی، اس کا سپہ سالار یزید بن سفیان کو مقرر فرمایا اور روانگی کے وقت ان سے فرمایا کہ میں تم کو دس نصیحتیں کرتا ہوں ان پر عمل کرنا، یہ کہ کسی عورت، بچے، بوڑھے یا اپاہج شخص کو قتل نہ کرنا۔ کسی ثمردار درخت کو نہ کاٹنا۔ بستیوں کو نہ اجاڑنا۔ بکریوں اور اونٹوں کو سوائے کھانے کے کام میں لانے کے نہ مارنا۔ کھیتوں کو برباد نہ کرنا نہ ان کو جلانا۔ اسراف سے بچنا۔ بخل سے احتراز کرنا۔

سیف نے کتاب الفتوح میں اپنے مشائخ سے بیان کیا ہے کہ آپ کے دورِ خلافت میں مہاجر بن امیہ حاکم یمامہ تھے۔ کچھ لوگ گانے والی دو عورتوں کو آپ

کے پاس پکڑ کر لائے ان میں سے ایک رسول اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کیا کرتی تھی اور دوسری مسلمانوں کی ہجو کرتی تھی۔ حاکم یمامہ نے دونوں کے ہاتھ کٹوا دیے اور ان کے دانت بھی اکھڑوا دیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس سزا کا علم ہوا تو آپ نے حاکم یمامہ کو لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے، تم نے دو عورتوں کو اس طرح سزا دی ہے۔ اگر تم نے ان کی سزا میں عجلت نہ کی ہوتی تو میں اس عورت کے لیے جس نے حضور رسول اکرم ﷺ کی شان مبارک میں گستاخی کی ہے، قتل کی سزا تجویز کرتا۔ اس لیے کہ انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان تمام لوگوں سے ارفع واعلیٰ ہے، اگر ایسی گستاخی کسی مسلمان سے سرزد ہو جائے تو وہ مرتد ہے۔

ابو یعلیٰ نے محمد بن عاطب سے روایت کی ہے کہ آپ کے پاس ایک چور گرفتار ہو کر آیا جس کے ہاتھ پہلی چوریوں میں کٹ چکے تھے۔ آپ نے فرمایا: میں تیرے متعلق وہی سزا تجویز کر سکتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر تجویز کی تھی اور قتل کا حکم دیا تھا، آپ سب سے زیادہ جاننے والے تھے، پس میں تیرے لیے وہی سزا تجویز کرتا ہوں اور آپ نے پھر اس کے قتل کا حکم دیا۔

ائمہ اربعہ و مالک نے قبیصہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک دادی اپنا ترکہ اور ورثہ طلب کرنے کے لیے دربارِ خلافت میں حاضر ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: قرآن شریف اور حدیث شریف میں تمھارا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے۔ اس وقت تم جاؤ پھر آنا تا کہ لوگوں سے معلومات کرلوں، ان سے کوئی حدیث پوچھ کر تم کو بتاؤں گا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس قسم کی حدیث دریافت کی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میری موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دلوایا تھا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: تمھارے ساتھ اس وقت کوئی اور بھی تھا؟ تب حضرت محمد بن مسلمہ نے اٹھ کر کہا کہ صورتِ حال یہی ہے

جو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی۔ اس تحقیق کے بعد آپ نے دادی کو چھٹا حصہ دیے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

مالک اور دار قطنی نے قاسم بن محمد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ بارگاہِ خلافت میں ایک نانی اور ایک دادی اپنا اپنا حصہ طلب کرنے آئیں۔ آپ نے نانی کو ترکہ دلوادیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے خلیفہءِ رسول! نانی کا حصہ دلوایا حالانکہ نانی مر جائے تو اس کی وراثتِ محجوب نواسی کو نہیں مل سکتی۔ یہ سن کر آپ نے ترکہ کا حصہ نانی اور دادی دونوں پر تقسیم کرادیا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعبیر

سعید بن منصور، حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے گھر میں تین چاند اترے ہیں۔ اپنا خواب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: تمھارے گھر میں مخلوق میں سے تین بہترین افراد دفن ہوں گے۔ حضور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں دفن ہوئے تو فرمایا کہ یہ تمھارے ان تین چاندوں میں سے بہترین چاند ہیں۔

سعید بن منصور نے حضرت عمر بن شرجیل کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کالی بکریوں کے پیچھے جارہا ہوں، پھر سفید بکریوں کے پیچھے چلنے لگا اور کالی اوجھل ہوگئیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کالی بکریاں عربی ہیں اور سفید بکریاں عجمی، جو تعداد میں عربی مسلمانوں سے اس قدر بڑھ جائیں گی کہ وہ ان میں نظر نہ آئیں گی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی تعبیر مجھے فرشتہ نے دی ہے۔

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ امت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے بہتر خواب کی تعبیر بتانے والے تھے۔

ابن سعد، ابن شہاب سے راوی، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ وہ اور ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) دوڑ لگا رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوڑ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اڑھائی ہاتھ آگے نکل گئے ہیں۔اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت اور مغفرت میں ڈھانپ لے گا تو میں اس کے بعد اڑھائی سال زندہ رہوں گا۔

ایک شخص نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں خون میں پیشاب کر رہا ہوں۔آپ نے تعبیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم اپنی بیوی سے ایام حیض میں مباشرت کرتے رہے ہو اور آئندہ ایسا نہ کرو۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ذہانت

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر نے یزید بن الاصم سے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: میں بڑا ہوں یا تم؟ آپ نے جواب دیا کہ آپ ہی بڑے ہیں لیکن عمر میری زیادہ ہے۔

ابن سعد، حیان الصائغ سے بیان کیا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مہر تھی:

"نِعْمَ الْقَادِرُ اللّٰهُ"

آپ نفلی روزے موسم گرما میں رکھتے تھے، جاڑوں میں نہیں۔

دیگر فضائل

طبرانی نے حضرت موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی ہے کہ چار اشخاص ایسے گزرے ہیں جنھوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک پایا اور وہ ہیں حضرت

ابوبکر صدیق، ان کے والد محترم حضرت ابوقحافہ، حضرت صدیق اکبر کے فرزند حضرت عبدالرحمٰن اور ان کے فرزند ابوعتیق جن کا نام محمد تھا رضی اللہ عنہم۔ یہ چار پشتیں ہیں جنھوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا برمحل فیصلہ

بیہقی نے دلائل میں حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ایک سریہ میں امیر لشکر بنا کر بھیجا، جس میں حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ میدانِ جنگ کے قریب پہنچے تو امیر لشکر نے حکم دیا کہ کوئی شخص آگ نہ جلائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ ناگوار گزرا اور غصہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روکا اور کہا: خدا کے نبی نے ان کو ماہر جنگ سمجھ کر امیر لشکر مقرر کیا ہے ان کی بات مانو کہ بیدار مغز اور ہوشیار ہیں۔

حافظ ذہبی نے صاحبِ فن حضرات کو یوں پیش کیا:

علم انساب	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
شجاعت وبسالت	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
قراءت	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
امانت	حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ
شجاعت	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ
صدق بیانی	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
عفت وحیا	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
قضا	حضرت علی رضی اللہ عنہ
فرائض	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
تفسیر	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

تذکیر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شان و فضل کے متعلق احادیث

۱۔ امام بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک چرواہا کی بکریوں پر بھیڑیے نے حملہ کر دیا اور ایک بکری اٹھالی۔ چرواہے نے اس سے وہ بکری چھین لی۔ بھیڑیے نے کہا: تو اس وقت کیا کرے گا جب بکریوں میں تو نہیں میں ہوں گا؟ اتنے میں ایک شخص باربردار بیل کے ساتھ گزرا۔ بیل نے کہا: میں سامان ڈھونے اور کھیتی باڑی کے لیے پیدا ہوا ہوں۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا: بیل بھی باتیں کرتا ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بیان کی تصدیق ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کریں گے، اگرچہ وہ یہاں پر موجود نہیں۔ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے ایمانِ کامل کی خبر دی۔

۲۔ ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہر نبی کے دو وزیر آسمان پر اور دو زمین پر ہوتے ہیں۔ میرے آسمانی وزیر جبریل و میکائیل (علیہما الصلوٰۃ والسلام) ہیں اور زمین پر وزیر ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔

حضرت سعید بن زید سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر و عمر و عثمان و علی (رضی اللہ عنہم) جنتی ہیں، عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے کی خوشخبری دی۔

۳۔ ترمذی و حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے کہ دائیں اور بائیں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ اس وقت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور دونوں کے ہاتھ پکڑ کر اعلان کیا کہ ہم قیامت میں اس طرح اٹھیں گے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) میرے کان اور آنکھ ہیں۔

۴۔ ابو یعلی نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بار جبریل (علیہ السلام) میرے پاس آئے تو میں نے کہا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کے فضائل بیان کرو! حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اگر عمرِ نوح تک عمر (رضی اللہ عنہ) کے فضائل بیان کروں تب بھی پورے نہ ہوں حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مناقب کا ایک جزو ہیں۔

۵۔ ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ میری امت کے خاص لوگ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے! کہ انھوں نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کیا اور ہجرت کے وقت مدینہ تک پہنچایا، بلال کو آزاد کیا۔ اسی طرح عمر (رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے! وہ حق کہتے ہوئے کبھی نہ چوکتے اگرچہ کتنی ہی کڑوی بات کہنی پڑے۔ عثمان (رضی اللہ عنہ) پر بھی رحم کرے! اتنے حیادار ہیں کہ فرشتے بھی ان سے حیا کرتے ہیں۔ اور علی (رضی اللہ عنہ) پر بھی رحم فرمائے! کہ جہاں علی ہوں وہاں حق علی کے ساتھ ہے۔

۶۔ ابن عساکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) سے میری امت محبت رکھے گی اور کلمہ طیبہ سے نہ پھرے گی۔

قولِ صدیق رضی اللہ عنہ

میں اس عورت کے لیے جس
نے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
شان مبارک میں گستاخی کی
ہے، قتل کی سزا تجویز کرتا۔
اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم
الصلوٰۃ والسلام کی شان تمام
لوگوں سے ارفع و اعلیٰ ہے،
اگر ایسی گستاخی کسی مسلمان
سے سرزد ہو جائے تو وہ مرتد
ہے۔

مرادِ رسول، خلیفۂ ثانی

حضرتِ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کے حالاتِ زندگی

حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ

حضرت عمر بن خطاب بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔

حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

امیر المومنین ابو حفص القرشی العدوی الفاروق 6ھ نبوی میں، 27 سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ گویا عام الفیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے جو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی وِلادت کا سال ہے، اور چالیس سال کی عمر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا۔ آپ اشراف واکابرین قریش سے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں آپ کا خاندان لڑائی اور جنگ کے وقت صلح صفائی میں حصہ لیتا، وہ سفیر بنتے۔ جس وقت وہ ایمان لائے اس وقت چالیس مرد اور اا عورتیں ایمان لا چکی تھیں۔ آپ کے قبولِ اسلام سے عام چرچا ہوا اور مسلمانوں کو حد درجہ مسرت ہوئی۔ آپ کا شمار سابقین الاولین اور عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی 539 احادیث مروی ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والے حضرات عثمان، علی، طلحہ، سعد، ابن عوف، ابن مسعود، ابوذر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا لقب "فاروق"، کیسے رکھا گیا؟

ابن سعد حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لقب "فاروق"، کس نے رکھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے

تو حضرت جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آسمان والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ بزار اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو کفار مکہ نے کہا کہ مسلمانوں نے ہم سے پورا بدلہ چکا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ○

(پ ۱۰، سورہ الانفال، آیت نمبر ۶۴)

اے رسول اللہ! آپ کے اور آپ کی اتباع کرنے والے مومنین کے لیے اللہ کافی ہے۔

بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اس دن سے اسلام ہمیشہ عزت اور سربلندی پاتا گیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے تو مسلمانوں نے اس زور سے تکبیر کہی کہ تمام اہلِ مکہ نے سن لیا اور لرزہ براندام ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! ہم حق پر ہیں۔ عرض کیا: پھر یہ اخفا کیوں ہے؟ ہم پوشیدہ کیوں رہیں؟ اس کے بعد اس گھر سے اہل اسلام دو صفیں بنا کر نکلے۔ ایک صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آگے تھے اور دوسری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اسی طرح صفوں کی شکل میں سب مسجد حرام میں پہنچ گئے۔ قریش نے حضرات عمر و حمزہ رضی اللہ عنہما کو جب دوسرے مسلمانوں کے ساتھ دیکھا تو ان کو حد درجہ دکھ ہوا۔ اس روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو "فاروق" کا لقب مرحمت فرمایا۔ اور اس روز سے اسلام ظاہر ہو کر کفر کے سامنے آ گیا اور حق و باطل میں فرق ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے

سے مسلمانوں کو تقویت مل گئی۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جس نے سب سے اول اپنا اسلام علی الاعلان ظاہر کیا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن مسعود نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تب اسلام ظاہر ہوا، ورنہ لوگ اپنے اسلام کو ظاہر نہ کرتے تھے۔ اس روز سے لوگوں کو اسلام کی طرف کھلم کھلا بلایا گیا۔ مسلمان کعبہ کے گرد بیٹھتے، طواف کرتے اور مشرکین سے بدلہ لینے اور ان کا جواب دینے لگے۔

مسجدِ حرام میں مسلمان نماز پڑھنے لگے

ابن سعد اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا اسلام کی فتح تھی۔ آپ کی ہجرت، نصرت تھی۔ آپ کی امامت رحمت تھی۔ مسلمانوں میں ہمت اور طاقت نہ تھی کہ بیت اللہ شریف میں نماز پڑھ سکیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو آپ نے کفار سے اس قدر جدال کیا کہ انھوں نے عاجز آ کر مسلمانوں کا پیچھا چھوڑ دیا، اور مسلمان اطمینان کے ساتھ بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنے لگے۔

حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے، تب سے اسلام کی حالت ایسے ہوگئی جیسے اقبال مند آدمی کہ اس کا ہر قدم ترقی کی جانب ہوتا ہے۔ اور جب سے آپ شہید ہوئے، یہ حالت ہوئی کہ اسلام کے عروج میں کمی آ گئی اور اس کا ہر قدم پیچھے کی جانب پڑنے لگا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے سلسلہ میں چند احادیث

ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

دعا مانگی تھی کہ الٰہی! عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام یعنی ابوجہل، میں سے جس کو تو چاہے مسلمان بنا کر اسلام کو غلبہ عطا فرما! اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود و انس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کی ہے کہ صرف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعا مانگی تھی کہ اس سے اسلام کو غلبہ عطا فرما! اس میں دوسرے کا نام نہیں تھا۔

احمد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعرض کے لیے گھر سے نکلے تو آپ کو پہلے سے ہی مسجد میں موجود پایا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ ''الحاقہ،، کی تلاوت کی جو دل کو متاثر کر رہی تھی۔ خیال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں کہ ایسا دل نشیں کلام ہے، کہ آپ اس وقت اس آیت پر پہنچے:

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ قَلِيۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ ۝

(پ ۲۹، سورہ الحاقہ، آیت نمبر ۴۰، ۴۱)

کہ یہ قول رسولِ کریم کا ہے کسی شاعر کا کلام نہیں۔ تم میں تھوڑے ہی ایمان دار ہیں۔

یہ آیت سنتے ہی دل میں اسلام نے گھر کر لیا اور اس کی عظمت ظاہر ہوگئی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ اور کلمۂ شہادت پڑھنا

ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ رات کے وقت گھر سے نکل کر کعبہ شریف پہنچے، کیونکہ ان کی ہمشیرہ درد زہ میں مبتلا ہوئیں، ان کے لیے دعا کر دیں۔ تو کعبہ کے پردوں کے پیچھے ہولیا کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے آئے۔ صوف کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ آپ نے وہاں نماز پڑھی۔ اس وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کلام سنا جو پہلے نہ سنا تھا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے میں ان کے پیچھے نکلا۔ انھوں نے پوچھا: کون ہے؟ عرض

کیا: عمر ہوں۔ فرمایا: تم رات دن میرا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اس پر میں ڈرا کہ بددعا نہ کریں۔ اس وقت میں نے کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام لے آیا۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابھی پوشیدہ رکھو! مگر میں نے قسم کھا کر کہا کہ جس طرح کفر کو ظاہر کرتا تھا اب اسلام کو بھی ظاہر کروں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک روز تلوار حمائل کیے ہوئے گھر سے نکلے کہ قبیلہ بنی زہرہ کا ایک شخص ملا اور اس نے کہا: عمر کہاں کا ارادہ ہے؟ تو جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: محمد کا سر لینے، ان کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا: اس قتل کے بعد تم بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے بچ کر نہیں جا سکتے۔ حضرت عمر نے کہا: تم نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے؟ اس نے کہا: اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ تمھاری بہن اور بہنوئی دین ترک کر چکے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے پلٹ کر بہن کے گھر پہنچے۔ اس وقت وہاں پر جناب خباب رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ آمد کا پتہ چلا تو وہ چھپ گئے۔ کیونکہ ان کی آمد سے پہلے وہ آہستہ سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے اور ان کے بہن بہنوئی بھی ساتھ تھے۔ اس لیے جاتے ہی پوچھا کہ کیا پڑھ رہے تھے؟ بہن بہنوئی بولے کہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ عمر نے کہا کہ تم دونوں بے دین ہو گئے ہو۔ اس پر بہنوئی نے کہا کہ تمھارا دین جھوٹا ہے۔ یہ سن کر عمر غصے میں آ گئے اور بہنوئی کو زدوکوب کیا، طمانچے مارے۔ بہن آگے ہوئی تو اس کو بھی پیٹا۔ ان کے چوٹیں آئیں۔ منہ سے خون بہہ نکلا۔ اس پر بہن نے کہا: تمھارا دین سچا نہیں۔ اب میں اعلانیہ کلمہ پڑھتی ہوں۔ اس پر سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا کہ وہ کتاب مجھے بھی دکھاؤ! تا کہ میں بھی پڑھوں۔ بہن نے کہا کہ مقدس کتاب کو پاک ہی پڑھتے ہیں۔ تم پلید اور نجس ہو اس لیے پہلے غسل کرو یا کم از کم وضو کرو۔ آپ نے وضو کیا اور کتاب

پڑھی۔جب اس آیت پر پہنچے جس میں ارشاد ہے:

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ○

(پ ۱۶، سورہ طٰہٰ، آیت نمبر ۱۴)

کہ بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں، تم میری عبادت کرو اور میری یاد میں نماز پڑھو!

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ مجھے جلدی اپنے نبی سے ملا دو! یہ سن کر حضرت خباب باہر نکل آئے اور کہا کہ اے عمر! میں بشارت دیتا ہوں کہ جو دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی تھی وہ قبول ہوگئی کہ عمر کو مسلمان کر دے تاکہ اسلام کو غلبہ اور قوت حاصل ہو۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا سے متصل ایک مکان میں تشریف فرما تھے۔چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیے ہوئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔دروازہ پر حضرت حمزہ، حضرت طلحہ اور چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نگران بیٹھے تھے۔سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر کہا کہ عمر اگر نیک نیتی لے کر آئے ہیں تو میرے ہاتھ سے بچ جائیں گے ورنہ ان کا قتل بہت آسان ہے۔اسی اثناء میں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو چکی تھی۔خود مکان کے باہر تشریف لائے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑ کر کہا: کب تک فساد برپا کرتے رہو گے کہ تم پر بھی ولید بن مغیرہ کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذلت مسلط ہو جائے۔یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور کہا:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّکَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ○

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرے روز قریش سے ملنا

اسلام لانے کے بعد، ابوجہل کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دوسرے بااثر شخص کے پاس گئے اور وہی گفتگو کی جو ابوجہل سے ہوئی تھی۔اس نے بھی خوف

کے مارے اندر سے دروازہ بند کرلیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: تم دوسرے مسلمانوں کو مارتے پیٹتے ہو مگر مجھ سے آنکھیں نہیں ملاتے۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا: تم اپنا دین اس طرح ظاہر کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: فلاں کے پاس لوگ بیٹھے ہیں، ان سے اپنی راز کی بات کرو، وہ راز نہ رکھ سکیں گے، ہر جگہ اس کا چرچا ہو جائے گا، خود کیوں ہر دروازے پر جاتے ہو۔ وہاں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا اظہار علی الاعلان کیا۔ لوگ کہنے لگے کہ عمر دین سے خارج ہو گیا ہے۔ یہ سن کر کفار جو وہاں موجود تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے۔ شور و غل کی آوازیں ہوئیں تو ابو جہل نے کہا: کیا شور ہے؟ انھوں نے کہا کہ عمر مسلمان ہو گیا ہے۔ یہ سن کر ابو جہل نے کہا کہ میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دیدی ہے۔ یہ سن کر لوگ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے علیحدہ ہو گئے۔ ان کو یہ شاق گزرا کہ دوسرے مسلمان پٹتے رہیں اور میں کھڑا تماشا دیکھوں۔ ایسی صورتِ حال میں وہ پھر ابو جہل کے پاس پہنچے اور کہا کہ مجھے تمھاری پناہ کی ضرورت نہیں ہے جبکہ باقی مسلمان پٹتے رہیں۔ پھر بھی مسلمان پٹتے رہے مگر دین اسلام سے منہ نہ موڑا۔ حتیٰ کہ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر غلبہ عطا کیا کہ کفار ہر لحاظ سے پٹنے شروع ہو گئے۔ اور بالآخر اسلام کی شمع ساری دنیا پر روشن ہو گئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہجرت

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی دوسرے شخص کو نہیں بتا سکتے جس نے اعلانیہ ہجرت کی ہو۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کے ارادہ سے نکلے تو تلوار حمائل کیے ہاتھ میں ترکش سے تیر نکال کر لے لیا۔ کعبہ تشریف لے گئے اور سات مرتبہ طواف کیا۔ مقام ابراہیم پر دو نفل پڑھے اور پھر اشرافِ قریش کے حلقہ میں آ کر ہر ایک سے الگ الگ فرمایا کہ تمھاری

صورتیں بگڑ جائیں! ہے کوئی جو تم میں اپنی بیوی کو بیوہ، ماں کو بے پوت اور بیٹے کو یتیم کرنے کے لیے مجھ سے مقابلہ کے لیے آئے اور میرا پیچھا کرے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے ہجرت کر کے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے۔ پھر حضرت ابن مکتوم اور ان کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بیس سواروں کے ساتھ تشریف لائے۔ ہم نے ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ پوچھا تو پتہ لگا کہ وہ پیچھے تشریف لائیں گے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لائے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ جنگ احد میں بڑی ثابت قدمی دکھائی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے محبت اور عداوت

طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بغض کیا اس نے مجھ سے بغض رکھا، جس نے عمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی۔ جتنے انبیائے کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) ہوئے ان میں سے ہر ایک کی امت میں ایک محدث ہوا ہے، میری امت میں محدث حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اور محدث وہ ہے جس کی زبان سے ملائکہ گفتگو کریں۔

فضیلت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر احادیث

بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ وہاں پر ایک عورت جنت کے محل کی ایک جانب بیٹھی وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا:

کس کا قصر ہے؟ فرشتوں نے عرض کی: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصر ہے۔ یہ خواب بیان کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمھاری غیرت کے پیش نظر اس قصر میں قدم نہیں رکھا اور واپس آ گیا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: یارسول اللہ! میں اور آپ سے غیرت کروں۔

بخاری و مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے دودھ پیا اور اس کی تازگی اور خوشبو میرے ناخنوں تک پہنچ گئی ہے، اس سے بچا ہوا دودھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعبیر پوچھی تو فرمایا کہ علم ہے۔

بخاری و مسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ پیش کیے جا رہے ہیں۔ انھوں نے قمیص پہن رکھی ہے، بعض کی سینوں تک بعض کی اس سے نیچے، مگر عمر (رضی اللہ عنہ) کی قمیص زمین تک گھسٹتی چلی جا رہی ہے۔ تعبیر پوچھی تو وہ دین بتائی گئی۔

بخاری و مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جس راستہ سے تم گزرو گے شیطان اس راستہ سے نہ گزرے گا، بلکہ دوسرے راستہ سے جائے گا۔

جن و انس اور شیاطین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگتے ہیں

ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں جن و انس اور شیاطین کو عمر سے بھاگتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ حاکم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سب سے اول عمر (رضی اللہ عنہ) سے مصافحہ کرے گا، سلام بھیجے گا اور ہاتھ پکڑ کر جنت میں

داخل کرے گا۔

ابن منیع نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ہم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس میں شک نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر ہم سب کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔اور بزار نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہی وہ ہستی ہے جس کے باعث فتنہ وفساد کے دروازے بند ہیں۔جب تک عمر (رضی اللہ عنہ) زندہ رہے گا، تم میں کوئی شخص پھوٹ نہ ڈال سکے گا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر کہا: یارسول اللہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سلام کے بعد فرمادیجیے کہ ان کا غضب خدا کو پسند ہے اور ان کی رِضا کے مطابق حکم ہوتا ہے۔

خلافتِ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میں فروغِ اسلام

بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ و ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر دیکھا جس پر ڈول پڑا تھا۔میں نے کنوئیں سے کئی ڈول کھینچے۔پھر ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے ایک دو ڈول کھینچے تو کمزوری محسوس کی۔پھر عمر (رضی اللہ عنہ) آئے اور انھوں نے کئی ڈول کھینچے جس طرح جواں مرد کھینچتا ہے۔چاروں طرف سے پیاسے لوگ آئے اور سیراب ہوئے۔اشارہ خلافت کی طرف ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں کئی فتوحات ہوئیں

اور اسلام اطراف میں بہت پھیل گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر اسلام بہت روئے گا۔

طبرانی نے عمیر بن ربیعہ کی زبانی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے کعب بن احبار رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ تم نے کسی پچھلے صحیفے میں میرا ذکر پایا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ ''قرنا من الحدید،، ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے مضبوط امیر جو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے اللہ تعالیٰ کے راستے سے نہیں ہٹیں گے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ جو آپ کے بعد خلیفہ ہوگا اس کو ایک ظالم جماعت شہید کرے گی، اس کے بعد فتنہ وفساد پھیل جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کی فضیلت و بزرگی چار باتوں سے ظاہر ہوئی۔ اول: اسیرانِ بدر کے سلسلہ میں قتل کے حکم کی رائے دینے پر آیت

''لَوْ لَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ،،

(پ۱۰، سورہ الانفال، آیت نمبر ۶۸)

نازل ہوئی۔ جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید ہوتی ہے۔

دوم: ازواجِ مطہرات کے پردے کے حکم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے عمر! تم ہم پر اپنا حکم نافذ دیکھنا چاہتے ہو؟ حالانکہ وحی ہمارے گھر میں اترتی ہے۔ اس پر پردے کی آیت امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے بارے میں

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا......الخ

(پ۲۲، سورہ الاحزاب، آیت نمبر ۵۳)

نازل ہوئی۔

سوم: نبی کریم ﷺ نے آپ کے متعلق دعا فرمائی کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کو مسلمان بنا کر اسلام کو غلبہ عطا فرما!

چہارم: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے بیعت کرنا۔ شیطان، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مقید رہے۔ آپ کے بعد آزاد ہو کر ہر طرف پھیل گئے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے یہ خیال کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے بارے میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ مستحق تھے، اس نے حضرت ابوبکر و عمر کو ہی نہیں بلکہ تمام مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کو خطا کار ٹھہرایا۔

آراءِ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے موافق بیس آیاتِ قرآنیہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بعض امور میں لوگوں کی رائے کچھ اور ہوتی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کچھ اور تو قرآنِ کریم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوتا۔

بخاری و مسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ میری رائے سے تین موقعوں پر میرے رب نے اتفاق فرمایا۔ اول اس وقت جب میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ کاش ہم مقام ابراہیم کو اپنی نماز کی جگہ بناتے۔ تو آیت

(وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى)

(پ ۱، سورہ البقرہ، آیت نمبر ۱۲۵)

نازل ہوئی کہ آپ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنائیں۔

دوسرے میں نے عرض کیا کہ حضور! آپ کی خدمت میں لوگ آتے جاتے ہیں، وہاں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ہوتی ہیں، بہتر ہے کہ آپ انھیں پردے کا حکم فرمادیں۔ ان گزارشات کے بعد حجاب کی آیت نازل ہوئی۔

تیسرے جب تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نان ونفقہ کی تنگی پر یک زبان ہو کر متحد ہوگئیں تو میں نے رسالت مآب میں عرض کیا:

عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَہٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ ○

(پ ۲۸، سورہ التحریم، آیت نمبر ۵)

اس کے بعد وحی کا نزول ہوا اور یہی الفاظ رب تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئے۔

مسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری رائے کی موافقت پانچ مقامات پر کی ہے۔ پردے کے بارے میں، مقام ابراہیم کت بارے میں، اسیرانِ بدر کے قضیہ میں، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے جب وہ نان ونفقہ کے مطالبے میں متحد ہوگئیں، تحریم شراب کے سلسلہ میں۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب آیت

(لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ)

(پ ۱۸، سورہ المؤمنون، آیت نمبر ۱۲)

نازل ہوئی، تو اسے سن کر میری زبان سے بے ساختہ نکلا:

(فَتَبٰرَکَ اللہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ)

(پ ۱۸، سورہ المؤمنون، آیت نمبر ۱۴)

کہ ہم نے انسان کو گوندھی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ پس برکت والا ہے وہ جو سب سے بہتر تخلیق فرمانے والا ہے۔

اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ اس حدیث سے موافقت کا چھٹا مقام ظاہر ہوا۔

7. جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کے لوگوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو جنازہ کے لیے بلایا اور عرض کیا کہ نماز پڑھا دیں! جب رسولِ خدا ﷺ روانگی کے لیے تیار ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ عبداللہ بن ابی تو بڑا سخت دشمن اسلام تھا۔ چنانچہ اس کے بعد آیت نازل ہوئی:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ○

(پ۱۰، سورہ التوبہ، آیت نمبر ۸۴)

اور جب ان میں سے کوئی مر جائے تو اس پر نماز نہ پڑھیں۔

8. يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ...... الخ کا نزول۔

(پ۲، سورہ البقرہ، آیت نمبر ۲۱۹)

9. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ .... الخ

(پ۵، سورہ النساء، آیت نمبر ۴۳)

کا نزول۔ دونوں آیتیں ایک ہی سلسلہ میں نازل ہوئیں۔

10. جس وقت نبی کریم ﷺ ایک قوم کے حق میں دعا فرمانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ......''، تب آیت ''سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ ...... الخ''

(پ۲۸، سورہ المنافقون، آیت نمبر ۶)

نازل ہوئی۔ طبرانی نے اسے بروایت حضرت ابن عباس روایت کیا ہے۔

11. جنگ بدر کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے باہر نکل کر لڑنے کے سلسلہ میں مشورہ طلب کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہی باہر نکل کر لڑنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس کے بعد آیت:

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ .... الخ

(پ۹، سورہ الانفال، آیت نمبر ۵)

نازل ہوئی، کہ آپ کے رب نے آپ کو حق کے ساتھ گھر سے باہر لڑنے کے لیے نکالا۔

12. حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قضیہء نامرضیہ کے سلسلہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! یہ نکاح کس نے کیا تھا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ تب آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اس وقت رب تعالیٰ نے آپ سے عیب چھپایا نہیں۔ بخدا یہ بہتان ہے۔ "سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ" پس اسی طرح آیت نازل ہوئی۔

13. ابتدائے اسلام میں رمضان کی رات بیوی سے قربت منع تھی۔ اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ عرض کیا: اس پر آیت نازل ہوئی:

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ۝

(پ۲، سورہ البقرہ، آیت نمبر ۱۸۷)

کہ رمضان کی شب میں بیوی سے صحبت تمہارے لیے حلال کردی گئی ہے۔ روزہ دن کا ہے۔

14. ابن ابی حاتم نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی یعلی سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: جبرئیل فرشتہ (علیہ السلام) جس کا ذکر آپ کے نبی کرتے ہیں، ہمارا دشمن ہے۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝

(پ۱، سورہ البقرہ، آیت نمبر ۹۸)

انہی الفاظ میں آیت نازل ہوئی، کہ جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور

جبرئیل ومیکائیل سے دشمنی کرے تو اللہ تعالیٰ کافروں سے اس دشمنی کا بدلہ لے گا۔

15. ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابوالاسود سے بیان کیا ہے کہ ایک یہودی اور منافق کا جھگڑا ہوا۔ وہ انصاف کے واسطے نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو ان کا فیصلہ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمادیا اور فیصلہ یہودی کے حق میں ہوگیا، جو منافق کے خلاف تھا۔ منافق نے وہ فیصلہ قبول نہ کیا اور یہودی کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ یہودی نے بتایا کہ نبی پاک (ﷺ) فیصلہ فرما چکے ہیں۔ یہ کلمہ گو ہوکر آپ ﷺ کا فیصلہ نہیں مانتا، اب یہاں پر لے آیا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سنا تو منافق کا سر تلوار سے اڑا دیا اور یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گیا اور اس کی اطلاع دی۔ حضور رسول معظم ﷺ نے فرمایا کہ عمر کی تلوار ناحق نہیں چلتی۔ اسی دوران آیت نازل ہوئی:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ .... الخ

(پ ۵، سورہ النساء، آیت نمبر ۶۵)

اور عمر کو خون سے بری کردیا کہ جو لوگ نبی پاک ﷺ کا فیصلہ نہ مانیں اور حضور ﷺ کے اختیارات کا انکار کریں اور کہیں کہ اختیار نہیں ہے وہ ایمان والے نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل عین دین ہے۔

16. ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سو رہے تھے کہ ان کا غلام بے دھڑک بغیر اجازت اندر داخل ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ بغیر اجازت داخل ہونا حرام ہوجائے تو اس پر اذن کی آیت نازل ہوئی۔

17. حضرت عمر کا رضی اللہ عنہ یہ فرمانا کہ یہود حیران و سرگرداں قوم ہے، اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمادی۔

18. ”ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ“

(پ ۲۷، سورہ الواقعہ، آیت نمبر ۳۹، ۴۰)

کہ ان کا بڑا گروہ ان لوگوں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ پیچھے لوگوں سے ہوگا۔ اس آیت کے شانِ نزول کا قصہ وہی ہے جس کو ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

19. ''اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا،، کا منسوخ تلاوت ہونا بھی آپ کی رائے کے موافق ہوا۔

20. کامل بن عدی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب اذان دیتے تو پہلے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بعد حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہا کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز پیش کی کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بعد اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ بھی پڑھ کر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ پڑھا کریں۔ خدا کے رسول نے حکم دیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے اس کے مطابق اذان پڑھا کرو۔

کراماتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

بیہقی اور ابو نعیم نے ''دلائل نبوت'' میں یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ رحمۃ اللہ علیہ نامی ایک شخص کو امیر لشکر بنا کر ملک نہاوند کفار کے خلاف جنگ کے لیے روانہ کیا۔ کچھ عرصہ بعد اثنائے خطبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلَ کہ ''اے ساریہ! پہاڑ کی طرف،، تین بار یہی جملہ فرمایا۔ چند روز بعد لشکر کا ایلچی آیا۔ اس نے کہا کہ ہمیں شکست ہونے والی تھی کہ یکا یک جمعہ کے روز یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلَ کی آواز سنی تو ہم نے پہاڑ کا رُخ کیا اور دشمن کا مقابلہ کیا تو جنگ کا نقشہ بدل گیا اور اسلام کو فتح ہو گئی اور دشمن کو شکست فاش ہوئی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں دورانِ خطبہ یہی الفاظ

یَاسَارِیَۃَ الْجَبَلَ پکار رہے تھے تو لوگوں نے جب یہ الفاظ سنے تو کہا کہ ساریہ تو ملک نہاوند میں ہے اور آپ یہاں پکار رہے ہیں، اس پر اعتراض کیا کہ خطبہ کے دوران غیر متعلقہ باتیں کیں۔ حالانکہ یہ ان کی کرامت تھی کہ حضرت ساریہ نے ان الفاظ کو سنا کہ اس وقت وہ میدانِ جنگ میں تھے اور اس پر عمل کیا اور فتح حاصل کی کہ سنتے ہی پہاڑ کی جانب متوجہ ہوئے اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کو تہِ تیغ کر دیا۔

جمرہ کا گھر جل گیا

ابوالقاسم بن بشران نے ''فوائد'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تمھارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: جمرہ (چنگاری) ہے۔ آپ نے کہا: آپ کے باپ کا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: شہاب (شعلہ)۔ قبیلے کا نام پوچھا تو اس نے کہا: حرقہ (آگ) ہے۔ آپ نے اس کا وطن پوچھا تو اس نے کہا: حرہ (گرمی) ہے۔ آپ نے پوچھا: حرہ کہاں واقع ہے؟ اس نے کہا لظی (شعلہ) میں ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے اہل وعیال کی خبر لو! وہ تو جل مرے ہیں۔ وہ شخص اپنے گھر گیا تو واقعی اس کے گھر آگ لگ چکی تھی اور سب کے سب جل مرے تھے۔

دریائے نیل کے نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نامہ

ابوالشیخ کتاب العصمت میں قیس بن حجاج سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مکہ فتح کیا تو انھیں مصریوں نے دریائے نیل کے بارے بتایا کہ اس کا پانی خشک ہو جانے پر چاند کی گیارہ تاریخ کو ایک کنواری لڑکی کو مع زیورات اس کے والدین کی رضامندی سے دریائے نیل کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ انھوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے اس کی اجازت مانگی مگر آپ نے اجازت نہ دی

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ اس میں اس بری رسم، جو اسلام کے خلاف تھی، سے آگاہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ایک جان کا ضائع کرنا اسلام کے خلاف ہے۔ دریائے نیل کے نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خط لکھا: بندۂ الٰہی، عمر امیر المومنین کی طرف سے، دریائے نیل کو معلوم ہو کہ اگر تو خود بخود جاری ہوتا ہے تو مت ہو اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے جاری کرتا ہے تو میں استدعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری کرے۔ یہ خط حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دریائے نیل میں ڈالا اور اس میں پانی جاری ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اہل مصر نے اسلام کی حقانیت کا یقین کر لیا اور اسلام قبول کر لیا۔

سراپائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ابن عساکر نے ابن رجاء العطاردی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طویل قامت اور فربہ اندام شخص تھے، بال بہت زیادہ جھڑے ہوئے، رنگ گورا جس میں سرخی جھلک مارتی تھی، گال اندر کو دھنسے ہوئے اور مونچھیں بہت لمبی تھیں اور ان کے اطراف میں بھی سرخی تھی۔ آپ کی والدہ حنتمہ بنت ہشام بن مغیرہ یعنی ابو جہل کی بہن تھیں یعنی ابو جہل ماموں تھا۔ آپ تمام لوگوں میں اونچے معلوم ہوتے تھے۔

خلافتِ فاروقی کی فتوحات

حضرت عمر، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی حیات میں جمادی الاخریٰ 13 ہجری میں خلافت کے لیے نامزد ہوئے۔ زہری کہتے ہیں کہ جس روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اسی روز آپ منتخب ہو گئے یعنی 22 جمادی الثانی 13ھ بروز سہ شنبہ۔ آپ کے دورِ خلافت میں بے حد فتوحات ہوئیں۔ 14ھ میں دمشق صلح اور جنگ سے فتح ہوا۔ پھر حمص پھر بعلبک پر قبضہ بذریعہ صلح ہوا، اور اسی سال بصرہ اور ایلہ فتح ہوئے۔ اسی سال نمازِ تراویح لوگوں کو باجماعت پڑھائی۔

15ھ میں ملک اردن جنگ سے فتح ہوا۔ طبریہ بذریعہ صلح قبضہ میں آ گیا ، یرموک و قادسیہ پر زبردست جنگیں ہوئیں۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال حضرت سعد نے کوفہ کا شہر بسایا، اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی جاگیریں مقرر کیں، دفاتر کھولے اور لوگوں کو عطیات بخشے۔

16ھ میں اہواز اور مدائن فتح ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایوانِ کسریٰ میں نمازِ جمعہ ادا کی۔ یہ پہلا جمعہ تھا جو عراق میں پڑھایا گیا (یہ ماہِ صفر تھا) ۔اسی سال جلولا کا واقعہ پیش آیا۔ یزدجرد بن کسریٰ نے شکست کھائی اور بھاگ گیا۔ اسی سال تکریت فتح ہوا۔ وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بنفسِ نفیس تشریف لائے۔ پھر بیت المقدس فتح ہوا اور شہر جابیہ میں آپ نے مشہور خطبہ دیا۔ اسی سال قنسرین اور سروج جنگ سے اور حلب، انطاکیہ اور منبج صلح و صفائی سے فتح ہوئے۔ اسی سال قرقیسا صلح سے فتح ہوا۔ اور اسی سال ماہِ ربیع الاول میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے سال ہجری کا آغاز ہوا۔

17ھ میں مسجد نبوی کی توسیع کا کام ہوا۔ اسی سال حجاز میں بڑا قحط پڑا جس کی بنا پر اس سال کا نام ''عام الرمادۃ،، رکھا گیا۔ بارانِ رحمت کے لیے نمازِ استسقاء پڑھی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمازِ استسقاء کے لیے باہر تشریف لائے تو حضور نبی کریم رضی اللہ عنہ کی چادر مبارک اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا، اس کو بلند کر کے دعا کی: اے رب العالمین! ہم تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر دعا کرتے ہیں کہ قحط اور خشک سالی ختم ہو جائے، ہم پر بارانِ رحمت نازل فرما! اسی وقت دعا کر کے واپس نہ ہوئے تھے کہ بارش شروع ہوگئی اور کئی روز تک متواتر ہوتی رہی۔

مزید فتوحات

18ھ میں جندنیسابور (نیشاپور) صلح سے قبضہ میں آیا، اور حلوان جنگ سے فتح ہوا۔ حلوان میں سخت طاعون پھیلا جو "طاعونِ عموس" سے پکارا جاتا ہے۔ اسی سال وہ ختم ہوا۔ اسی سال سمساط، حران، نصیبین اور بعض جزائر فتح ہوئے جو صلح سے قبضہ میں آئے۔ موصل اور اس کے اطراف کے علاقے جنگ سے فتح ہوئے۔

19ھ میں قیساریہ بعد جنگ کے فتح ہوا۔

20ھ میں مصر جنگ سے فتح ہوا اور سکندریہ کے علاوہ باقی تمام علاقے بذریعہ صلح قبضہ میں آئے۔ علی بن رباح کہتے ہیں کہ تمام مغربی ممالک جنگ سے فتح ہوئے۔ اسی سال تستر فتح ہوا۔ قیصر روم کا انتقال ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر و نجران سے یہود کو جلاوطن کیا۔ خیبر اور وادی القریٰ کو تقسیم کیا۔

21ھ میں جنگ عظیم کے بعد اسکندریہ اور نہاوند فتح ہوئے۔ ان کے فتح ہونے کے بعد عجم میں کوئی سرکش جماعت نہ رہی۔

22ھ میں آذربائیجان بعد جنگ کے قبضہ میں آیا۔ اس کے بعد دینور، ماسبذان اور ہمدان جنگ سے فتح ہوئے۔ اسی سال طرابلس الغرب، رے، عسکر اور قومس ممالک فتح ہوئے۔

23ھ میں کرمان، بجستان، مکران فتح ہوئے۔ اور بلادِ جبل سے اصبہان (اصفہان) اور اس کے اطراف کے علاقے فتح ہوئے۔ اسی سال کے آخر میں حج کی اور اس کے بعد شہادت پائی۔

منیٰ سے واپسی پر موت کی دعا مانگی تھی

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منیٰ سے ابطح

واپس آتے ہوئے اپنے اونٹ کو راستے میں بٹھا دیا۔ اس کی پشت سے تکیہ لگا کر ہاتھ اٹھائے اور اس طرح دعا مانگی: الٰہی! میں بوڑھا ہو گیا ہوں، کمزور ہو گیا ہوں، رغبتوں میں انتشار ہے، اس سے پہلے کہ میں ناکارہ ہو جاؤں، عقل میں فتور آ جائے، مجھے اپنے پاس بلا لے! دعا قبول ہوئی اور ابھی ذوالحجہ ختم نہ ہوا تھا کہ آپ شہید ہو گئے۔

تورات میں آپ کی شہادت کی بشارت

امام بخاری نے حضرت ابو صالح سے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کا یہ بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے تورات میں پڑھا ہے۔ اس پر انھوں نے کہا کہ عرب میں رہتے ہوئے کس طرح ممکن ہے کہ میں شہید ہو جاؤں جبکہ میں اسلامی جنگوں میں حصہ نہیں لیتا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: الٰہی! مجھے اپنی راہ میں شہید فرما! اپنے محبوب کے شہر میں موت دے!

شہادت سے قبل خواب کی تعبیر

حضرت معدان بن ابی طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا: میں نے دیکھا ہے کہ مرغ نے میرے دو ٹھونگیں ماری ہیں۔ اس کی تعبیر یہی ہے کہ میری موت قریب ہے۔ قوم کہتی ہے کہ خلافت کے لیے کسی کو ولی عہد مقرر کریں؟ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اس امر خلافت کو ضائع نہ کرے گا۔ موت میرے ساتھ ہے، دین و خلافت کے ساتھ نہیں۔ میرے بعد خلیفہ کا انتخاب ان چھ افراد کے مشورے سے ہونا چاہیے جن سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم رضامند رہتے ہوئے جنت کو تشریف لے گئے۔ (حاکم)

اسبابِ شہادت

حضرت زہری علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے اندر کسی نابالغ لڑکے

کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ایک بار حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حاکم کوفہ نے لکھا کہ اے خلیفۃ المسلمین! یہاں ایک کاریگر لڑکا لوہار اور بڑھئی کا کام جانتا ہے، بہت ہنرمند ہے، نقاشی بہت عمدہ کرتا ہے، اگر وہ مدینہ پہنچ جائے تو اہل مدینہ کے کام آسکتا ہے، اگر آپ اجازت دیں تو اس کو بھیج دوں؟ اجازت ملنے پر آمادہ ہو گیا۔حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس پر کوفہ میں سو درہم ٹیکس خراج لگا رکھا تھا، مدینہ منورہ پہنچ کر اس نے شکایت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ٹیکس زیادہ نہیں ہے۔اس پر وہ غصہ میں انتقام پر اتر آیا۔بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بلوایا اور کہا کہ تو کہتا تھا کہ میں ہوائی چکی تیار کر سکتا ہوں۔اس نے جواب دیا کہ میں ایسی چکی تیار کروں گا جس کا ذکر ہمیشہ تک ہوتا رہے گا۔جب وہ چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لڑکا مجھے قتل کی دھمکی دے کر گیا ہے۔

شہادتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کوفے سے آنے والے لوہار لڑکے نے جس کا نام ابولؤلؤ تھا، ایک دو دھارا خنجر لیا اور مسجد میں چھپ کر ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے لیے لوگوں کو جگاتے ہوئے گشت کرتے مسجد میں داخل ہوئے، جب آپ اس کے قریب سے گزرے تو اس نے پے در پے تین وار کیے (ابن سعد)۔حضرت مغیرہ کے غلام ابولؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خنجر سے شہید کر دیا جیسا کہ عمرو بن میمون انصاری بیان کرتے ہیں۔اس کے علاوہ اس نے بارہ افراد کو بھی زخمی کیا جن میں سے چھ کا انتقال ہو گیا۔ایک عراقی نے اس پر کپڑا ڈال کر پکڑنا چاہا، جب وہ کپڑے کے اندر الجھ گیا تو اس نے خودکشی کر لی۔

ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ لڑکا حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا غلام چکیاں بنایا کرتا تھا۔جس پر آپ اس سے روزانہ چار درہم وصول کیا کرتے تھے۔اس پر اس نے

شکایت کی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے آقا سے اچھا سلوک کرو! اور ارادہ کیا کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو لکھیں گے کہ اس کی رعایت کریں مگر واضح نہ کیا۔ اس پر وہ بگڑ گیا کہ میرے سوا سب کے ساتھ انصاف کرتے ہیں، اس لیے اس نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ جب صفیں سیدھی کرنے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو یہ پہلی صف میں آپ کا مقابل ہوگیا اور حملہ کردیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور دو چھوٹی سورتیں پڑھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مکان پر لے آئے۔ جو چیز پلائی گئی وہ زخموں سے باہر نکل آئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے۔ ابولؤلؤ مجوسی تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شکر ہے کہ کسی مسلمان کے ہاتھوں موت نہیں آئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اقوالِ زریں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا میں رخصتی پر نہ کسی کا مجھ پر قرض ہے نہ میرا کسی پر قرض ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا: اگر میرے پاس ساری دنیا کا سونا ہوتا تو خدا کی راہ میں خرچ کردیتا۔ پھر مجلس شوریٰ کے لیے حضرات عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کو نامزد کیا کہ انھیں میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کریں اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے حکم دیا۔ مگر شوریٰ میں سے تین اصحاب دستبردار ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حساب کرکے بتاؤ کہ کتنا قرض ہم پر ہے۔ انھوں نے چھیالیس ہزار درہم بیان کیا۔ آپ نے اس ے ادا کرنے کا حکم دیا کہ ہمارے مال سے ادا کردو! اگر پھر بھی قرض باقی رہے تو بنو عدی سے مانگنا اور پھر قریش سے۔ پھر فرمایا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لے لو کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کو بھی ان کے حجرہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس دفن کیا جائے۔ اجازت مل گئی۔ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے

کہا کہ وصیتیں کر دیں اور کسی کو خلافت کے لیے منتخب کر دیں! اس پر مجلس شوریٰ کا قیام فرمایا۔اس کا انتظام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں تھا لیکن انھیں خلافت کا حق حاصل نہ تھا۔مجلس شوریٰ جس کو چاہے منتخب کرے۔آپ نے وصیت کی کہ ہونے والا خلیفہ خدا سے ڈرتا رہے اور تمام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم اور رعایا کے ساتھ نیکی کرے اور پھر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

تدفین

جنازہ تیار ہو گیا تو دفن کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی تو ان کے حجرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا۔

بعد از تدفین خلیفہ کا انتخاب

دفن سے فارغ ہو کر انتخاب کے لیے جمع ہوئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پیش کیا۔مگر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنا نام واپس لے لیا کہ وہ اس ذمہ داری سے بری رہنا پسند کرتے ہیں۔پھر حضرت علی وعثمان رضی اللہ عنہما باقی تھے تو وہ خاموش رہے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا کہ وہ جس کو چاہیں پسند کر لیں ہمیں منظور ہے۔تب انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علیحدہ کر کے کہا کہ آپ زیادہ حق دار ہیں۔اگر میں آپ کو خلیفہ مقرر کروں تو قبول کریں اور اگر کسی دوسرے کو آپ پر مقرر کر دوں تو آپ اس کی اطاعت کریں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے منظور ہے۔اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا اور عہد و پیمان لے لیا۔اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کر لی۔

تاریخ شہادت وتدفین

حضرت عمر رضی اللہ عنہ چھبیس (26) ذوالحجہ بروز چہارشنبہ شہید ہوئے۔ یک شنبہ چاندرات محرم کو دفن ہوئے۔ عمر شریف 63 برس۔

نمازِ جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ مہر خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ پر کندہ تھا: وَكَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا (موت آدمی کے لیے ایک کافی واعظ ہے)

اولیاتِ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ

عسکری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جن کو ''امیر المومنین،، سے موسوم کیا گیا۔

۱۔ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے تاریخ وسالِ ہجری جاری کیا۔

۲۔ بیت المال قائم کیا۔

۳۔ رمضان میں باجماعت نمازِ تراویح جاری فرمائی۔

۴۔ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے راتوں کو گشت کرتے تھے۔

۵۔ ہجواور مذمت کرنے والے پر حد مقرر فرماتے اور سزائیں جاری کرتے۔

۶۔ شراب پینے والے کو اسّی (80) کوڑوں کی سزا دیتے۔

۷۔ متعہ کی حرمت کا اعلان کر کے اسے کسی مرد کے لیے جائز نہ رکھا۔

۸۔ جن لونڈیوں سے اولاد ہو جائے ان کی خرید وفروخت ممنوع قرار دے دی۔

۹۔ جنازہ میں چار تکبیریں پڑھنے کا حکم دیا۔

۱۰۔ دفاتر قائم کیے اور وزارتیں مقرر فرمائیں۔

۱۱۔ سب سے زیادہ فتوحات حاصل کیں۔

۱۲۔ مصر سے بحرِ ایلہ کے راستے مدینہ منورہ سے غلہ پہنچانے کا بندوبست کیا۔

۱۳۔ صدقہ کا مال اسلامی امور میں خرچ کرنے سے روکا۔

۱۴۔ ترکہ اور ورثہ کے مقرر حصوں کی تقسیم کا نفاذ کیا۔

۱۵۔ گھوڑوں پر زکوٰۃ وصول کی۔

۱۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "اَطَالَ اللّٰہُ بَقَاءَكَ"، اور "اَیَّدَكَ اللّٰہُ"، کہہ کر دعا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسی باتیں شروع کیں اور انھیں تادمِ زیست انجام دیا۔

۱۷۔ سب سے پہلے درّہ ایجاد کیا۔ اور ایجادِ درّہ ہونے کے بعد یہ بات ضرب المثل بن گئی کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درّہ تمھاری تلواروں سے زیادہ ہیبت ناک ہے"۔

۱۸۔ شہروں میں قاضی مقرر کیے۔

۱۹۔ کوفہ، بصرہ، جزیرہ، شام، مصر اور موصل کے شہروں کو آباد کیا۔

ابن عساکر نے اسماعیل بن زیاد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ماہِ رمضان میں ایک مسجد کے پاس سے گزرے تو وہاں قندیل روشن تھی۔ روشنی دیکھ کر فرمایا: اللہ عمر (رضی اللہ عنہ) کی قبر کو روشن رکھے! انھوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا۔

حضرت ابن سعد سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آٹے کا ایک گودام بنوایا تھا، اس میں آٹا، ستو، کھجوریں، منقیٰ وغیرہ کافی رکھوادیئے تاکہ حسبِ ضرورت مسافران چیزوں کو استعمال کر سکیں، تکلیف نہ ہو۔ مسجد نبوی شریف کو وسیع فرمایا۔ اس میں ٹاٹ کا فرش بچھوایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو نجد سے شام کی طرف بھیج دیا اور نجران کے یہودیوں کو کوفہ منتقل کیا۔ مقام ابراہیم کو اس جگہ مقرر کیا جہاں وہ اب

تک ہے، ورنہ پہلے وہ بیت اللہ سے ملا ہوا تھا۔

تاریخ اسلام کی تحریر و تدوین

امام بخاری نے حضرت مسیّب سے اپنی تاریخ میں یوں بیان کیا ہے کہ اول حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے اپنی خلافت کے اڑھائی سال کے بعد تاریخ اسلام لکھوانا شروع کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے کام شروع ہوا۔ 16ھ تک کے واقعات لکھے گئے۔ سلفی نے اپنی طیوریات میں صحیح اسناد کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھوانے کا ارادہ کیا، اس کے بارے میں استخارہ کیا پھر فرمایا: تم سے قبل بھی لوگوں نے سیرت کی کتابیں مرتب کیں، جن پر لوگ بری طرح ریجھ گئے اور انھوں نے کتاب اللہ کو چھوڑ دیا۔ پھر ارادہ ترک کر دیا۔

بیعتِ خلافت کے بعد پہلی تقریر

ابن سعد نے شداد سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کے بعد منبر پر سب سے پہلے یہ دعا کی: الٰہی! میں سخت ہوں، مجھے نرم کر دے! میں ضعیف ہوں، مجھے قوی کر دے! میں بخیل ہوں، مجھے سخی کر دے!

بیت المال سے قرض لیتے

ابن سعد اور سعید بن منصور سے روایت ہے کہ جب کبھی ضرورت ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المال سے قرض لیتے اور جب مال ہاتھ میں آتا تو ادا کر دیتے ، گویا مفلسی کی حالت میں لوگوں کے سامنے بیت المال سے قرض لیتے ، جب تنگدستی دور ہو جاتی تو پھر قرض ادا کر دیتے۔ ایک بار ان کو تکلیف ہوگئی ، اس کے علاج کے

لیے بیت المال سے شہد لوگوں کی اجازت سے حاصل کیا۔ بغیر اجازت حرام سمجھتے تھے۔

خشیتِ الٰہی

حضرت سالم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کے زخم دھوتے جاتے جو اس کی پیٹھ پر تھے اور فرماتے کہ میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کے روز مجھ سے اس زخم کے بارے میں پرسش نہ ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو کسی کام سے منع کرنے کا ارادہ فرماتے تو ان کے گھروں پر تشریف لے جا کر کہتے کہ میں جس کام سے منع کروں اور وہ پھر کیا جائے تو ایسے مجرموں کو دگنی سزا دوں گا۔

خلق اللہ کی خبر گیری

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ رات کو مدینہ منورہ کی آبادی میں گشت کرتے۔ ایک بار ایک عورت کے اشعار سنے جو اپنے خاوند کی جدائی میں گا رہی تھی۔ دوسرے روز ہی میدانِ جنگ میں جانے والوں کو چار ماہ بعد گھر واپس جانے کی اجازت دے دی۔ تاکہ اس سے زیادہ عرصہ وہ میدانِ جنگ میں نہ رہے۔

بادشاہ اور خلیفہ میں فرق

ابن زاذان، سلمان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟ سلمان نے جواب دیا کہ اگر مسلمانوں کا ایک درہم بے جا خرچ کرتے ہیں تو بادشاہ ہیں ورنہ خلیفہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے نصیحت حاصل کی کہ اس بات سے واضح کر دیا کہ جو کسی سے بے جا پیسہ وصول نہ کرے اور نہ ہی کسی کو دے وہ خلیفہ ہے اور یہ صفت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں موجود تھی۔

بادشاہ وہ ہے جو لوگوں سے بے جا وصول کرے، جس سے چاہے حاصل کرے اور جس کو چاہے دے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے اتفاق سے ان کی ران کھل گئی اور اہل نجران (یہود) نے آپ کی ران پر ایک سیاہ داغ دیکھ لیا اور کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ جس شخص کے یہ نشان ہوگا وہ ہم کو ہمارے شہروں سے نکال دے گا۔ چنانچہ آپ نے نجران کے یہودیوں کو جلاوطن کردیا تھا۔

حضرت سعد بن جاریہ سے روایت ہے کہ حضرت کعب احبار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں پڑھا ہے کہ آپ جہنم کے دروازہ پر کھڑے ہوکر لوگوں کو اس میں جانے سے منع فرمائیں گے۔ بعد انتقال لوگ اس میں گرتے رہیں گے۔

ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ قیصر روم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میرا ایلچی جو آپ کے پاس گیا ہے اس نے مجھے اطلاع دی کہ آپ کے پاس ایک ایسا درخت ہے جو کسی دوسرے درخت سے پیدا نہیں ہوتا۔ اس درخت کی صورت گدھے کے کان کے مشابہ ہے۔ جس وقت اس سے پھول پھٹتے ہیں تو ان سے موتیوں کی مانند کچھ نکلتا ہے۔ ہرے ہونے کی شکل میں وہ سبز زمرد معلوم ہوتا ہے۔ جب وہ سرخ ہوتا ہے تو سرخ یاقوت نظر آتا ہے۔ اس کا پھل جب پختگی پر پہنچتا ہے تو عمدہ قسم کا فالودہ بن جاتا ہے۔ وہ مقیم کے لیے غذا ہے اور مسافر کے لیے زادِ راہ ہے۔ اگر میرے قاصد نے جھوٹ نہیں کہا تو میرے خیال میں یہ جنت کا درخت ہے۔ اس پر قیصر روم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا:

یہ خط عبداللہ عمر امیر المومنین (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے قیصر روم کے نام ہے۔

تمھارے قاصد نے سچ کہا ہے کہ وہ درخت ہمارے ہاں موجود ہے۔ یہ وہی درخت ہے کہ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واسطے سے پیدا کیا تھا۔ تجھ کو لازم ہے کہ خدائے بزرگ وبرتر کا خوف کرے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود نہ بنائے ۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی ہے جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مٹی سے پیدا فرمایا، ان کی نہ ماں تھی نہ باپ۔

نوٹ:

روزنامہ جنگ فروری 1984ء میں خبر عوام نے پڑھی کہ پشاور کے ہسپتال میں ایک نوزائدہ بچے، جس کی عمر صرف 51 دن ہے، اس کے پیٹ سے اپریشن کے بعد 5 بچے نکلے۔ ایک بچہ تین ماہ کا، دوسرا ڈیڑھ ماہ کا، تیسرا 3 ہفتہ کا، اور دو ابھی پختہ نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے اور حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے۔ جس طرح یہ بچہ نہ ماں ہے نہ باپ، مگر اس کے پیٹ سے جو بچے پیدا ہوئے خدا نے پیدا کر دیے۔ ان بچوں کے جسموں کو برائے تحقیق لندن کے ہسپتال میں بھیجا گیا۔

سیرتِ فاروقی

حضرات قتادہ وشعبہ رضی اللہ عنہما سے عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت نے شکایت کی کہ میرا شوہر دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو عبادت نوافل میں مصروف رہتا ہے، مگر وظیفہءِ زوجیت ادا نہیں کرتا۔ حضرت کعب بن سوار نے کہا کہ اس کا حل فرمائیں اور کہا: اے امیرالمومنین! شوہر کے لیے چار بیویاں حلال فرمائی گئی ہیں، پس اس حساب سے چوتھا دن اور رات عورت کے

لیے مخصوص ہونا چاہیے۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گشت کے دوران ایک عورت کو اشعار پڑھتے سنا، جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، تو اس سے دریافت کیا کہ ایسا کیوں کرتی ہو؟ اس نے بتایا کہ شوہر جنگ پر ہے، کئی ماہ سے گیا ہوا ہے، اس کے اشتیاق میں کہتی ہوں مگر بدی کی طرف مائل نہیں۔ اس کو حکم دیا کہ نفس پر قابو رکھو! تیرے شوہر کو بلا دیتا ہوں اور اسی روز قاصد بھیج کر اسے بلا لیا۔ پھر اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرتِ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مسئلہ پوچھا کہ عورت کتنے عرصہ تک شوہر کی ضرورت محسوس نہیں کرتی؟ انھوں نے شرم کے مارے زبان سے کچھ نہ کہا مگر ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ تین ماہ یا زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک۔ اس پر حکم جاری فرمایا کہ کوئی مجاہد چار ماہ سے زیادہ جنگ میں نہ روکا جائے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنی بیویوں کی شکایت کی تو جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں خود اس میں مبتلا ہوں۔ یہاں تک کہ اگر ضرورت سے باہر جاؤں تو بیوی کہتی ہے کہ فلاں قبیلہ کی عورتوں سے دیدہ بازی کے لیے گئے تھے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت سارہ کی بدمزاجی کی شکایت خداتعالیٰ سے کی تو جواب ملا کہ عورتیں تمھاری پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، وہ تمھارا لباس ہیں۔ ان سے نبھا کرو! جب تک ان میں دینی خرابی نہ ہو۔

ابن سعد نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدت طویل تک بیت المال سے کچھ نہ لیا، یہاں تک کہ آپ افلاس میں مبتلا ہو گئے۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ امورِ خلافت میں رہ کر اہل و عیال کے آذوقہ کا بندوبست نہیں کر سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صبح و شام بیت المال سے کھانا لیا

کریں۔ چنانچہ اس کو منظور کرلیا۔ ایک بار حج کے خرچ میں سے سولہ دینار خرچ ہو گئے تو اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بیت المال سے ہم نے فضول خرچی کی ہے۔

فرزند کو سزا

حضرت عکرمہ بن خالد سے بیان ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ بالوں میں کنگی کی، عمدہ لباس پہنا اور آپ کے پاس آیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے درہ مارا، وہ رونے لگا۔ جس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کس قصور پر سزا دی ہے؟ فرمایا کہ عمدہ لباس سے اس میں غرور پیدا ہوا، میں نے سزا دے کر اس کا سر جھکایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کاش میں کسی راستے کا درخت ہوتا اور اونٹ مجھے چبالیتا۔ یا لتو دنبہ ہوتا اور مجھے ذبح کیا جاتا اور لوگ میرا گوشت کھاتے۔

محبتِ اہل بیت

ابن عساکر حضرت ابوالبختری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ دینے لگے تو وہاں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے دیکھ کر کہا کہ میرے نانا کے منبر سے اتر جائیں! آپ نے فرمایا: بے شک یہ تمھارے نانا کا منبر ہے۔ مگر تمھیں یہ کس نے سکھایا ہے؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نہیں سکھایا اور حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تجھے کس نے کہا؟ حضرت عمر نے حضرت علی رضی اللہ عنہما سے کہا کہ اسے نہ ڈانٹو! انھوں نے سچ کہا، یہ منبر ان کے نانا جان کا ہی ہے۔

جنات کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں منقبت پڑھنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے رضی اللہ عنہ اپنی

زندگی کا آخری حج امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ ادا کیا۔ واپسی پر مقام محصب سے گزرے تو ایک شخص کی آواز سنی جو اپنی سواری پر بیٹھا کہہ رہا ہے کہ امیرالمومنین کہاں ہیں؟ جب دوسرے نے کہا کہ امیرالمومنین یہ موجود ہیں تو انھوں نے اپنے اونٹوں کو بٹھالیا اور ایک نے یہ اشعار پڑھے:

علیك السلام من امام و بارکت	ید الله فی ذالك الادیم الممزق
اے امام! آپ پر سلام ہو اور برکت دے	اللہ تعالیٰ اس چمڑے کو جو پارہ پارہ ہو گا
فمن یسمع او یرکب جناحی نعامته	لیدرك ما قدمت بالامس یسبق
شتر مرغ جلد آپ کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا کہ وہ	مسبوق ہو لکہ اعمال جلیلہ کے باعث آپ مسبوق ہیں گے
قضیت امورا ثم غادرت بعدها	بوائق فی اکمامها لم تفتق
آپ نے مصیبتوں اور ہلاکتوں کو چھوڑ دیا ہے	اس طرح کہ وہ بند کلیاں ہیں جو ابھی نہیں کھلی ہیں

مگر نہ اشعار پڑھنے والا ملا اور نہ پتہ چلا کہ وہ کون تھا۔ ہم نے آپس میں یہی کہا کہ یہ جن تھا۔ اس حج سے واپسی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خنجر کے وار سے شہید ہو گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں میں سے اپنا نائب نہیں بنانا چاہتے تھے

امامِ نخعی نے بیان کیا ہے کہ کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اپنے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کر دیں۔ فرمایا: اللہ تمھیں غارت کرے! غلط مشورہ دیتے ہو کہ جس کو اپنی بیوی کو ڈھنگ سے طلاق دینے کا طریقہ وسلیقہ نہ ہو ایسے شخص کو خلیفہ نامزد کر دوں۔

شداد بن انس، حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک صالح بادشاہ گزرا ہے، جس کے فضائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملتے جلتے تھے۔ جب کبھی اس کا ذکر ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یاد آجاتے اور جب کبھی حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوتا تو خواہ مخواہ وہ بادشاہ یاد آجاتا۔ اس بادشاہ کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر (علیہ السلام) موجود تھے۔ اس نبی علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ تم اس بادشاہ سے کہو کہ اس کی زندگی کے صرف تین دن باقی ہیں۔ اگر وہ کوئی وصیت کرنا چاہتا ہے تو کرلے۔ جس وقت بادشاہ نے یہ خبر سنی تو سجدے میں گر کر خدا تعالیٰ سے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کی کہ الٰہی! مجھے اتنی مہلت دے کہ میرا لڑکا جوان ہو جائے اور میں نے تیرے احکام کی اطاعت کی ہے اور اپنی رعایا سے عدل وانصاف کیا ہے۔ اس کے صدقہ میں یہ دعا قبول فرما! اس کے بعد اس پیغمبر علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ بادشاہ نے ہم سے استدعا کی ہے، جو کچھ کہا وہ سچ ہے۔ لہٰذا اس کی عمر میں پندرہ برس کا اضافہ کرتے ہیں تاکہ اس مدت میں اس کا لڑکا جوان ہو جائے۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا اور وہ زخمی ہو گئے تو حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ بیان کیا اور کہا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی خدا تعالیٰ سے یہی سوال کریں تو ان کی عمر بھی بڑھا دی جائے گی۔ مگر اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی: ''الٰہی! مجھے عاجز کیے بغیر اور رنج والم دیے بغیر دنیا سے اٹھا لے!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر جنوں کا نوحہ

حضرت سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر جنوں نے بھی نوحہ کیا۔ چنانچہ حاکم، حضرت مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ شہید ہو گئے تو یمن کے پہاڑوں سے یہ اشعار سنائی دیے:

لبیک علی الاسلام من کان باکیا فقد اوشکوا صرعی وما قدم العھد
جو شخص اسلام پر رونے والا ہو وہ رولے کیونکہ وہ بیہوش ہیں اور اب انکا زمانہ ختم ہو گیا

و ادبرت الدنیا و ادبر خیرھا وقد ملھا من کان یوقن بالوعد
گویا دنیا ہی الٹ گئی اور اسکا بہترین شخص چل بسا وہ شخص جو وعدوں پر یقین کیے بیٹھا تھا غمزدہ ہو گا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تکفین کے سلسلے میں وصایا

حضرت ابن ابی الدنیا حضرت یحییٰ بن راشد بصری سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو وصیت فرمائی کہ میرے کفن میں بے جا خرچ نہ کرنا کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر بہتر ہوں تو وہ معمولی کفن کو بدل دے گا اور اگر میں اس کے نزدیک بہتر نہیں تو یہ کفن بھی کام نہ آئے گا، بس اس میں تکلف نہ کیا جائے۔ میری قبر بھی چوڑی نہ کھودی جائے۔ اگر میں خدا کے نزدیک بہتر ہوں تو وہ میری قبر کو حدِ نظر تک وسیع کر دے گا ورنہ خواہ کتنی ہی وسیع قبر ہو، وہ اتنی تنگ کی جائے گی کہ پسلیاں ٹوٹ جائیں گی۔

پھر فرمایا کہ میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ چلے۔ جو صفات مجھ میں نہیں ان صفات کے ساتھ مرنے کے بعد مجھے یاد نہ کیا جائے۔ خداوند تعالیٰ عالم الغیب ہے، وہ مجھے اچھی طرح جانتا ہے۔ جب میرا جنازہ گھر سے لے کر چلو تو چلنے میں جلدی کرنا۔ کیونکہ اگر میں خدا کے نزدیک اچھا ہوں تو جتنی جلدی ممکن ہو مجھے اس کے پاس پہنچا دو اور اگر بُرا ہوں تو ایک بُرے کا بوجھ دیر تک کیوں اٹھائے رکھو، اپنے کندھوں سے اتار پھینکو!

انتقال کے بعد بعض بزرگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا

ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے ایک سال بعد دعا کی کہ میں خواب میں ان کا دیدار کرسکوں۔ پس ایک سال کے بعد میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں اس حال میں دیکھا کہ آپ کی پیشانی عرق آلود ہے۔ میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ کس حال میں ہیں؟ فرمایا: ابھی ابھی

حساب کتاب دے کر فارغ ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے ورنہ میری عزت خراب ہو جاتی۔

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کس حال میں ہیں؟ فرمایا: مجھے تم سے جدا ہوئے کتنا عرصہ گزر گیا ہے؟ انھوں نے کہا: بارہ سال گزر چکے ہیں۔ فرمایا: ابھی حساب کتاب دے کر فارغ ہوا ہوں۔ خدا تعالیٰ غفور و رحیم ہے، میری عزت رہ گئی۔

کوفہ میں آخری قیام

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دفاتر 20ھ میں قائم کیے تاکہ جو مال جمع ہوا کرے اس کی تقسیم میں بدنظمی پیدا نہ ہو۔ اس میں پہلے بنو ہاشم، اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کے افراد پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خاندان کے افراد کے نام درج ہوئے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے نام سب سے اول تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آخر میں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ لوگوں کو ان کی تنخواہیں اور اس کے ساتھ ساتھ عطیات بھی تقسیم کرو! اس تقسیم کے بعد بھی بہت زیادہ مال بچا تو فرمایا کہ سب انھیں پر تقسیم کر دو! یہ عمر کی اولاد کا مال نہیں بلکہ مالِ غنیمت ہے۔

ابن سعد نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوہِ عرفہ پر کھڑے ہوئے تھے کہ ایک شخص "اے خلیفہ! اے خلیفہ!" کہہ کر چیخنے لگا۔ گویا جس طرح جاہلیت کے زمانے میں لوگ چیختے اور پرندوں کو اڑایا کرتے تھے، دوسرے شخص نے اس چیخنے والے سے کہا کہ تو نے اپنی خواہشات کے لیے خدا کو چھوڑ

دیا ہے؟ خدا کا ذکر کرو! دوسرے روز ایک نامعلوم جگہ سے ایک پتھر آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر پر لگا جس سے معمولی خراش ان کو آئی۔ جس سمت سے پتھر آیا تھا، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ ادھر گئے تو پہاڑ سے انسانی آواز آئی کہ ربِ کعبہ کی قسم یقین کرلو کہ اس سال کے بعد قیامت تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مقام پر کبھی کھڑے نہ ہوں گے۔ جب غور سے دیکھا تو کہنے والا آدمی وہی پہلے دن والا شخص تھا جو یا خلیفہ! یا خلیفہ! پکارتا تھا۔ یہ بات بہت ہی شاق گزری کہ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

عہدِ فاروقی میں انتقال کرنے والے چند اکابرین صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت ابوقحافہ (حضرت ابوبکر صدیق کے والد)، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت سہیل بن عمرو، حضرت ابن ام کلثوم، حضرت عیاش بن ابو ربیعہ، حضرت قیس بن ابی صعصة، جنھوں نے قرآنِ پاک جمع کیا، ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ، حضرتِ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت معاذ بن جبل، حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت فضل بن عباس، حضرت ابی بن کعب، حضرت بلال مؤذنِ رسول، حضرت اسید بن حضیر، حضرت براء بن مالک حضرت انس کے بھائی، ام المومنین حضرت زینب بنت جحش، حضرت خالد بن ولید، حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہم۔

خلیفہ ثالث دامادِ رسول

حضرت عثمانِ غنی ذوالنّورین رضی اللہ عنہ

کے حالاتِ زندگی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے تین دن بعد آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کی گئی۔ اس عرصہ میں لوگ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے رہے۔ جو صائب الرائے شخص تخلیہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتا، یہی کہتا کہ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملنی چاہیے۔ آخرکار حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیعت لینے کے لیے بیٹھے تو حمد وثنا کے بعد آپ نے فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کی بیعت پر لوگ راضی نہیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حمد وثنا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے علی! میں نے تمام لوگوں کی رائے معلوم کر لی ہے۔ سب کی رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ہے۔ اب آپ اپنے لیے کوئی کارروائی نہ کریں۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: میں آپ سے سنت اللہ عزوجل اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دو خلفاء رضی اللہ عنہما کی سنت پر بیعت کرتا ہوں۔ اس طرح پہلے آپ نے بیعت کی اور پھر تمام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم نے آپ سے بیعت کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے ایک ساعت قبل حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ابھی کسی جگہ اصحابِ شوریٰ برائے انتخاب جمع ہونے والے ہیں۔ تم پچاس آدمی لے کر اس مکان کے دروازے پر پہنچ جاؤ، جہاں لوگ جمع ہیں اور تاوقتیکہ وہ لوگ کسی کو خلیفہ منتخب نہ کر لیں برابر وہاں موجود رہو۔

مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں ابی وائل سے اس طرح روایت کی گئی ہے

کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کیوں کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کیوں چھوڑ دیا؟ ان سے بیعت کیوں نہ کی؟ تو جواب ملا کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نے تو اولاً حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے کہا کہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر بیعت کرتا ہوں تو انھوں نے فرمایا کہ مجھ سے اس کی استطاعت نہیں۔ پھر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہی باتیں کیں تو انھوں نے بہت اچھا جواب دیا اور قبول کر لیا

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میں نے تخلیہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیتے ہیں؟ انھوں نے کہا: علی رضی اللہ عنہ سے۔ پھر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح تخلیہ میں کہا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیتے ہیں؟ انھوں نے کہا: عثمان رضی اللہ عنہ سے پھر میں نے اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ مجھے علی یا عثمان رضی اللہ عنہما میں سے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیتے ہیں؟ انھوں نے کہا: علی سے یا عثمان سے رضی اللہ عنہما، پھر میں نے حضرتِ سعد رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا کہ میرا اور آپ کا ارادہ خلافت کرنے کا نہیں ہے، لیکن آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ سے۔ اس کے بعد میں نے تمام اصحاب اور اعیان سے مشورہ کیا تو اکثریت رائے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف پائی۔

ابن سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی گئی تو عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارا موجودہ امیر دیگر تمام لوگوں سے بہتر ہے، ہم آپ کی پیروی کریں اور احکام کی بجا آوری

میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب

عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب قرشی اموی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی

آپ کی شادی قبل اعلانِ نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور بدر میں ان کا انتقال ہوگیا۔ تیمارداری میں شرکت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدر میں شریک نہ ہوسکے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ تیمارداری کرو! مگر مالِ غنیمت سے حصہ عطا ہوا اس لیے اہل بدر میں شمار ہوئے۔ بوقت تدفین حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بدر کی فتح کی خوش خبری لے کر قاصد پہنچا۔ اس کے بعد حضرت رقیہ کی دوسری بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کردی۔ جن کا انتقال 9ھ میں مدینہ میں ہوا۔ اسی بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین" کا لقب عطا ہوا۔ کسی اور کو یہ فخر حاصل نہ ہوسکا کہ نبی کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے اس کے عقد میں آئیں۔ آپ سابقین اولین مہاجرین اور عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا شماران چھ ہستیوں میں ہے جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک خوش رہے۔ آپ نے ہی قرآن کریم کی جمع کیا اور "جامع القرآن" کا مقام پایا ہے۔

نیابتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ابن سعد کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوات ذات الرقاع اور غطفان میں باہر تشریف لے گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مناسک حج کے سب سے

زیادہ جاننے والے تھے۔ آپ کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سب سے زیادہ واقف تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے فرمایا کہ آپ ایسی ہستی ہیں جو ملاِ اعلیٰ میں ''ذوالنورین'' کے لقب سے مشہور ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں رضی اللہ عنہما ان کے نکاح میں آئیں۔

سہیل بن سعد کہتے ہیں کہ آپ کو ''ذوالنورین'' اس لیے بھی کہا گیا ہے کہ جب آپ جنت کے ایک محل سے دوسرے محل میں منتقل ہوں گے تو دو بار آپ رضی اللہ عنہ پر تجلیاتِ نور ہوں گی۔

کنیتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، جاہلیت میں

آپ کی کنیت ابو عمر تھی۔ مگر عہد اسلام میں جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے عبداللہ پیدا ہوئے تو کنیت ابو عبداللہ ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں آپ کی نانی ام حکیم البیضاء جن کا نام تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

قبولِ اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کے بعد اسلام قبول کیا۔

قبولِ اسلام پر شدائد و مصائب

ابن سعد نے محمد بن ابراہیم سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے بعد آپ کے چچا حکم بن ابی العاص نے آپ کو پکڑ کر ایک کمرے

میں بند کر دیا اور کہا کہ جب تک نیا مذہب نہیں چھوڑو گے، آزاد نہیں کروں گا۔ یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! میں اسلام کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ اس پر حکم نے مستحکم پا کر آپ کو قید و بند سے آزاد کر دیا۔

آپ کا سراپا

ابن عساکر کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ درمیانہ قد، خوبرو شخص تھے۔ رنگ میں سفیدی کے ساتھ سرخی، چہرے پر چیچک کے داغ، ڈاڑھی گھنی، جسم کی ہڈیاں چوڑی، شانے پھیلے ہوئے، پنڈلیاں بھری ہوئیں، ہاتھ لمبے جن پر بال تھے۔ سر کے بال گھنگریالے۔ دانت خوبصورت سونے کے تار سے بندھے ہوئے۔ کنپٹیوں کے بال کانوں تک تھے۔ خضاب زرد رنگ کا لگاتے تھے۔ بہت خوبصورت تھے۔

ابن عساکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو ایک بادیہ گوشت کا دے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں اور حضرت زید کبھی حضرت رقیہ کو اور کبھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو دیکھتے۔ جب واپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ عثمان کے گھر کے اندر گئے تھے؟ عرض کی: جی ہاں! تو فرمایا کہ ان میاں بیوی سے زیادہ خوبصورت بھی دیکھے ہیں؟ عرض کی جی نہیں!

ہجرتِ اوّل پر دعائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں میاں بیوی کے ساتھ ہو! کہ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی ہیں جنھوں نے اپنی بیوی کے

ساتھ ہجرت کی ہے۔

ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ان کے نکاح کے بعد، کہ تمھارے شوہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمھارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمھارے والد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکل وصورت میں مشابہ ہیں۔

فضائل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

امام بخاری ومسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب آتے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لباس بدن پر کر لیتے اور فرمایا کرتے کہ عثمان رضی اللہ عنہ سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں، میں کیوں نہ کروں۔

ترمذی نے عبدالرحمٰن بن قباب سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیش العسرۃ کی تیاری کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرما رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں سو اونٹ معہ پالان اور سامان مہیا کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا تو دو سو اونٹ معہ پالان وسامان کے عرض کیا۔ جب تیسری بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ترغیب دی تو عرض کی: تین سو اونٹ معہ پالان وسامان کے پیش کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے جرم وگناہ ان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ بلکہ امام ترمذی نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جیش عسرہ کے لیے ایک ہزار دینا پیش کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خوش ہوئے کہ فرمایا: عثمان کا کوئی عمل ان کو نقصان نہ پہنچائے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں کنوئیں کو یہودی سے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا تھا۔ اور جب ایام ابتلاء میں محصور ہو گئے تو محاصرہ کرنے والوں سے فرمایا: تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد ہے؟ کہ آپ نے فرمایا تھا: جو بئر رومہ

خرید کر وقف کر دے گا وہ جنتی ہوگا۔ جو جیش عسرہ کے لیے سامان مہیا کرے گا جنتی ہے۔ سب نے تصدیق کی۔ حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ جنت خریدی، ایک دفعہ بئر رومہ خرید کر وقف کیا، دوسری مرتبہ جیش عسرہ کے لیے سامان مہیا کیا۔

جب بیعت رضوان ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد بن کر مکہ معظمہ گئے تھے اور جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کام گئے ہیں لہٰذا میں خود ان کی طرف سے بیعت کرتا ہوں۔ یہ ارشاد فرمایا اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تمام لوگوں کے ہاتھوں سے کس قدر افضل ہے کہ ''یَدُ اللهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ''، کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ خدا کے رسول کے وسیلے سے خدا کا ہاتھ ہے۔ اسی ہاتھ سے قرآن کریم جمع ہوا۔ اس لیے درحقیقت خدا کے ہاتھ نے قرآن جمع کیا۔

ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کے بارے میں ارشاد فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ ایک فتنہ میں یہ بھی مظلوم شہید ہوں گے۔

ترمذی، حاکم اور ابن ماجہ نے حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل میں ہونے والے فتنہ کا ذکر فرمایا کہ اتنے میں ایک صاحب سر پر کپڑا اوڑھے تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اس روز ہدایت پر ہوگا۔ میں نے کھڑے ہو کر دیکھا کہ یہ کون ہیں؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ میں نے ان کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا: یہ ہدایت پر ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! یہ ہدایت پر ہوں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! خدا تعالیٰ تمھیں ایک قمیص (خلافت) عنایت فرمائے گا۔ منافق جب اس کو اتارنے کی کوشش کریں تو اس وقت مت اتارنا یہاں تک کہ مجھ سے آملو۔ جس روز آپ محصور ہوئے تو یہی فرمایا تھا کہ اس بارے میں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا تھا اور میں اس پر قائم ہوں اور صبر کرتا ہوں۔

ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صحابہ کرام میں مجھ سے مشابہ عثمان (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ اور حضور کی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، جب ان کا بھی انتقال ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح کسی سے کر دو! اگر تیسری بیٹی بھی ہوتی تو عثمان کا نکاح اس سے کر دیتا۔ پہلے بھی ان کے نکاح وحی الٰہی سے کیے تھے۔

لشکر کشی کی درخواست حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسترد کر دی

حضرت امیر معاویہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کئی بار یہ درخواست کی تھی کہ قبرص پر دریائی راستہ سے لشکر کشی کی اجازت دی جائے مگر انھوں نے ہمیشہ انکار کیا۔ جب اصرار حد سے بڑھ گیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ دریائی سفر کے لیے بادبانی جہازوں کی مسلسل کیفیت لکھ کر روانہ کرو۔ بعد تحقیق کے انھوں نے لکھا کہ میں نے اس سواری کو دیکھا ہے۔ یہ جہاز ایسا ہے کہ اس پر چھوٹی مخلوق سوار ہوتی ہے۔ اس کی رفتار عقل و فہم تک کو خوف زدہ کر دیتی ہے۔ اس کے ٹھہر جانے پر دل پھٹنے لگتا ہے۔ خوبیاں اس میں کم ہیں خرابیاں زیادہ۔ اس پر سوار مثل کیڑے مکوڑوں کے ہیں۔ اگر یہ سواری ایک طرف جھک جائے تو سوار ڈوب جاتے ہیں۔ بصورتِ دیگر لرزاں و ترساں ساحل تک پہنچتے ہیں۔ اس معروضہ کو پڑھ کر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سب مسلمانوں کو ایسی سواری پر سوار کر کے مصیبت میں نہ ڈالوں گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بحری راستہ سے قبرص پر حملہ کر دیا۔ اس کو فتح کر کے جزیہ لینا قبول کیا۔

24ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو وسیع کیا۔ پتھر کے ستون لگائے اور چھت پر ساگوان کی لکڑیاں ڈالیں۔ اس کا طول بڑھایا گیا اور ایک سو ساٹھ گز کیا گیا اور عرض ایک سو پچاس گز کیا گیا۔

دورِ عثمانی کے اہم واقعات

آپ کی خلافت کے پہلے سال 24ھ میں ملک ''رے'' فتح ہوا۔ اسی سال نکسیر کا مرض عام ہو گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نکسیر اتنی پھوٹی کہ شدت کے باعث آپ نے حج کا ارادہ ملتوی کیا اور وصیتیں بھی کیں۔ 24ھ میں ملک روم کا وسیع رقبہ فتح ہو گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کیا اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ لگایا۔

25ھ میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کیا اور ان کی جگہ ایک صحابی حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ (جو آپ کے ماں کی طرف سے بھائی تھے) کو گورنر مقرر کیا۔ یہ آپ پر اقربا پروری کے الزام کی ابتدا تھی۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ ولید ''مے نوش'' تھا اس نے نشہ کی حالت میں صبح کی نماز پڑھائی اور چار رکعت پڑھا کر کہا: اگر کہو تو اور نماز پڑھاؤں

26ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کچھ مکانات خرید کر مسجد حرام کو مزید وسیع کر دیا اور اسی سال شہر سابور فتح ہوا۔

27ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جہاز کے ذریعہ لشکر بھیج کر قبرص

پر حملہ کر دیا۔اس لشکر میں مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اپنی بیوی ام حرام بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ موجود تھے۔ان کی بیوی باربردار جانور سے گر گئیں اور اسی صدمہ سے انتقال ہو گیا اور انھیں وہیں دفن کیا گیا۔قبرص میں ان کی قبر بنائی گئی اور اس طرح پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو پیشین گوئی تھی وہ پوری ہوگئی کہ اس لشکر میں حضرت عبادہ بن صامت کی بیوی (رضی اللہ عنہا) بھی ہو گی اور قبرص میں اس کی قبر بنے گی۔اس سال جرجان اور دارلجبرود فتح ہوئے۔اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص کو مصر کی گورنری سے معزول کیا اور ان کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مقرر کیا۔انھوں نے مصر پہنچ کر افریقہ پر حملہ کیا اور اسے فتح کر کے تمام مملکت کو ممالکِ محروسہ میں شامل کر لیا۔اس جنگ میں اس قدر مالِ غنیمت آیا کہ ہر سپاہی کو ایک ایک ہزار دینار اور ایک روایت کے مطابق تین تین ہزار دینار ملے۔اس عظیم فتح کے بعد اسی سال ملک اندلس (اسپین) بھی فتح ہو گیا۔

30ھ میں جور، خراسان اور نیشاپور بذریعہ صلح قبضہ میں آئے۔اسی طرح ایران کے دیگر شہر طوس، سرخس، مرو اور بیہق بھی صلح کے ساتھ قبضہ میں آئے۔فتوحات بے شمار ہوئیں اور بے شمار مالِ غنیمت دارالخلافہ میں آ گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مال و دولت کی بہتات سے دل کھول کر لوگوں کو روزینے تقسیم کیے۔ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ توڑے آئے اور ہر توڑے میں چار چار ہزار اوقیہ تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت 36ھ میں ہوئی

زہری کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ سال خلافت کی۔جن میں سے چھ (6) سال بہت اچھے رہے۔اچھے سلوک کی وجہ سے لوگوں میں مقبول و محبوب ہوئے۔کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں قدرے سختی تھی مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں اس سختی کا وجود تک نہ تھا۔انھوں نے خلافت پر فائز ہوتے ہی مہربانیاں شروع

کر دیں۔ نرمی کا برتاؤ کیا اور سزا دینے میں عجلت سے کام نہ لیتے تھے۔ لیکن چھ سال کے بعد یہ حالت تھی کہ اپنے رشتہ داروں کو عہدے دیے اور ان کے ساتھ بہت زیادہ سلوک اور مہربانیاں کیں اور افریقہ کے گورنر مروان کو مملکت کا خمس بھی معاف کر دیا اور کہا کہ میں خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق صلہ رحمی سے کام لیتا ہوں۔ اگر چہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے ایسا نہیں کیا، حالانکہ وہ بھی کر سکتے تھے۔ اس سے عوام میں شورش پیدا ہوئی۔ (ابن سعد)

شورش کے اسباب

ابن عساکر نے زہری سے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: آپ بتائیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کیوں واقع ہوئی؟ لوگوں کی روش کیا تھی؟ اور آپ کا عوام کے ساتھ کیا رویہ تھا؟ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کا ساتھ کیوں چھوڑ دیا؟ انھوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید کیے گئے۔ کیوں کہ جنھوں نے آپ کو قتل کیا وہ ظالم تھے اور جنھوں نے ساتھ چھوڑ دیا وہ مجبور و معذور ہو گئے۔ یہ سن کر ان سے کہا گیا کہ ایسے کس طرح ہو سکتا ہے؟ انھوں نے کہا: اصل بات یہ ہے کہ جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منتخب ہوئے تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ناگوار گزرا۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے محبت کرنے والے تھے۔ بارہ سال کی خلافت میں سے آپ نے پہلے چھ سال میں کسی اموی کو حاکم نہ بنایا۔ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی حاکم رہے اور آپ نے کسی کو معزول نہیں کیا، اور ہمیشہ ان کی تالیف قلوب کرتے رہے۔ چھ برس بعد آپ نے اپنے چچا کی اولاد کو والی بنانا شروع کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ان کو ترجیح دینے لگے۔ حالانکہ بروقتِ تقرر آپ ان کو خدا سے ڈرنے کی برابر تاکید کرتے تھے۔ آپ نے عبداللہ بن سرح کو مصر کا والی مقرر کیا۔ ابھی ان کے تقرر کو دو سال ہی گزرے تھے کہ

مصریوں کو ان سے شکایت پیدا ہوگئی۔ اس بنا پر انھوں نے بارگاہِ خلافت سے دادرسی چاہی۔ اس سے قبل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوذر غفاری اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے شکایات پیدا ہو گئیں۔ کیونکہ بنو ہذیل اور بنو زہرہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خلاف اور بنو غفار اور ان کے حلیفوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے خلاف اور بنی مخزوم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے خلاف آپ سے شکایات کیں۔ اور یہ تمام قبیلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بدظن ہو گئے۔

اب اہل مصر نے بھی ابن ابی سرح کی آ کر شکایتیں کیں؟ یہ شکایات سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابی سرح کو تہدید نامہ لکھا اور روانہ کیا تاکہ وہ اپنی روش درست کریں۔ لیکن اس نے اس تہدید نامہ کی کچھ پرواہ نہ کی اور جن باتوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منع کیا تھا، جان بوجھ کر انھی باتوں پر عمل ہونے لگا۔ یہاں تک کہ اہل مصر سے جو لوگ شکایت لے کر آئے تھے، ان کو قتل کرایا گیا۔ اس سے حالات خراب ہو گئے۔ اور مصر سے سات سو افراد دارالخلافہ میں آئے اور مسجد میں نمازوں کے اوقات میں دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ابی سرح کی شکایتیں کیں۔ اس پر حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس معاملہ میں سخت کلامی کی۔ ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو کہلا بھیجا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم آپ سے ایک ایسے شخص کی معزولی کے لیے کہتے ہیں جس پر قتل کا الزام ہے مگر آپ نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور اس کو معزول کرنے سے گریز کیا۔ چاہیے تھا کہ اس شخص کو سزا دیتے۔ تھوڑی دیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ نے بھی کہا کہ آپ سے یہ لوگ قتل ناحق کے عوض ایک عامل کی معزولی چاہتے ہیں۔ آپ اس معاملہ میں انصاف کر کے دوسرا آدمی مقرر کریں۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ لوگ اپنے لیے عامل اور والی خود مقرر کر لیں۔ میں عبداللہ بن

ابی سرح کو معزول کر کے اس کا تقرر کسی اور جگہ کروں گا۔اس پر مصری وفد نے کہا کہ آپ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقرر کردیں۔اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقرری اور عبداللہ بن ابی سرح کی معزولی کا فرمان جاری کیا۔کچھ دوسرے صحابہ کرام مہاجرین وانصار بھی محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئے تا کہ بچشم خود وہاں حالات کا جائزہ لیں اور اس طرح یہ قافلہ مصر کو روانہ ہو گیا۔

حبشی سوار کے پاس سے ایک خط برآمد ہوا

ابھی یہ قافلہ مدینہ سے تین منزل تک پہنچا تھا کہ ان کو ایک حبشی غلام سانڈنی سوار نظر آیا جو بڑی تیزی سے قافلے کے پاس سے گزرا۔اس کی تیز رفتاری اور اس کے رنگ ڈھنگ سے شک ہو گیا کہ یا تو یہ کسی کا قاصد ہے یا کوئی مفرور شخص ہے۔اس شبہ کی بنا پر قافلہ والوں نے اسے پکڑ لیا اور دریافت کیا کہ کون ہے؟ کس کی تلاش ہے؟ یا کہاں بھاگا جا رہا ہے؟اس نے کہا کہ میں امیر المومنین کا غلام ہوں۔پھر کہا کہ میں مروان کا غلام ہوں۔بعض نے اس کو پہچان لیا اور بتایا کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام ہے۔محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تم کو کہاں بھیجا جا رہا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے عامل مصر کے پاس ایک خط دے کر بھیجا جا رہا ہے۔جب پوچھا کہ خط تیرے پاس ہے تو اس نے کہا کہ نہیں۔اس پر اس کی تلاشی لی گئی تو کوئی خط برآمد نہ ہوا۔اس کے پاس ایک خشک مشکیزہ تھا۔جب اسے دیکھا گیا تو اس کے اندر ایک چیز اچھلتی ہوئی تھی۔اسے اوندھا کیا گیا کہ نکل پڑے تو نہ نکلی۔ اس پر مشکیزہ کو چیر کر خط برآمد کر لیا گیا۔یہ خط امیر المومنین کی جانب سے عبداللہ بن سرح والی مصر کے نام تھا۔محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تمام ساتھیوں کو جمع کر کے خط کی مہر توڑی اور پڑھا تو یہ تحریر تھا:

"جس وقت محمد بن ابوبکر اور فلاں فلاں لوگ پہنچیں، تم کسی نہ کسی حیلہ سے

ان کو قتل کر دو اور مرسلہ فرمان کالعدم قرار دینا اور حسب دستور اپنا کام کرتے رہنا۔ اور جو لوگ تمھاری شکایت میرے پاس لائے تھے ان کو قید کر لینا اور تم اچھی حکمتِ عملی پر قائم رہو،،۔

اس خط کو پڑھ کر لوگ حیران ہو گئے اور اسی مقام سے واپس مدینہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس خط پر تمام حاضرین کی مہریں لگا دیں اور خط ایک شخص کی تحویل میں دے دیا۔ سب لوگ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ مدینہ واپس آ کر حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت علی، حضرت سعد اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں مہر زدہ خط نکالا گیا۔ کھول کر سب کو پڑھوایا اور اس حبشی غلام کا پورا قصہ بیان کیا۔ اس پر لوگ برافروختہ ہو گئے۔ حضرت ابن مسعود، حضرت ابوذر غفاری اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کی معزولی کے واقعات نے غیض وغضب میں اضافہ کر دیا۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم غصے میں بھرے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹے۔ اس خط کے واقعہ سے لوگ بھڑک اٹھے۔ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور محمد بن ابوبکر نے اپنے قبیلہ کے ساتھ، جو بنی تمیم تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر چڑھائی کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب بگڑی ہوئی صورت دیکھی تو حضرات طلحہ، زبیر، عمار اور چند دوسرے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ ، جو سب کے سب بدری تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ وہ خط، غلام اور اونٹنی بھی تھی، جس کو پکڑا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ غلام آپ کا ہے؟ فرمایا: ہاں! پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اونٹنی آپ کی ہے؟ جواب دیا: ہاں میری ہے۔ پھر خط دکھایا اور کہا کہ یہ خط آپ نے لکھا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! خدا کی قسم میں نے یہ نامہ تحریر نہیں کیا۔ نہ اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے نہ اس کے بارے مجھے کچھ علم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس خط پر جو مہر ہے، وہ آپ کی ہے؟ فرمایا: ہاں میری ہے۔

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: بڑے تعجب کی بات ہے کہ غلام آپ کا، اونٹنی آپ کی، خط پر مہر آپ کی اور اس پر آپ فرماتے ہیں کہ آپ کو کچھ علم نہیں۔ آپ نے پھر قسم کھائی اور کہا واللہ! اس خط کو نہ میں نے لکھا نہ کسی سے لکھوایا۔ نہ میں نے غلام کو دیا نہ مصر کو روانہ کیا۔ اس کے بعد لوگوں نے تحریر کو پڑھ کر پہچانا کہ یہ تحریر مروان کی ہے، جو ان کے ہاں مقیم تھا۔ اس لیئے لوگوں کو کچھ شبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بھی ہونے لگا۔ لوگوں نے مطالبہ کیا کہ مروان کو ہمارے حوالے کر دیا جائے مگر آپ نے اس مطالبے کا انکار کیا۔ آپ کے انکار پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سخت غصہ آ گیا اور اس غصے کی حالت میں آپ کے ہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ کچھ لوگ اب بھی کہہ رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خدا کی قسم جھوٹی نہیں کھا سکتے۔ مگر بعض نے کہا کہ آپ اس وقت تک شک سے بری نہیں ہو سکتے جب تک مروان کو ہمارے حوالے نہ کر دیں اور ہم اس کی تحقیق نہ کر لیں۔ اور یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کو قتل کا حکم کیوں دیا گیا تھا۔ اگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ خط انھوں نے ہی لکھا ہے تو ہم ان کو معزول کر دیں گے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ خط مروان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھا تھا تو ہم مروان کو اس کی سزا دیں گے۔ معاملہ اس حد تک پہنچ جانے پر اور یہ رخ اختیار کرنے پر بھی محاصرہ ختم نہ ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ بھی تھا کہ اگر مروان کو لوگوں کے سپرد کر دیا گیا تو وہ مروان کو غیض و غضب میں قتل کر دیں گے۔

محاصرہ میں سختی پیدا کر دی گئی

اس مرحلہ پر لوگوں نے محاصرہ اور سخت کر دیا اور یہاں تک کہ آپ پر پانی بھی بند کر دیا گیا۔ بندش پر آپ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کھڑکی سے جھانک کر لوگوں کو کہا: تم میں علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں؟ لوگوں نے کہا: نہیں! پھر کہا: تم میں سعد

رضی اللہ عنہ موجود ہیں؟ جواب ملا کہ نہیں! یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا: کوئی شخص علی رضی اللہ عنہ سے جا کر کہے کہ وہ ہم کو پانی فراہم کر دیں۔ یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مل گئی اور آپ نے پانی سے بھرے تین مشکیزے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے۔ یہ پانی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک سخت جدوجہد کے بعد پہنچا اور اس کے باعث بنو ہاشم اور بنو امیہ کے چند لوگ بھی زخمی ہوئے۔ اس بات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اندازہ ہو گیا کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے درپے ہیں۔

حضراتِ حسنین اور فرزندانِ طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کا پہرہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ مروان کو ہمارے حوالے کر دیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا کسی طرح درست نہیں۔ پس آپ نے اپنے صاحبزادوں حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اپنی تلواریں لے کر جاؤ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہرہ دار کی طرح چوکس اور ہوشیار رہو اور کسی بلوائی کو اندر نہ جانے دو۔ اسی طرح حضرت طلحہ و زبیر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ جاؤ اور لوگوں کو حضرت عثمان پر حملہ کرنے سے روکو اور مروان کو باہر نہ آنے دو۔ یہ سارے حضرات برابر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کرتے رہے۔

محمد بن ابوبکر کا اندر پہنچنا اور ایک بلوائی کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کو شہید کرنا

یہ دیکھ کر کہ دروازے پر ایسا پہرہ ہے کہ اندر جانا مشکل ہے، محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تیر چلانا شروع کر دیے۔ یہ تیر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر پھینکنا چاہتے تھے کہ ایک تیر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جا لگا، جو پہرے پر موجود تھے۔ حضرت محمد بن طلحہ بھی زخمی ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک غلام بھی ایک تیر سے زخمی ہو گیا۔ ایک تیر مروان

کولگا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں موجود تھا۔اس طرح جب یہ لوگ زخمی ہو گئے تو محمد بن ابوبکر کو خوف ہوا کہ حضرت امام حسن وامام حسین اور دوسرے لوگوں رضی اللہ عنہم کو زخمی دیکھ کر کہیں بنو ہاشم بگڑ نہ جائیں اور ایک نئی مصیبت نہ پیدا ہو جائے، اس پر دو آدمیوں کو ساتھ لیا اور ان سے کہا کہ اگر بنو ہاشم آ گئے اور انھوں نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو زخمی دیکھ لیا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھول جائیں گے اور ہم سے الجھ پڑیں گے اور ہمارا منصوبہ برباد ہو جائے گا۔پس چپکے سے چلو، ہم دوسرے گھر پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کود پڑیں گے اور انھیں قتل کر دیں گے اور باہر کے لوگوں کو خبر بھی نہ ہوگی۔یہ مشورہ کر کے محمد بن ابوبکر اپنے دو ساتھیوں کو لے کر ایک انصاری کے مکان سے ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گئے اور کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔کیونکہ گھر میں جو دوسرے شخص موجود تھے وہ سب چھت پر تھے۔نیچے حضرت عثمان معہ اہلیہ رضی اللہ عنہما موجود تھے۔محمد بن ابوبکر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ پہلے میں جاتا ہوں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قابو کرتا ہوں جب میں ان پر قابو پالوں تو تم ایک دم حملہ کر کے قتل کر دینا۔

منصوبہ بنا کر محمد بن ابوبکر یک بارگی اندر پہنچ گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی پکڑ لی اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اگر تیرے باپ تجھے یہ حرکت کرتے دیکھتے تو تجھے کیا کہتے؟ یہ سن کر محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ڈاڑھی چھوڑ دی۔لیکن اس عرصہ میں وہ دونوں ساتھی وہاں پہنچ گئے اور دونوں نے جھپٹ کر آن کی آن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور جس راستہ سے گئے تھے اسی راستہ سے واپس آ گئے۔

حضرت عثمان کی شہادت پر حضرت علی رضی اللہ عنہما کی برہمی

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا اور لوگ آپ کو شہید کر رہے تھے تو آپ

کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا نے بہت شور کیا لیکن ادھر ادھر اس قدر شور بپا تھا کہ آپ کی چیخ و پکار کوئی نہ سن سکا۔ آپ کی شہادت کے بعد وہ بالا خانہ میں پہنچیں اور بلند آواز سے کہا: لوگو! امیر المومنین کو شہید کر دیا گیا۔ لوگوں نے جب اندر جا کر دیکھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خون میں لت پت پڑے دم توڑ چکے تھے۔ آپ کی شہادت کی اطلاع فوراً حضرت علی، طلحہ و زبیر، سعد اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل مدینہ کو ملی تو ان سب کے ہوش اڑ گئے۔ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے گھر میں آئے تو دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جاں بحق ہو چکے ہیں۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون،، پڑھا اور اپنے فرزندان سے فرمایا: جب تم دروازہ پر موجود تھے تو امیر المومنین کو کیسے قتل کر دیا گیا؟ غصہ سے ایک طمانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور ایک گھونسہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مارا اور محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہا اور سخت اشتعال اور غصہ کی حالت میں واپس اپنے گھر تشریف لے گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کے لیے ہجوم

جیسے ہی آپ اپنے گھر تشریف لائے، لوگ آنا شروع ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہاتھ بڑھایئے! ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں کیونکہ اس وقت خلیفہ کا ہونا بہت ضروری ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ خلیفہ کا انتخاب اہل بدر کر سکتے ہیں۔ جس سے اہل بدر راضی ہیں وہی خلیفہ ہو سکتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد تمام اہل بدر جمع ہو گئے اور کہا کہ ہم آپ سے زیادہ کسی کو مستحق خلافت نہیں سمجھتے، اپنا ہاتھ بڑھایئے تا کہ ہم بیعت کریں۔ اسی وقت سب نے بیعت کر لی۔

حادثۂ قتل کی تفتیش اور قاتل کی تلاش

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل ہوتے ہی مروان اور اس کے بیٹے فرار ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فوراً حضرت عثمان کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کس نے قتل کیا ہے؟ کہا کہ میں ان لوگوں کو نہیں جانتی جو اندر آئے۔ ہاں محمد بن ابوبکر ان کے ساتھ تھے اور محمد بن ابوبکر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی پکڑی تھی۔ حضرت علی نے فوراً محمد بن ابوبکر کو بلایا اور قتل کے بارے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ وہ سچ کہتی ہیں، میں اندر ضرور داخل ہوا تھا اور میں نے ان کے قتل کا ارادہ بھی کیا تھا لیکن جب انھوں نے میرے والد محترم رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو میں نے ان کو چھوڑ دیا۔ محمد بن ابوبکر کے اس قول کی تصدیق حضرت عثمان کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا نے بھی کی۔ لیکن یہ کہا کہ ان دونوں افراد کو گھر میں لانے والے یہی تھے۔

ابن عساکر حضرت صفیہ (زوجۂ حضرت عثمان رضی اللہ عنہما) کے غلام کنانہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کسی مصری نے شہید کیا تھا جس کی آنکھیں نیلی تھیں اور نام اس کا حماد تھا۔

حضرت عثمان اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما

امام احمد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے تو میں ان کے پاس گیا اور ان سے عرض کیا: ایسی صورت میں کہ آپ محصور ہیں، میں تین باتیں پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے کسی ایک کو چاہیں قبول کر لیں۔ اول یہ کہ آپ باہر نکل کر لڑیں، آپ کے معاونین بکثرت ہیں اور آپ حق پر ہیں اور وہ باطل پر۔

دوسری یہ کہ آپ کسی راستہ نکل کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مکہ معظمہ پہنچ جائیں اور وہاں حرم کعبہ کی وجہ سے لوگ آپ سے نہ جھگڑیں گے کہ وہاں خون ریزی پسند کریں۔

تیسری یہ کہ آپ یہاں سے شام چلے جائیں، وہاں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔

میری یہ باتیں سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مغیرہ! رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہو کر میرے لیے ناممکن ہے کہ میں مسلمانوں کی خونریزی کرواؤں۔ مکہ معظمہ جانا اس لیے پسند نہیں کرتا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی خود سنا ہے کہ جو قریش حرم کعبہ میں خونریزی اور ظلم و ستم کا موجب بنے گا اس پر آدھی دنیا کے باشندوں کا عذاب ہوگا۔ ملک شام کو جانا اس لیے ناممکن ہے کہ میں اپنے مقام ہجرت اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی کو ترک نہیں کر سکتا۔

تاریخ شہادتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

35 ہجری ماہِ ذوالحجہ کے ایام تشریق میں آپ کی شہادت ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ 18 ذوالحجہ یوم جمعہ 35 ہجری آپ نے شہادت پائی اور شنبہ کی شب مغرب وعشاء کے درمیان آپ کو حش کوکب کے مقام پر جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ سب سے پہلے آپ ہی جنت البقیع میں دفن ہوئے، حش کوکب ایک موضع (جگہ) تھا۔

شہادت کے وقت عمر مبارک

آپ کی عمر بعض کے نزدیک 82 سال تھی۔ بعض کے نزدیک 81 سال، بعض کے نزدیک 84 سال۔ کچھ کا خیال ہے کہ عمر 89 سال تھی۔ بعض 90 سال بتاتے ہیں۔ علامہ سیوطی نے تاریخ ولادت 6 عام الفیل تحریر کی ہے، اس حساب سے 35 ہجری کو عمر 82 سال ہوتی ہے۔

جن باتوں کی وصیت فرمائی تھی

ابن عساکر اور ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ

جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ رہے، خداتعالیٰ کی تلوار میان میں رہی۔ آپ کی شہادت کے بعد پھر وہ میان سے اس طرح نکلی کہ قیامت تک برہنہ رہے گی۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں عمرو بن فائد منفرد ہے، اس لیے قابل اعتماد نہیں۔

ابن عساکر یزید بن حبیب سے بیان کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر چڑھائی کی تھی ان میں سے اکثر دیوانے ہو گئے۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اسلام کے اندر سب سے پہلا فتنہ ہے اور سب سے آخر فتنہ دجال کا خروج ہوگا۔ اور بخدا کوئی شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ذرہ برابر بھی خوش ہوگا، پھر دجال کا زمانہ پایا تو ضرور اس پر ایمان لائے گا اور اگر اس کا زمانہ نہ ملا تو وہ اپنی قبر میں ہی اس کا پیرو ہوگا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے جنازہ کی نماز حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ نے ہی ان کو دفن کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تاثرات

ابن عساکر حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ میں موجود نہ تھے۔ جب اس کی اندوہناک خبر پہنچی تو فرمایا: خداوند! نہ میں اس واقعہ پر راضی، نہ کسی طرح کی مدد کی۔

قیس بن عباد کہتے ہیں کہ جنگ جمل کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ سے میں نے سنا کہ فرما رہے تھے: الٰہی! تو خوب واقف ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے بالکل بری ہوں بلکہ جس روز وہ شہید ہوئے، اس صدمہ سے میرے حواس مختل

ہو گئے۔ جب لوگ میرے پاس بیعت کے لیے آئے، اس وقت میں نے بیعت لینا برا سمجھا۔ میں نے ان سے کہا کہ واللہ! مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس قوم سے بیعت لوں جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، اور بھی شرم کا مقام یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ابھی دفن بھی نہیں ہوئے اور میں بیعت کرلوں۔ یہ سن کر لوگ واپس چلے گئے۔ لیکن وہ پھر آئے اور بیعت کا سوال کیا تو میں نے کہا کہ میں اس افتاد سے ڈرتا ہوں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر پڑی ہے۔ آخر کار جب دل قابو میں آیا تو میں نے لوگوں سے بیعت لی۔ اور جب انھوں نے امیر المومنین کہہ کر پکارا تو میرے دل پر چوٹ لگی اور میں نے دعا کی کہ مولا! مجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کا حوصلہ عطا فرما تاکہ وہ مجھ سے راضی ہو جائیں۔

ابن عساکر کہتے ہیں، ابو خلدہ حنفی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنو امیہ کا خیال ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرایا، میں خدا تعالیٰ کی الوہیت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ میں نے ان کو قتل کرایا نہ قتل کی سازش میں تعاون کیا، بلکہ قتل سے ہر طرح باز رکھنے کی کوشش کی لیکن لوگوں نے میرا کہا نہ مانا۔

حضرت عثمان کے قتل پر مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کے تاثرات

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فرشتوں نے اسلامی جنگوں میں مسلمانوں کی مدد کرنا ترک کر دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے تک مسلمانوں میں رؤیتِ ہلال میں کبھی اختلاف نہ ہوا۔ اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آسمان پر شفق ظاہر ہونے لگی۔

عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں حمید بن ہلال سے تحریر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرنے والوں کے مجمع میں عبداللہ بن سلام آئے اور کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل تو بڑی بات ہے، تمھارے دلوں میں اس کا خیال تک نہ

آنے پائے۔ بخدا جو آپ کو شہید کرے گا، کوڑھی ہوگا۔ بخدا! شمشیر الٰہی اب تک نیام میں ہے، اگر تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ اپنی شمشیر بے نیام کر دے گا اور مسلمانوں کے درمیان ہمیشہ خون ریزی کا سلسلہ جاری ہو جائے گا۔ یاد رکھو! ایک نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے قتل کے عوض ستر ہزار آدمی اور ایک خلیفہ کے قتل کے بدلہ میں پینتیس ہزار آدمی قتل کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد باہمی اتفاق مشکل ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اندر دو خصلتیں ایسی تھیں کہ حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں نہ تھیں۔ ایک شہادت کے وقت اپنے نفس پر صبر، دوسرے ایک قراءت پر تمام لوگوں کو جمع کرنا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دس خصائل

ابن عساکر نے ابن ثور الفہمیؒ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، جبکہ آپ محصور تھے۔ اس وقت آپ نے مجھے فرمایا: میری دس خصلتیں خدا تعالیٰ کے پاس محفوظ ہیں:

۱۔ میں اسلام قبول کرنے والا چوتھا شخص ہوں۔

۲۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں میرے عقد میں دیں۔

۳۔ گانے بجانے میں کبھی شریک نہیں ہوا۔

۴۔ میں لہو لعب میں کبھی مشغول نہیں ہوا۔

۵۔ میں نے کبھی کسی برائی کی تمنا نہیں کی۔

۶۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے بعد کبھی اپنا دایاں ہاتھ اپنی شرم گاہ کو نہیں لگایا۔

۷۔ زمانۂ جاہلیت یا عہدِ اسلام میں کبھی زنا کا مرتکب نہیں ہوا۔

۸۔ عہدِ جاہلیت اور زمانۂ اسلام میں کبھی چوری نہیں کی۔

۹۔ اسلام لانے کے بعد میں نے ہر جمعہ کو ایک غلام اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد کیا، اگر اس وقت ممکن نہ ہوا تو بعد میں آزاد کیا۔

۱۰۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مطابق میں نے قرآنِ کریم کو جمع کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار

ابن سعد نے حضرت موسیٰ بن طلحہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے خود دیکھا کہ ایک جمعہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زرد رنگ کا لباس پہنا اور مسجد میں آئے اور منبر پر تشریف فرما ہو کر لوگوں سے بازار کے بھاؤ، ان کے کوائف، مریضوں کے حالات سنے اور مؤذن جمعہ کی اذان دینے کی تیاری میں تھا۔

عبداللہ رومی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ امیر المومنین تھے مگر رات کو اٹھ کر خود ہی وضو کا سامان فراہم کر لیتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کسی غلام کو بیدار کر لیا کیجیے تاکہ وہ انتظام کر دیا کرے۔ فرمایا: میں مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ رات کو وہ بھی آرام کرتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مہر

ابن عساکر نے عمر بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ والد محترم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر یہ نقش مرتسم تھا: ''آمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی،،۔

ابو نعیم نے ''دلائل،، میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک جمعہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ جہجاہ غفاری نے آپ کے دستِ مبارک سے آپ کا عصا چھین لیا اور گھٹنے پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیا۔ اس کے بعد ایک سال بھی نہ گزرا کہ وہ آکلہ یعنی کینسر کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔

اولیات وایجاداتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

عسکری نے اپنی کتاب ''اوئل،، میں بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے لوگوں کے لیے جاگیریں مقرر کیں۔آپ نے جانوروں کے لیے چراگاہیں قائم کیں۔آپ نے حکم دیا کہ تکبیر میں آواز نیچی رکھیں،اذان کی طرح بلند نہ ہو۔

مسجد میں بخورات جلانے کورواج دیا،جس میں زعفران کی آمیزش تھی۔جمعہ کے دن اوّل اذان دینے کا حکم دیا۔مؤذنوں کی تنخوائیں مقرر کیں۔ابن سعد نے لکھا ہے کہ بیعت لینے کے بعد جب خطبہ دینے کے لیے حضرتؓ عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو آپ سے تقریر نہ ہوسکی۔لہٰذا فرمایا:لوگو!اوّل مرتبہ گھوڑے پرسوار ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔آج کے دن کے بعد بہت سے دن آئیں گے۔اگر میں زندہ رہا تو ان شاءاللہ تمھیں ضرور خطبہ دوں گا۔ہمارے خاندان میں لوگ خطیب نہیں ہوئے۔میں جیسا کچھ ہوں تمھارے سامنے آجائے گا۔

آپ نے سب سے اوّل لوگوں کو خود زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا۔سب سے پہلے آپ ہی وہ فرد ہیں جو اپنی والدہ کی حیات میں خلیفہ منتخب ہوئے۔آپ نے ہی سب سے پہلے پولیس اور اس کے عہدے دار مقرر کیے۔آپ نے ہی سب سے پہلے مسجد میں اپنے لیے مقصورہ تعمیر کروایا تا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی مصیبت پیش نہ آئے کہ وہ محراب بند میں خنجر سے زخمی کیے گئے۔

سب سے پہلے آپ کی خلافت پر اختلاف ہوا،اور بعض نے بعض کو برا سمجھا۔ورنہ آپ سے پہلے فقہی مسائل میں اختلاف ہوتا تھا اور وہ بھی اس طرح کہ دوسرے کو برا نہ سمجھتے۔

آپ نے ہی سب سے پہلے ہجرت کی اور معہ اہل وعیال ہجرت کی۔آپ

نے ہی مسلمانوں کو سب سے اوّل ایک قراءتِ قرآن پر جمع کیا۔ آپ کے زمانہ میں غنیمت کے مال میں اتنی کثرت ہوئی کہ لوگ فکر معاش سے بے فکر ہو گئے اور کبوتر اڑانے لگے، غلیل چلانے لگے اور مسلمانوں کو اس کام سے روکنے کے لیے بنی لیث کے ایک شخص کا تقرر خلافت کے آٹھویں سال فرمایا، جس نے کبوتروں کو پر قینچ کر دیا اور غلیلوں کو توڑ ڈالا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں انتقال کرنے والے مشاہیر

حضرت سراقہ بن مالک، حضرت عبداللہ بن حذیفہ، حضرت سعید کے والد میتب، حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر، حضرت زید بن خارجہ، حضرت معاذ بن عمرو، حضرت اوس بن صامت، حضرت حرث بن نوفل، حضرت نعیم بن مسعود، حضرت جبار بن صخر، حضرت حاتم بن ابی بلتعہ، حضرت عیاض بن ظہیر، حضرت ابواسید الساعدی، حضرت عبداللہ بن حذافہ، حضرت معبد بن عباس، معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی رضی اللہ عنہم۔

خلیفۂ چہارم دامادِ رسول

حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

کے حالاتِ زندگی

سلسلہ نسب وکنیت

حضرت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔کنیت ابوالحسن تھی مگر حضور ﷺ نے کنیت ابوتراب فرمائی۔

والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا، جنھوں نے ہاشمی خواتین میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی۔حضرت علی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔رشتہ مؤاخات میں حضور ﷺ کے بھائی۔اس کے علاوہ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی بھی تھے۔آپ عالم ربانی، بڑے شجاع، بے بدل زاہد اور زبردست خطیب تھے۔آپ نے قرآن کریم جمع کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔بنی ہاشم میں سب سے پہلے خلیفہ ہیں۔اسلام میں قدیم ہیں اوّل آپ ہی اسلام لائے۔

ابویعلی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے دو شنبہ کے روز اعلانِ نبوت فرمایا اور دوسرے دن سہ شنبہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ایمان لاتے وقت عمر شریف 10 برس تھی۔حسن بن زید کہتے ہیں کہ آپ نے صغرسنی میں بھی بت پرستی نہ کی۔

ہجرت کی رات رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: اے علی! میرے بعد چند روز تک قیام کر کے لوگوں کی امانتیں اور وصیتیں جو خدا کے رسول ﷺ کے پاس تھیں ان کو مالکوں کے حوالے کر کے مدینہ منورہ ہجرت کرنا۔انھوں نے اس کی پوری تعمیل کی۔تمام غزوات میں سوائے غزوۂ تبوک کے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے۔غزوۂ تبوک کے موقع پر خدا کے نبی ﷺ نے اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر مدینہ میں چھوڑ دیا۔باقی تمام غزوات میں بہادرانہ دلاورانہ کمالات دکھائے جو بڑے

مشہور ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد میں آپ کو سولہ زخم آئے جس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ جنگ خیبر میں آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم مرحمت فرمایا اور پیش گوئی فرمائی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فتح ہوگی۔ آپ کی شجاعت اور قوتِ بازو کے کارنامے اور شاندار نتائج بہت مشہور ہیں۔ آپ جسم کے فربہ تھے۔ خود استعمال کرنے کی وجہ سے سر کے بال اڑے ہوئے تھے۔ آپ میانہ قد مائل بہ پستی مگر بڑے قوی تھے۔ پیٹ تناسبِ اعضا کے مقابلہ میں قدرے بھاری تھا۔ ریش مبارک دراز تھی۔ مونڈھوں کے درمیان کا گوشت بھرا ہوا، پیٹ کے نیچے کا جسم بھاری، رنگ گندمی اور جسم پر لمبے لمبے بال تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ خیبر میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی پیٹھ پر خیبر کا دروازہ اٹھایا تھا اور مسلمان اس دروازے پر چڑھ چڑھ کر قلعہ کے اندر داخل ہوگئے اور خیبر کو فتح کرلیا۔ اس کے بعد وہ دروازہ پھینک دیا۔ جب اس دروازے کو آپ نے پھینک دیا تو جنگ سے فارغ ہو کر 80 افراد نے مل کر اس دروازے کو ہلانا چاہا مگر ہلا نہ سکے۔

بخاری نے ''ادب،، میں سہل بن سعد سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نام (کنیت) ابوتراب بہت پسند آئی۔ جب بھی کوئی اس نام سے پکارتا تو آپ بہت خوش ہوتے کہ یہ کنیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمائی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ جب حضرت علی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کسی بات پر ناراض ہوئے اور مسجد میں آ کر لیٹ گئے تو بدن پر کچھ مٹی لگ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس بلانے کے لیے مسجد گئے اور بدن سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا: اے ابوتراب! (مٹی کے باپ!) اٹھو! اس دن سے کنیت ''ابوتراب،، مشہور ہوگئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک سو چھیاسی (186) احادیث مروی ہیں۔

روایت کرنے والے آپ کے تینوں صاحبزادے حضرت امام حسن وحسین، محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہم اور حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابوسعید، حضرت زید بن ارقم، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوامامہ، حضرت ابوہریرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین حضرات رحمہم اللہ شامل ہیں۔

فضیلتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

بخاری ومسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوۂ تبوک میں جب مدینہ منورہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا گیا تو آپ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ رہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمھیں اس طرح چھوڑے جا رہا ہوں جس طرح حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون (علیہما الصلوٰۃ والسلام) کو چھوڑا تھا۔ بس فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (یہ حدیث احمد، بزار اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے)۔

بخاری ومسلم نے حضرت سہیل بن سعد سے روایت کی ہے کہ جنگ خیبر میں ایک روز نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ پرچم اسلام میں کل اس شخص کے حوالے کروں گا جس کے ہاتھوں ان شاء اللہ تعالیٰ خیبر فتح ہوگا۔ وہ شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) بھی اس سے راضی ہیں۔ لوگ خواہشمند تھے، ان میں سے ہر ایک آرزو رکھتا تھا کہ یہ فخر اس کو حاصل ہو جائے۔ دوسرے روز صبح کو لوگ اکٹھے ہوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ علی (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: حضور! وہ آشوبِ چشم

میں مبتلا ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً بلانے کا حکم صادر فرمایا۔ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن شریف لگایا تو آنکھیں ٹھیک ہوگئیں اور پھر کبھی خراب نہ ہوئیں۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علَم اسلامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا۔

صحیح مسلم میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت آیت مباہلہ نازل ہوئی: "نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَ اَبْنَاءَکُمْ"

(پ ۳، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۴۱)

تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلا کر دعا کی کہ یہ میرے کنبہ کے لوگ ہیں۔ جب میں دعا کروں تو یہ آمین کہیں گے۔ عیسائی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے کہ بد دعا نہ لگ جائے۔

ترمذی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ جو علی سے محبت رکھے، اے مولا! تو اس سے محبت رکھ! اور جو علی سے بغض رکھے، مولا! تو بھی اس سے دشمنی رکھ!

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا حکم

ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت حبشی جنادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ان میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ باقی تین حضرت ابوذر، حضرت مقداد اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم ہیں۔

جب رسولِ خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے مابین رشتہ مؤاخات قائم ہوگیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بچشم گریاں حاضر خدمت ہوئے اور حضور



ﷺ سے عرض کی کہ آپ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان رشتہءِ مؤاخات قائم فرمایا ہے مگر میں باقی رہ گیا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

مومن اور منافق کی پہچان

مسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانہ دانہ اُگایا اور جان پیدا کی کہ مجھ سے محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن تم سے محبت کرے گا اور منافق بغض رکھے گا۔

حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملک یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو آپ نے عرض کی کہ میں ابھی الھڑنا تجربہ کار جوان ہوں۔ اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: اللہ! اس کے سینے کو روشن کر دے! اس کی تاثیر یہ ہوئی کہ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی فیصلے میں تردّد پیدا نہ ہوا۔ بغیر شک و شبہ کے ہر مقدمہ کا فیصلہ سنایا۔

اقوالِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ ہی سب سے پہلے بہتر فیصلہ کرنے والی قاضی ہیں۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ سب سے بہتر وہ فیصلہ کرنے والے ہیں۔ ہمیشہ ان کا جواب درست پایا۔

حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمر کے پاس کوئی مشکل

قضیہ آتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے کہ کہیں غلط فیصلہ نہ ہو جائے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب ان کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ سنت کا جاننے والا اور کوئی نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمام لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں مگر میں اور علی ایک ہی درخت سے ہیں۔

ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوا وہ اور کسی کی شان میں نازل نہیں ہوا۔ ان کی شان میں تین سو (300) آیات نازل ہوئیں۔

البزار نے حضرت سعد سے روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس مسجد میں سوائے میرے اور علی کے کسی کے لیے حلال نہیں کہ جنبی حالت میں مسجد میں داخل ہو۔

طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ طبرانی نے اپنی اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ میں اٹھارہ (18) صفات ایسی ہیں جو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نہیں ہیں۔

ابو یعلی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تین صفتیں ایسی ہیں کہ اگر مجھے ان میں سے ایک بھی مل جائے تو میرے نزدیک وہ تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہوتی۔ اوّل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کیا۔ دوم یہ کہ دونوں کو مسجد میں رکھا

اور جو کچھ ان کو وہاں حلال ہے دوسرے کو نہیں۔ تیسرے جنگ خیبر میں ان کو علم عطا ہوا۔

طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے علی (رضی اللہ عنہ) کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا اس نے خدا تعالیٰ کو محبوب رکھا، اور جس نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی اور مجھ سے دشمنی خدا تعالیٰ سے دشمنی ہو گی۔

البزار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمھاری مثال حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) جیسی ہے کہ یہودیوں نے یہاں تک ان سے عداوت و بغض رکھا کہ ان کی معصوم ماں "مریم رضی اللہ عنہا" پر بہتان لگایا۔ مگر نصاریٰ نے اتنی محبت کی جس کے وہ لائق نہیں تھے۔ یاد رکھو! دو چیزیں انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔ ایک تو اتنی محبت کے وہ محبوب میں وہ باتیں سمجھنے لگے جو حقیقت میں اس میں موجود نہ ہوں۔ دوسرے اس قدر شدید بغض و عداوت کہ برا کہتے کہتے تہمت لگانے سے بھی نہ چوکے۔

طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی (رضی اللہ عنہ) قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہے۔ دونوں مجھ سے جدا ہو کر کوثر پر پھر ملیں گے۔

احمد نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو شخص سب سے زیادہ شقی ہیں۔ ایک آلِ ثمود جنھوں نے حضرت صالح (علیہ السلام) کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں۔ دوسرے وہ شخص جو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے سر پر تلوار مارے گا اور ان کی ڈاڑھی خون سے تر ہو گی۔

خلافتِ علی رضی اللہ عنہ اور بیعت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دوسرے دن تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے سوا مدینہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ہمراہ لے کر مکہ مکرمہ ہوتے ہوئے بصرہ پہنچے اور یہاں پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کیا۔ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو آپ بھی عراق پہنچے۔ بصرہ راستے میں پڑتا تھا، یہاں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضراتِ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آمنا سامنا ہوا۔ یہاں پر جنگ ہوئی جو ''جنگ جَمل،، کے نام سے مشہور ہے، اس جنگ میں حضراتِ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے۔ ان کے علاوہ طرفین کے تیرہ ہزار (13000) مسلمان کام آئے۔ یہ واقعہ جمادی الثانیہ 36 ہجری کو پیش آیا۔ بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پندرہ روز قیام کیا پھر کوفہ تشریف لے گئے۔

جنگِ صِفّین

کوفہ پہنچنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خروج کیا، ان کے ساتھ شامی لشکر تھا۔ کوفہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر صفین کے مقام پر ماہِ صفر 37 ہجری میں اس خروج کا مقابلہ کیا اور کئی روز تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر حضرت عمرو بن العاص کے غور و فکر کے بعد شامیوں نے قرآنِ کریم نیزوں پر بلند کر دیے تو لوگوں نے لڑائی بند کر دی۔

طرفین کی صلح کے لیے ایک ایک شخص حَکَم مقرر ہوا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حَکَم مقرر ہوئے۔ دونوں نے ایک معاہدہ تحریر کیا کہ آئندہ سال

ازرح مقام پر جمع ہو کرامت کی صلح کے لیے گفتگو کریں گے۔اس معاہدہ کے بعد طرفین اپنے اپنے مقام کو واپس ہوئے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کو۔

خوارج کا ظہور

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے تو ایک جماعت خوارج کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہوگئی اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کر دیا اور "لَاحُکْمَ اِلَّالِلّٰہِ" کا نعرہ بلند کیا کہ خدا کے سوا کسی کا حکم نہیں۔ان کی سرکوبی کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں لشکر روانہ کیا اور طرفین میں جنگ ہوئی۔لڑائی کے بعد کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوگئے اور کچھ اپنے عقیدے پر جمے رہے اور مقابلہ سے بھاگ کر نہروان چلے گئے اور وہاں پہنچ کر لوٹ مار، ڈاکہ زنی کی وارداتیں شروع کر دیں۔نہروان پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سب کو ختم کیا۔اس موقع پر ذوالثد یہ منافق بھی مارا گیا۔یہ جنگ 38ھ میں ہوئی۔

ازرح میں اجتماع اور حکم کا فیصلہ

38ہجری میں سابقہ معاہدے کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ازرح کے مقام پر جمع ہوئے۔حضرت عمرو بن عاص اپنی چرب زبانی اورزورِ بیان سے حضرت ابوموسیٰ اشعری پر چھا گئے اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت سے معزول کر دیا۔حضرت عمرو بن عاص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت پر فائز کر کے ان سے بیعت کر لی۔اس فیصلہ سے لوگوں میں سخت اختلاف پیدا ہوگیا۔مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ

خلافت پر بدستور قائم رہے، لوگ ساتھ رہے اور خلیفہ تسلیم کیے رکھا۔ مگر بہت لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ گئے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ فیصلہ ان کے حق میں نہ ہوا۔

خوارج کی سازش

17 رمضان 40 ہجری کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رات کو خواب میں انھوں نے خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ آپ کی امت نے میرے ساتھ کج روی اختیار کی ہے اور سخت نزع کی حالت پیش کردی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: تم اللہ سے دعا کرو! چنانچہ میں نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کہ: ''الٰہی! مجھے تو ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں مجھے پہنچادے! اور میری بجائے ان لوگوں کا ایسے شخص سے واسطہ ڈال جو مجھ سے بدتر ہو''۔ ابھی یہ دعا فرما ہی رہے تھے کہ صبح کی اذان کے لیے ابن نباح مؤذن نے ''الصلوٰۃ الصلوٰۃ'' کی آواز دی۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے لیے گھر سے مسجد کی طرف چلے، لوگوں کو نماز کے لیے آواز دیتے جگاتے جاتے کہ اتنے میں ابن ملجم سامنے آ گیا اور اس نے اچانک آپ پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔ وار اس قدر شدید تھا کہ آپ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ پر جا کر پڑی۔ اتنے میں چاروں طرف سے لوگ دوڑے اور قاتل کو پکڑ لیا۔ چونکہ زخم کاری تھا اس لیے بچنا مشکل تھا۔ پھر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک ہفتہ تک بقید حیات رہے۔ آخر کار اتوار کی شب ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، اور بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہو گئی۔ حضرت حسن و حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ اور دار العمارت کوفہ میں رات کے وقت آپ کو دفن کیا گیا۔ ابن ملجم گرفتار کیا جا چکا تھا، اس کے جسم کے ٹکڑے کر کے ایک ٹوکرے میں

رکھ کر آگ لگا دی گئی اور وہ جل کر خاکستر ہوگیا۔ یہ واقعات ابن سعد نے ''طبقات،، میں لکھے ہیں۔ جنھیں مختصراً پیش کیا جاتا ہے تفصیل کی گنجائش نہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جائے تو خاموش رہو! خواہ ان سے قتل ہی کیوں نہ ہوجائے۔ اس لیے اس پر تبصرہ اور تنقید نہیں۔ سدّی کا بیان ہے کہ ابن ملجم ایک خارجہ عورت پر جس کا نام ''قطام،، تھا، عاشق ہوگیا اور اس نے اپنے مہر میں تین ہزار درہم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل رکھا تھا، جسے پورا کرنے کے لیے اس نے یہ جرم کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزار

ابوبکر بن عیاش سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کو ظاہر نہ کیا گیا کہ کہیں خارجی بدبخت اس کی بے حرمتی نہ کریں۔ شریک سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جسد مبارک حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے مدینہ منورہ منتقل کر دیا تھا۔ مبرد نے محمد بن حبیب کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل ہونے والی پہلی نعش حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تھی۔

عمر شریف حضرت علی رضی اللہ عنہ

شہادت کے وقت (17 رمضان المبارک 40ھ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر شریف 63 برس تھی۔

خلافتِ ابوبکر و عمر کے بارے حضرت علی رضی اللہ عنہم کا حقیقت افروز بیان

ابن عساکر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لے گئے تو وہاں پر حضرت ابن الکواء اور قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہوکر دریافت کیا اور کہا کہ آپ اپنی خلافت کے بارے میں حقیقت واضح

کریں کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہو گے۔ اور جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں ایسا ہے، کیا یہ سچ ہے؟ کیوں کہ آپ سے زیادہ کون اس معاملہ پر حقیقت کو واضح کرسکتا ہے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا خیال غلط ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے کوئی وعدہ فرمایا تھا۔ جب میں نے آپ کی نبوت کی سب سے پہلے تصدیق کی تو اب آپ ﷺ پر جھوٹ کیوں تراشوں؟ اگر فی الواقع حضور ﷺ نے اس قسم کا کوئی وعدہ کیا ہوتا تو میں حضور ﷺ کے منبر پر حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو کھڑا کیوں ہونے دیتا، میں ان کو قتل کر ڈالتا، خواہ میرے ساتھ کوئی نہ ہوتا۔ سب کو معلوم ہے کہ خدا کے رسول ﷺ نے دفعتاً انتقال نہ فرمایا بلکہ حضور ﷺ چند روز تک مرض الموت میں مبتلا رہے۔ اور جب بیماری نے شدت اختیار کی اور مؤذن نے آپ کو نماز پڑھانے کے لیے حسب معمول بلایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ انھوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے حکم سے نماز پڑھائی اور حضور سید عالم ﷺ نے مشاہدہ فرمایا۔ اس عرصہ میں ایک بار آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے حضور ﷺ کو ارادہ سے باز رکھنا چاہا تو حضور ﷺ نے غصہ میں فرمایا: تم یوسف کے زمانہ کی عورتیں ہو۔ اور فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نماز پڑھائیں گے۔ حضور ﷺ کا وصال ہوا تو ہم نے اپنے معاملات میں غور کیا تو اسی شخص کو اپنی دنیا کے لیے منتخب کیا جس کو دین کے لیے حضور ﷺ نے منتخب فرمایا۔ کیونکہ نماز دین کی اصل ہے اور خدا کے محبوب ﷺ دین و دنیا دونوں کے قائم رکھنے والے ہیں۔ لہٰذا ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی، کہ آپ ہی اس کے اہل تھے۔ اسی واسطے خلافت میں کسی نے اختلاف نہ کیا۔ اس بنا پر میں نے بھی اطاعت کی اور اس کا حق ادا کیا۔ آپ کے لشکر میں شامل ہو کر کفار سے جنگ کی،

بیت المال اور مالِ غنیمت سے جو ملا بخوشی قبول کیا، جہاں کہیں جنگ کے لیے بھیجا وہاں گیا اور دل کھول کر لڑا۔ یہاں تک کہ ان کے حکم سے شرعی سزائیں بھی دیں اور حدیں جاری کیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو آپ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا گئے۔ وہ خلیفہ اوّل کے بہترین جانشین رہے اور سنت نبوی پر عمل کیا اور ہم نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے پر کسی نے اختلاف نہ کیا اور یقینی طور پر کوئی بھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے بیزار نہ ہوا۔ پہلے کی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھی میں نے حقوق ادا کیے اور ان کی مکمل طور پر اطاعت کی ، جو کچھ انھوں نے مجھے دیا، میں نے قبول کیا۔ انھوں نے جنگوں میں بھیجا جہاں میں نے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور آپ کے عہد میں اپنے کوڑوں سے بھی مجرموں کو سزا دی۔

خلافتِ حضرت عثمان کے بارے حضرت علی رضی اللہ عنہما کا ارشاد

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو میں نے غور کیا کہ اب میری خلافت میں اعتراض نہ ہوگا۔ لیکن شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں ایسا خلیفہ نامزد نہ کریں جس کے اعمال کا خود انھیں قبر میں جواب دینا پڑے، اس خیال کے پیش نظر انھوں نے اپنی اولاد میں سے بھی کسی کو نامزد نہ کیا۔ اگر عمر رضی اللہ عنہ خود کسی کو خلیفہ بناتے تو لازمی طور پر اپنے بیٹے کو خلیفہ بناتے، لیکن ایسا نہ کیا گیا بلکہ انتخاب کو چھ قریشیوں کے سپرد کیا، جن میں ایک میں بھی تھا۔ جب انتخاب خلیفہ کے لیے مجلس طلب کی گئی تو مجھے خیال آیا کہ اب خلافت کا بار میرے کندھوں پر رکھ دیا جائے گا اور یہ مجلس میرے برابر کسی اور کو اہمیت نہ دے گی اور مجھے خلیفہ مقرر کرے گی۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہم سب سے وعدہ لیا کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جسے چاہے خلیفہ مقرر کر دے، ہم اس کی اطاعت کریں گے۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا

ہاتھ پکڑ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔اس وقت میں نے سوچا کہ میری اطاعت، میری بیعت پر غالب آ گئی اور جو مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا وہ دراصل دوسرے کی بیعت کے لیے تھا۔بہرحال میں نے اس وقت بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔اور خلفائے سابقین رضی اللہ عنہم کی طرح ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حقوق ادا کیے۔

ان کی قیادت میں بھی جنگیں لڑیں،ان کے عطیات قبول کیے اور شرعی سزائیں بھی دیں۔پھر مجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادے کے بعد خیال ہوا کہ دونوں خلیفہ انتقال کر چکے جن سے میں نے بیعت کی تھی اور جن کے لیے مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہ بھی رخصت ہو گئے۔یہ سوچ کر میں نے بیعت لینا شروع کردی۔چنانچہ مجھ سے اہل حرمین شریفین (مکہ اور مدینہ) کے باشندوں نے اور بصرہ وکوفہ کے باشندوں نے بیعت کرلی۔اب خلافت کے لیے میرے مقابل وہ شخص کھڑا ہوا جو قرابت علم اور سبقت اسلام میں میرے برابر ہو ہی نہیں سکتا تھا اور میں ہر طرح اس کے مقابلہ میں خلافت کا زیادہ حق دار تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا کا اثر

طبرانی اور ابونعیم نے زاذان کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ ارشاد فرمایا تو ایک شخص نے اس کو جھٹلایا۔آپ نے فرمایا: اگر تو جھوٹا ہے تو میں تیرے لیے بددعا کردوں؟ اس نے ہاں کی تو آپ نے بددعا کی،وہ اسی وقت اندھا ہو گیا۔ابھی جگہ سے بھی نہ ہلا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال

مدائنی کہتے ہیں کہ کوفہ میں قیام کے زمانہ میں دانشمندانِ عرب میں سے ایک

نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے امیر المومنین! بخدا آپ نے مسند خلافت کو زینت بخشی اور درجہ خلافت کو بلند کیا مگر خلافت نے آپ کو بلند و بالا نہ کیا۔ خلافت آپ ہی کی محتاج تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال میں جھاڑو دیتے تھے۔ سارا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیتے تھے، پھر نماز پڑھتے تھے، تاکہ گواہی ہو جائے کہ مسلمانوں سے بچا کر مال جمع نہ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مہر

ابن عساکر نے حضرت جعفر بن محمد کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انگشتری چاندی کی تھی جس پر" نِعْمَ الْقَادِرُ" تحریر تھا، مگر عمر بن عثمان کہتے ہیں کہ اس کی عبارت "اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ" تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ دو آدمی صبح کے وقت کھانا کھانے بیٹھے تھے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ اتنے میں ایک آدمی آیا اور سلام کیا تو انھوں نے اس کو بھی کھانے میں شریک کر لیا۔ تینوں نے مل کر وہ روٹیاں کھالیں۔ اس تیسرے آدمی نے جاتے وقت آٹھ (8) درہم ان کو دیے اور کہا کہ اس کو تم دونوں آپس میں تقسیم کر لو! میں نے جو کھایا ہے یہ اس کی قیمت ہے جو ادا کر دی ہے۔ اس رقم کی تقسیم پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا کہ پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میں پانچ درہم لوں گا، باقی تین تمھارے ہیں کہ تمھاری صرف تین روٹیاں تھیں۔ لیکن ان میں تنازع اس پر ہوا کہ روٹیاں اور چیز ہیں اور رقم کی تقسیم اور چیز۔ رقم نصف نصف تقسیم ہو گی۔ وہ آپس میں جھگڑے تو قضیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس برائے فیصلہ پیش ہو گیا۔ آپ نے دونوں کی بات سن کر تین روٹیوں والے سے

فرمایا: تمھارا ساتھی جو کہتا ہے ٹھیک ہے اس کی قبول کرلو کہ اس کی روٹیاں زیادہ تھیں، تم اپنے حصہ کے تین درہم لے لو۔ اس فیصلہ کو سن کر تین روٹیوں والے نے کہا کہ فیصلہ غیر منصفانہ ہے، اس لیے میں راضی نہیں ہوں۔ تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فیصلہ غیر منصفانہ نہیں ورنہ تمھیں ایک درہم اور تمھارے ساتھی کو سات درہم ملیں گے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ آپ مجھے سمجھا دیجیے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آٹھ روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے تم تین آدمیوں نے کھائے۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کس نے کم کھائے ہیں اور کس نے زیادہ کھائے ہیں اس لیے اپنی روٹیوں کے برابر حصے کرلو۔ پس تمھاری روٹیوں کے نو ٹکڑوں میں سے تم نے آٹھ کھائے اور صرف ایک ٹکڑا باقی بچا اور تمھارے ساتھی نے صرف آٹھ ٹکڑے کھائے ہیں اس لیے تم ایک ٹکڑے کے عوض ایک درہم اور اس کے سات ٹکڑوں کے عوض سات درہم ملنا چاہئیں۔ اس تفصیل کے بعد اس نے فیصلہ قبول کرلیا۔

ابن ابی شیبہ نے عطا سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص پر دو شخصوں نے چوری کی گواہی دی، آپ نے تفتیش فرمائی اور فرمایا: میں جھوٹے گواہوں کو سزا دوں گا، اور جب کبھی میرے پاس جھوٹے گواہ آئے ہیں میں نے ان کو سخت سزائیں دی ہیں۔ پھر آپ نے ان کو گواہی کے لیے طلب کیا تو معلوم ہوا کہ وہ پہلے ہی فرار ہو چکے ہیں جس پر آپ نے ملزم کو بری کر دیا۔

عبدالرزاق نے ''مصنف،، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص اپنے ساتھی کو لے کر حاضر ہوا اور کہا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے خواب میں تیری ماں کے ساتھ زنا کیا ہے۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ جاؤ اس شخص کو دھوپ میں کھڑا کرو جس نے خواب میں زنا کیا ہے اور اس کے سائے کو کوڑے مارو، مراد یہ ہے کہ وہ مجرم نہیں۔

عمل صالح کی ترغیب

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشادفرمایا: ہروہ کام کروجو بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو اورعمل صالح کرنے میں زیادہ سے زیادہ کوشش کروکیونکہ عمل صالح بغیرتقویٰ کے قبول نہیں ہوتا۔اورحقیقت بھی یہی ہے کہ وہ عمل کیسے قبول ہوجس میں خلوص نہ ہو۔

قدر کی تعریف

حارث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسئلہ قدر کی وضاحت چاہی۔آپ نے جواب دیا: قدروہ تاریک راستہ ہے جس پر چلنا ممکن نہیں۔دوبارہ پوچھا گیاتو فرمایا: بہت گہرا سمندر ہے،اس میں غوطہ نہ لگاؤ۔اس میں نہ گھسو کہ مسئلہ قدر کا وجدان نہ کرسکو گے۔اس نے پھردوہرایاتو آپ نے فرمایا: مسئلہ قدروہ سرِ الٰہی ہے جوتم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے،اس کی تفتیش مت کرو۔جب اس نے پھراصرار کیاتو فرمایا: تم یہ بتاؤ کہ خالقِ ارض وسما نے تم کواپنی مرضی کے مطابق پیدا کیایا تمھاری مرضی کے مطابق؟اس نے جواب دیا کہ جس طرح اس نے چاہاپیدا کیا۔اس پرفرمایا کہ وہ جس طرح چاہے تم کواستعمال بھی کرسکتا ہے۔یہی قدر ہےاورتقدیر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نےفرمایا کہ رنج وغم میں مصیبت کا آنا بھی ایک مقام ہے جہاں پرپہنچ کر رنج وغم ختم ہوجاتے ہیں۔اورجب کسی پر مصیبت پڑتی ہےتووہ اپنی انتہا تک پہنچ کررہتی ہے۔عاقل کوچاہیے کہ جب اس پرکوئی مصیبت آن پڑےتواس کے دفعیہ کی کوشش نہ کرے یہاں تک کہ مدت گزرجائے ورنہ اختتام مدت سے پہلے اس کےدفعیہ کی تدابیر اپنے ساتھ مصیبتیں لےکرآتی ہیں۔

ایک شخص نے پوچھا کہ سخاوت کسے کہتے ہیں؟حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بغیر طلب کچھ دینا سخاوت ہےاورمانگنے پردینا بخشش ہے۔

معصیت کی سزا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ معصیت کی سزا یہ ہے کہ عبادت میں سستی پیدا ہو جاتی ہے، معیشت میں تنگی اور لذت میں کمی آ جاتی ہے۔ حلال کی خواہش اس شخص میں پیدا ہوتی ہے جو حرام کی کمائی چھوڑ دے اور اس کی پوری کوشش کرتا رہے۔

صاحبانِ علم کی حالت

یحییٰ بن جعدہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حاملین قرآن! قرآن پر عمل کرو اس لیے کہ عالم وہی شخص ہے جو علم حاصل کر کے اس پر عمل بھی کرے اور اپنے عمل کو علم کے مطابق بنائے۔ قریب ہے کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو علم تو حاصل کریں گے مگر وہ علم ان کے حلق کے نیچے نہ جائے گا اس لیے ان کا باطن ان کے ظاہر کے خلاف ہوگا۔ ان کا عمل ان کے علم کے بالکل متضاد ہوگا۔ اور نوبت یہاں تک کہ اپنے پاس بیٹھنے والے پر محض اس کے برابر بیٹھنے پر غصہ کرے گا اور کہے گا کہ اٹھ کر دوسری جگہ بیٹھے۔ ان لوگوں کے عمل خدا تک نہ پہنچیں گے، نہ مقبول ہوں گے۔ خوش اخلاقی بہترین چیز ہے، عقل و شعور بہترین ساتھی اور ادب بہترین میراث مگر غم و اندوہ تکبر سے بھی بدتر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصایائے دمِ واپسیں

عقبہ بن ابی صہباء کہتے ہیں کہ جب ابن ملجم نے آپ پر تلوار کا وار کیا اور آپ زخمی ہو گئے تو امام حسن رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: بیٹے! میری ان چار باتوں کے ساتھ چار باتیں یاد رکھنا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کیا ہیں تو آپ نے فرمایا: سب سے بڑی تونگری عقل کی توانائی ہے۔ حماقت سے زیادہ کوئی مفلسی اور تنگدستی نہیں۔ غرور و تکبر سب سے سخت

وحشت ہے۔ سب سے عظیم خلق، کرم ہے۔ اور دوسری باتوں کے متعلق فرمایا کہ:

۱۔ احمق کی محبت سے بچو کیونکہ وہ تم کو نفع پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے مگر تم کو نقصان پہنچاتا ہے۔

۲۔ جھوٹ سے پرہیز کرو کیونکہ وہ بعید کو قریب اور قریب کو بعید بنا دیتا ہے۔

۳۔ بخیل سے بچو کہ وہ تم کو ان چیزوں سے جھڑ کے گا جن کی تمھیں حاجت ہو۔

۴۔ فاجر سے کنارہ کشی کرو کیونکہ وہ تمھیں تھوڑی چیز کے بدلے فروخت کر ڈالے گا۔

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: بتایئے کہ ہمارا رب کب سے ہے؟ یہ سن کر آپ غصے میں آ گئے اور فرمایا: وہ ایسی ذات نہیں کہ کبھی نہیں تھا پھر ہو گیا۔ وہ ہمیشہ سے ہے، نہ اس کی کوئی ابتدا ہے نہ انتہا۔ تمام نہایتیں اسی پر ختم ہیں اور وہ ہر انتہا کی انتہا ہے۔ یہ سن کر وہ مسلمان ہو گیا۔

دراج نے قاضی شریح کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ کھو گئی اور اس کو ایک یہودی کے پاس دیکھا تو کہا کہ میری زرہ واپس کرو کیونکہ نہ میں نے اسے فروخت کیا نہ ہبہ کیا، تو کیسے مالک بن گیا؟ مگر اس نے کہا کہ وہ زرہ اس کی ہے کیونکہ اس کے قبضہ میں ہے۔ اس پر قاضی شریح کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ قاضی شریح نے پوچھا کہ دعویٰ کیا ہے؟ فرمایا: یہ زرہ میری ہے، نہ میں نے اس کو فروخت کیا ہے نہ ہبہ۔

قاضی نے یہودی سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ یہ زرہ میری ہے کہ میرے قبضہ میں ہے۔ قاضی شریح نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کے گواہ بھی ہیں؟ تو جواب میں فرمایا: ہاں! ایک میرا غلام قنبر اور دوسرا میرا فرزند حسن (رضی اللہ عنہ) اس

کے گواہ ہیں کہ یہ زرہ میری ملکیت ہے۔ قاضی شریح نے کہا کہ بیٹے کی گواہی باپ کے واسطے مقدمہ میں قبول نہیں ہوتی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل جنت کی گواہی کیوں کر درست نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) اہل جنت کے سردار ہیں۔ اس پر یہودی نے کہا: اے امیر المومنین! آپ مقدمہ کے قضیہ کے لیے قاضی کے پاس آئے ہیں، حالانکہ خود صاحبِ اختیار ہیں، اور پھر قاضی نے آپ پر اس قدر جرح بھی کی ہے جس طرح عام لوگوں کے ساتھ۔ میں نے جان لیا کہ آپ کا دین سچا ہے کہ یہی سچائی کی دلیل ہے، اور کہا کہ بے شک یہ زرہ آپ ہی کی ہے اور میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

تفسیر قرآن اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: بخدا جتنی آیاتِ قرآن نازل ہوئی ہیں، ان کا علم مجھے ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں اور کہاں، کس طرح نازل ہوئی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے قلب سلیم، عقل و شعور اور زبان کی گویائی عطا فرمائی۔ مجھ سے پوچھو! میں ہر آیت کی بابت جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو، میدان میں اتری یا پہاڑ پر۔

ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے کچھ دیر ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور کہا کہ آپ کو میری بیعت میں تامل ہے؟ آپ نے کہا: نہیں! مگر میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن پاک کو اس کی تنزیل کے مطابق جمع نہیں کر لوں گا اس وقت تک سوائے نمازِ پنجگانہ کے میں اپنی چادر نہ اوڑھوں گا۔ (یعنی اور کسی کام کے لیے مستعدی نہیں کروں گا)

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ کا باعتبارِ تنزیل جمع کردہ

قرآن پاک مل جاتا تو مزید معلومات حاصل ہوتیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوالِ حکمت

آپ نے فرمایا کہ زیادہ ہوشیاری دراصل بدگمانی ہے (ابن حبان)۔ ہاتھ جسم کے بہت قریب ہے مگر گل سڑ جانے پر کاٹ دیا جاتا ہے اور پھر اسے داغنا پڑتا ہے۔ (ابو نعیم)

ہماری یہ پانچ باتیں یاد رکھو!

۱۔ کوئی شخص گناہ کے سوا کسی چیز سے خوف زدہ نہ ہو۔

۲۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے امید رکھیں۔

۳۔ کسی چیز کے سیکھنے میں شرم نہ کرو۔

۴۔ عالم کو کسی چیز کے مسئلہ کی دریافت کرنے پر، جبکہ وہ اس مسئلہ سے کماحقہ واقف نہ ہو، یہ کہنے میں شرم نہیں کرنا چاہیے کہ میں اس سے واقف نہیں ہوں۔

۵۔ صبر اور ایمان کی مثال، سر اور جسم جیسی ہے۔ جب صبر جاتا رہے تو ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔ گویا سر اڑ گیا تو جسم ختم۔ (سنن ابن منصور)

کامل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور نہ گناہوں کی ڈھیل دے، نیز ان کو عذابِ الٰہی سے محفوظ بنانے کا اطمینان نہ دلائے۔ لوگوں کو قرآنِ کریم پڑھنے کی طرف مائل کرے۔ جس عبادت کی عبادت گزار کو خبر نہ ہو اس میں خیر کبھی نہیں ہوسکتا۔ وہ علم نہیں جس کو اچھی طرح سمجھا نہ گیا ہو، اور نہ یہ پڑھنا کہلاتا ہے۔

جو لوگوں میں انصاف کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سات باتیں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں: (شیطانی حرکات ہیں)

1. بہت زیادہ غصہ
2. زیادہ پیاس
3. قے آنا
4. جلد جلد جماہی کا آنا
5. نکسیر پھوٹنا
6. بول و براز
7. یادِالٰہی میں نیند کا غلبہ

فرمایا کہ انار کے دانے کو اس کی جھلی کے ساتھ کھائیں جو دانوں پر لپٹی ہوتی ہے، یہ مقوی معدہ ہے۔ فرمایا کہ عالم کے سامنے تیرا پڑھنا اور عالم کا تیرے سامنے پڑھنا برابر ہے۔ لوگ ایسا زمانہ بھی دیکھیں گے کہ مومن شخص کو غلام سے بھی زیادہ ذلیل سمجھا جائے گا۔ (سعید بن منصور)

نواسۂ رسول

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما

کے حالاتِ زندگی

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام حسن بن علی بن ابوطالب ابومحمد، سبط وریحانِ رسول اللہ ﷺ۔ آپ خدا کے رسول ﷺ کی حدیث کے مطابق آخری خلیفہ ہیں۔

ابن سعد نے عمران بن سلیمان سے روایت کیا ہے کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما دونوں نام اہل جنت کے ہیں اور جاہلیت میں یہ نام پہلے نہ تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت نصف رمضان المبارک 3 ہجری میں ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ، رسول اکرم ﷺ سے بہت مشابہ تھے۔ آپ کا نام نبی کریم ﷺ نے رکھا۔ ولادت کے ساتویں روز عقیقہ کیا گیا۔ سر مبارک کے بال اتار کران کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی چادر مبارک کے نیچے آنے والے پانچویں ہیں۔

فضائل امام حسن رضی اللہ عنہ

مفضل کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے نام پوشیدہ رکھے، جو خدا کے رسول ﷺ نے اپنے نواسوں کے لیے تجویز فرمائے تھے۔

بخاری ومسلم نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ حسن ان کے دوش مبارک پر تھے اور فرما رہے تھے کہ الٰہی! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پیار

امام بخاری نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر اس طرح رونق افروز پایا کہ آپ کے پہلو میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی حاضرین کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور فرماتے کہ یہ میرا بیٹا سید ہے، جس کے ذریعے رب تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) میری دنیا کے دو پھول ہیں اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نو جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرات حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) دونوں میرے بیٹے یعنی میری بیٹی کے فرزند ہیں۔ اے اللہ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما، اور جوان سے محبت کرتے ہیں تو ان کو بھی محبوب بنالے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دوش مبارک پر اٹھایا ہوا تھا کہ کسی نے کہا: اے صاحبزادے! تیری سواری کتنی اچھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار بھی کتنا اچھا ہے۔

ابن سعد، ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کی گردن یا پیٹھ پر بیٹھ جاتے۔ جب تک وہ خود نہ اترتے، حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہ اتارتے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں ہیں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاہائے مبارک کے اندر سے ہو کر دوسری طرف نکل گئے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب

امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔آپ بڑے بردبار، حلیم طبع، عزت وشان والے، پروقار، صاحبِ جاہ وحشم تھے۔آپ فتنہ وفساد اور خونریزی کو ناپسند فرماتے تھے۔آپ سخاوت میں بے بدل تھے۔بسا اوقات ایک ایک آدمی کو ایک ایک دو دو لاکھ درہم عطا فرماتے۔آپ نے بہت شادیاں کیں۔

حاکم نے عبداللہ بن عبید بن عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بغیر سواری کے پچیس حج کیے جس کی صورت یہ ہوتی کہ اعلیٰ قسم کے اونٹ ساتھ ہوتے لیکن ان پر سوار نہ ہوتے اور پاپیادہ راستہ طے فرماتے۔آپ رضی اللہ عنہ کی شیریں کلامی کا یہ عالم تھا کہ کسی سے تکلم فرماتے تو جی چاہتا کہ سلسلہ کلام جاری رکھیں اور خاموش نہ ہوں۔کبھی فحش بات نہ کہتے، سوائے ایک بار کے کہ حضرت حسن اور عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہما کے مابین زمین کے تنازعہ پر کوئی بات کہی جسے انھوں نے منظور نہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''تمھاری ناک خاک آلود ہو،، یہی فقرہ زبان سے نکلا۔

ابن سعد زریق بن سوار سے روایت کرتے ہیں کہ مروان اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے درمیان گفتگو ہوئی تو مروان نے ان کے سامنے گالیاں دیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔اسی دوران مروان نے اپنے دائیں ہاتھ سے ناک صاف کیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ افسوس! تجھے اتنا بھی پتہ نہیں کہ بائیں ہاتھ سے صاف کرنا چاہیے کہ دایاں ہاتھ وضو کے لیے ہے اور بایاں ہاتھ بول وبراز کے مقامات کے لیے۔اس پر وہ خاموش ہوگیا۔

ابن سعد، علی بن زید بن جدعان سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ اپنا تمام مال خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا۔اور تین بار نصف نصف مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔یہاں تک کہ ایک جوتا خیرات کیا اور ایک رکھ لیا، ایک موزہ

خیرات کیا اور ایک رکھ لیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بہت نکاح کیے۔ وہ اپنی نئی بیاہتا کو چند دن بعد طلاق دے دیتے۔ مگر اس کے باوجود جس عورت سے شادی کرتے وہ دل و جان سے ان پر فریفتہ ہو جاتی۔ اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ اے کوفہ والو! حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی نہ کرو کیونکہ وہ طلاق دینے کے عادی ہیں۔ مگر یہ سن کر ایک ہمدانی نے کہا کہ ہم ضرور اپنی بیٹیاں ان سے بیاہیں گے۔ جس کو وہ پسند کریں اسے رکھیں اور جسے چاہیں طلاق دے دیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے تحمل کا اعتراف مروان نے کیا

ابن عساکر نے جویریہ بن اسماء سے بیان کیا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازے میں مروان نے گریہ وزاری کی تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: اب روتا ہے اور زندگی میں ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ مروان نے کہا کہ میں ایسا اس شخص کے ساتھ کرتا تھا جو پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم و بردبار تھا۔

توکل علی اللہ

ابن عساکر نے مبرد سے بیان کیا کہ کسی شخص نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مفلسی کو تونگری سے اور بیماری کو تندرستی سے بہتر سمجھتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں راضی بر رضائے الٰہی ہوں اور خود کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑتا ہوں۔

خلافت سے دستبرداری

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد چھ ماہ تک خلافت کے منصب پر فائز رہے اور صرف اہالیانِ کوفہ نے بیعت کی۔ اس کے

بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس آ کر خدا کو حَکَم اور فیصلہ دہندہ بنا کر خلافت کو اپنے لیے تسلیم کرالیا اور شرط یہ رکھی کہ فی الوقت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) خلیفہ ہوں گے ،ان کی وفات کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ مدینہ،عراق اور حجاز کے باشندوں پر ٹیکس نہ ہوگا،حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ذمہ جو قرض ہے اس کی ادائیگی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کریں گے۔اس پر صلح ہوگئی اور خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پورا ہوگیا کہ میرے اس بیٹے کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔امام حسن رضی اللہ عنہ ماہِ ربیع الاول ۴۱ ہجری دست بردارِ خلافت ہو گئے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دوست آپ کو "اے عار المسلمین!" کہتے تو جواب میں فرماتے کہ عار،نار سے بہتر ہے۔میں نے پسند نہ کیا کہ قتال وجدال کراؤں۔اور جب اعتراض ہوا تو فرمایا:صرف اللہ تعالیٰ کی رِضامندی کے حصول کے لیے دست بردار ہوا ہوں تا کہ امت محمدی کا خون مفت میں نہ بہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دے دیا گیا

آپ کو خفیہ طور پر زہر دیا گیا جو آپ کی شہادت کی وجہ بنا۔

تاریخ شہادت

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت زہر خورانی سے ۵ ربیع الاول ۵۰ ہجری کو ہوئی۔امام حسین رضی اللہ عنہ نے بہت کوشش کی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نشان دہی کر دیں کہ کس نے زہر دیا،مگر نام بتانے کی بجائے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی انتقام لینے والا ہے۔میں کسی پر گمان کیوں کروں جبکہ وہ قاتل نہ ہو۔

شہادت کے سلسلہ میں خواب

ابن سعد نے عمران بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ امام

حسن رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''قل ھواللہ احد،، لکھا ہوا ہے۔ جس وقت آپ نے یہ خواب بیان کیا تو اہل بیت بہت خوش ہوئے ۔لیکن جب حضرت سعید بن میتب رضی اللہ عنہ نے یہ خواب سنا تو انھوں نے کہا کہ اگر آپ کا یہ خواب سچا ہے تو آپ کی حیات کے چند روز باقی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس خواب کے دیکھنے کے بعد صرف چند روز بقید حیات رہے اور آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر ہلاک کر دیا گیا۔

ابن عسا کر نے ہشام کے والد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ امام حسن رضی اللہ عنہ بہت تنگ دست ہو گئے، کیونکہ جو وظیفہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو سالانہ بھیجتے تھے وہ رک گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو بہت تنگی پیش آئی۔ یاددہانی کرانے کے لیے قلم دوات طلب کیا تو کچھ سوچ کر نہ لکھا۔ اسی روز خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فرزند! کیا حال ہے؟ عرض کیا: اچھا ہوں مگر تنگ دست ہوں۔ یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی لیے تم نے قلم دوات منگوائی تھی کہ ایک مخلوق سے کہو اور مدد مانگو۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ارادہ تو یہی تھا۔ آپ فرمائیں کیا کروں؟ جواب ملا کہ یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَائَكَ وَاقْطَعْ رَجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْا اَحَدًا غَیْرَكَ ○ اَللّٰھُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْہُ قُوَّتِیْ وَمَا قَصُرَ عَنْہُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَہِ اِلَیْہِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْہُ مَسْئَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِہٖ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ ○

الٰہی! میرے دل میں اپنی آرزو پیدا کر دے اور دوسروں سے میری تمنائیں یوں ختم کر دے کہ پھر میں تیرے سوا کسی سے امید وابستہ نہ رکھوں۔ الٰہی! میری قوتوں کو کمزور نہ بنا، میرے نیک اعمال کو کوتاہ نہ کر، مجھ سے اعراض نہ فرما، تو

اپنے فضل وکرم سے مجھے توکل وتوفیق کی ایسی قوت عطا فرما کہ میں کسی مخلوق کے پاس اپنی حاجت نہ لے جاؤں، تو ہی میری مسائل حل فرما اور مجھے وہ سب کچھ دے جواب تک پچھلے یا آنے والے شخص کو نہیں دیا۔ اے رب العالمین! مجھے یقین کی دولت سے مالا مال کر دے! (آمین)

امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! میں نے یہ دعا ایک ہفتے تک نہ پڑھی ہوگی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک لاکھ درہم بھیج دیے جس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جس دن یہ رقم آئی، رات کو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا: پوچھا: حسن! کیسے ہو؟ میں نے کہا: اچھا ہوں۔ اس کے بعد میں نے تمام واقعہ عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا سے امیدوار ہونے کا یہی نتیجہ ہے۔

ابن عبدالبر بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فائز ہوئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوئے۔ پھر مجلس شوریٰ کی طرف سے یقین تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت ملے گی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ پھر تلواریں نکل آئیں، ہم نے خلافت کو چھوڑ دیا۔ اب دکھائی دیتا ہے کہ خلافت ہمارے خاندان میں نہ رہے گی۔ بے وقوف کوفی آپ کو خلیفہ بنائیں گے، پھر وہی آپ کو شہر بدر کریں گے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خواہش تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کی اجازت دے دیں اور انھوں نے اجازت دے دی ہے مگر مروان حاکم مدینہ نے مخالفت کی اور امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے ہتھیار سنبھال لیے مگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے صلح کرادی اور آخرکار حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن ہوئے

حالاتِ حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، بادشاہ نہ کہ خلیفہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن ابی شیبہ نے سعید بن جمہان سے روایت کی ہے کہ سفینہ نے کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے، وہ بادشاہ گزرے ہیں، اور بنو امیہ کا دعویٰ کہ خلافت ہمارے خاندان میں تھی، بالکل غلط ہے۔

بیہقی و ابن عساکر نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ حضرات ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم خلیفہ تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تھی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مستحق خلافت نہ تھے۔ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیت المال عوام میں تقسیم کیا مگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا پیٹ بھرا۔

حضرت امیر معاویہ نے بیعت لیتے وقت قسم کا طریقہ ایجاد کیا اور عبدالملک بن مروان نے بیوی پر طلاق اور غلام آزاد ہو جانے پر قسم لینا شروع کی۔ سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سلام کے لیے "السلام علیکم یا امیر المومنین! ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کا طریقہ ایجاد کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دین کو عزیز رکھا مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دین پر غیر کو اور دنیا کو مقدم سمجھا۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف اپنے بھائی زیاد بن ابوسفیان کو خلیفہ نامزد کیا اور اپنے بیٹے یزید کے لیے ولی عہد پر اہل شام سے بیعت لی۔

سلسلہ نسب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

معاویہ بن ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی الاموی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا سراپا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دراز قد، خوبرو اور وجیہ شخص تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ یہ عرب کے کسریٰ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو برا نہ کہو! جب یہ دنیا سے اٹھ جائیں گے، بہت سے سر تن سے جدا ہوں گے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تحمل

آپ کا تحمل ایسا تھا کہ ابوبکر بن عاصم نے آپ کے حلم پر کتاب لکھی۔ ابن عون کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے کہا: معاویہ! سیدھے ہو جاؤ ورنہ ہم خود تم کو سیدھا کریں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کس چیز سے سیدھا کرو گے؟ اس نے کہا کہ اینٹیں مار مار کر۔ فرمایا: اچھا تو میں اس وقت سیدھا ہو جاؤں گا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت حلیم، عقیل، ذی فہم اور با تدبیر تھے۔

جنگ میں شرکت اور امارت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کی جانب لشکر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کے ہمراہ روانہ کیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وہیں مقیم ہو گئے۔ جب یزید بن سفیان کا انتقال ہو گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کا گورنر مقرر کیا اور حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی وہی حاکم رہے۔ آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو تمام ملک شام کا امیر بنا دیا۔ جہاں بیس سال تک گورنر رہے اور پھر بیس سال تک حکمران رہے اور خلیفہ کہلوایا۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جتنی

دولت تھی اتنی کسی مسلمان کی ملکیت نہ تھی۔ آخری بیس سالہ دور میں کسی حاکم نے کہیں بھی سر نہ اٹھایا مگر آپ کے بعد بغاوتیں ہوئیں اور اس کے نتیجہ میں بہت سے ملک قبضہ سے نکل گئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا۔ جنگ صفین ہوئی اور خود کو خلیفہ کہلوایا۔ اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر خروج کیا۔ جس کے باعث امام حسن رضی اللہ عنہ خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ اور 41 ہجری ربیع الاخر میں تختِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور چونکہ اور کوئی دعویدارِ خلافت نہ تھا اس لیے اس سال کا نام ''سالِ جماعت،، رکھا گیا۔

مروان حاکمِ مدینہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے 41 ہجری کو مروان بن حکم کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا 43 ہجری میں بجستان کا شہر رخج اور صوبہ برقہ کا شہر ودان اور سوڈان کا شہر کوری، فتح ہوئے۔ اسی سال آپ نے اپنے بھائی زیاد بن ابی سفیان کو خلیفہ نامزد کیا جو جمہوریت کے خلاف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف تھا۔

45 ہجری میں قیقان کا علاقہ فتح ہوا اور 50 ہجری میں قہستان بعد جنگ قبضہ میں آیا۔ اس لحاظ سے یہ سال بہت اہم ہے کہ اس سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کے لیے ولی عہد ہونے پر اہل شام سے بیعت لی، اور اسلام میں سب سے پہلے اپنی حیات میں بیٹے کے لیے بیعت لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے خلاف جمہوریت کے منافی عمل کیا۔ شام سے فارغ ہو کر آپ نے حاکم مدینہ مروان کو لکھا کہ اہل مدینہ سے بھی یزید کے حق میں بیعت لے۔ ایک خطبہ میں مروان نے

کہا کہ مجھے خلیفہ کا حکم ملا ہے کہ ان کے بیٹے یزید کے لیے لوگوں سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سنت پر بیعت لوں۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فوراً جواب دیا کہ یہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سنت نہیں ہے۔ انھوں نے اپنی اولاد کے لیے کسی سے بیعت نہ لی تھی، بلکہ یہ قیصر و کسریٰ کی سنت ہے یعنی کفار کی سنت ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حج اور یزید کی بیعت

51 ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور اس کے بعد اپنے بیٹے یزید کے لیے تمام لوگوں سے بیعت کا کہا۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف آواز بلند کی تو کہا: اے ابن عمر! تم کہتے تھے کہ جس دن مجھ پر کوئی امیر نہ ہوگا، اس دن مجھے چین نہ آئے گا، اب مخالفت کر رہے ہو؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً تقریر کرتے ہوئے حمد و نعت کے بعد کہا: اے امیر معاویہ! آپ سے پہلے بھی خلفاء گزرے ہیں، ان کے فرزند بھی تھے، ان لڑکوں سے آپ کا بیٹا یزید بہتر نہیں ہے، جب انھوں نے اپنی اولاد کے لیے بیعت نہ لی اور ولی عہد مقرر نہ کیا، بلکہ عوام کے انتخاب پر چھوڑ دیا۔ آج بھی لوگ کسی کی خلافت پر اجماع کر لیں میں بھی اس کو قبول کر لوں گا کہ میں بھی ان میں سے ایک فرد ہوں۔ آپ مجھے ڈراتے ہیں کہ میں مسلمانوں میں رخنہ اندازی کرتا ہوں حالانکہ یہ امر واقع نہیں ہے۔ یہ کہہ کر آپ چلے گئے۔ اس کے بعد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بھی وہی کچھ کہا جو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ اور یہ بھی کہا کہ انتخاب کے معاملہ میں ہم نے آپ کو اپنا وکیل نہیں بنایا۔ خدا کی قسم! ہم چاہتے ہیں کہ تمام مسلمان ایک بات پر متفق ہوں اور انتخاب کریں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مولا! اس معاملہ پر تو میری مدد کر! اور ابن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اہل شام تک یہ بات نہ پہنچا دینا۔ آپ صبر کریں تا کہ میں رات تک ان کو

خبر دیدوں کہ تم نے یزید کی بیعت کر لی ہے۔ اس کے بعد جو چاہے کرنا۔

اس کے بعد حضرت ابن زبیر کو بلایا اور ان سے کہا کہ تم مثل لومڑی کے ہو۔ ایک بل سے نکل کر دوسرے میں جا گھستے ہو۔ تم نے ہی حضرت ابن عمر اور حضرت ابن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے کانوں میں پھونکا ہے اور کسی دوسرے کی بیعت پر تیار کر رکھا ہے۔ حضرت ابن زبیر نے کہا کہ اگر تخت حکومت سے دل بھر گیا ہے تو اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے تاکہ اس کے بعد آپ کے بیٹے سے بیعت کر لیں۔ ورنہ ایک وقت میں دو کی بیعت کیوں کر ممکن ہے۔ یہ کہا اور چلے گئے۔

اس کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے، حمد و نعت کے بعد کہا کہ میں نے کج رو لوگوں کی باتوں کو سنا ہے، ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابن ابوبکر، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم بیعت نہیں کریں گے مگر فی الحقیقت یزید کی بیعت کر چکے ہیں۔ اہل شام نے سنا تو کہا کہ اگر ہمارے سامنے نہیں مانیں گے تو ہم تینوں کے سر اڑا دیں گے۔ اس پر حضرت امیر معاویہ نے کہا کہ اہل قریش کے ساتھ ایسی گستاخی! پھر منبر سے نیچے اتر آئے۔ اس کے بعد مشہور ہو گیا کہ تینوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے حالانکہ وہ تینوں انکار کرتے تھے اور کرتے رہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا عجیب واقعہ

خرائطی نے ہواتف میں حمید بن وہب کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ایک عورت ہند بنت عقبہ ابن ربیعہ ایک شخص فاکہ بن مغیرہ قریشی کے نکاح میں تھی۔ فاکہ نے ایک نشست گاہ بنوائی جس پر آنے والے بیٹھتے تھے۔ انھیں کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ اتفاقاً ایک روز فاکہ اور اس کی بیوی ہندا کیلے بیٹھے تھے کہ فاکہ اٹھ کر باہر کسی کام کو چلا گیا۔ ہندا کیلی بیٹھی تھی کہ اچانک ایک شخص آیا اور بیٹھک میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں تنہا عورت بیٹھی ہے تو فوراً پلٹ گیا۔ پلٹتے وقت فاکہ باہر سے واپس آتے

وقت ملا اور مرد کو باہر نکلتے دیکھ کر فاکہ نے ہند کو غصہ میں آ کر ٹھوکریں مار کر پوچھا کہ مرد کون آیا تھا؟ ہند نے کہا: میں نے نہیں دیکھا کون ہے؟ تمھارے کہنے سے پتہ لگا ہے کہ کوئی آیا تھا اور فوراً واپس چلا گیا ہے۔ فاکہ نے ہند کو گھر سے نکال دیا اور وہ اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی۔ اس بات کا خوب چرچا ہو گیا۔ ہند کے باپ نے کہا کہ اگر فاکہ سچ کہتا ہے تو بتا دو میں اس کو قتل کروا دوں، تاکہ طعنہ زنی سے بچ جائیں۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو یمن کے ایک کاہن کے پاس چلیں۔ عہد جاہلیت کی طرح ہند نے قسمیں کھانا شروع کر دیں کہ وہ پاک دامن ہے۔ ہند کے باپ عتبہ کو یقین ہو گیا کہ وہ سچی ہے۔ اس نے فاکہ کو مجبور کیا کہ یمن کے کاہن کے پاس چلو کیونکہ تم نے میری بیٹی پر تہمتِ زنا لگائی ہے۔ وہ سب یمن کے کاہن کے پاس گئے۔ یمن کے قریب پہنچے تو ہند کا رنگ بدل گیا۔ باپ نے کہا: تیرے رنگ کا تغیر بتاتا ہے کہ تو گنہگار ہے۔ مگر ہند نے کہا کہ یہ شخص کاہن کبھی صحیح بات کرتا ہے کبھی غلط۔ بلا وجہ اس نے تہمت لگا دی تو میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گی۔

عتبہ نے کہا کہ میں پہلے کاہن کا امتحان لوں گا، پھر تمھاری بات ہو گی۔ کاہن کے امتحان کے لیے اس نے گھوڑے کے کان میں جانوروں کی بولی میں وہ بولی ظاہر کر کے کہا کہ ان کے بولنے پر گھوڑا گرما گیا۔ اس وقت عتبہ نے اس کے ذکر کے سوراخ میں گیہوں کا دانہ رکھ دیا۔ اوپر چمڑے کی پٹی باندھ دی۔ کاہن کے پاس پہنچے تو اسے کہا کہ ہم ایک کام سے آئے ہیں مگر ہم نے بغرضِ امتحان ایک کام کیا ہے۔ پہلے وہ بتاؤ پھر اپنا کام بیان کریں گے۔ نجومی نے کہا: ''نرکل میں گیہوں کا دانہ''، عتبہ نے کہا: وضاحت کریں۔ نجومی نے کہا کہ تم نے گھوڑے کے ذکر کے سوراخ میں گیہوں کا دانہ رکھا ہے۔ عتبہ نے تسلیم کیا کہ ٹھیک ہے۔ پھر کہا کہ یہ عورتوں کا معاملہ ہے اس پر غور کریں۔ وہ ایک عورت کے پاس آیا اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ

کھڑی ہو جا! اسی طرح دوسری تیسری کے پاس، حتیٰ کہ وہ ہند کے پاس آیا، اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: تو پاک صاف ہے۔ تو نے زنا کا ارتکاب نہیں کیا اور تو ایک بادشاہ کو جنے گی جس کا نام "معاویہ" ہوگا۔ فاکہ نے یہ سن کر ہند کا ہاتھ پکڑ لیا مگر ہندہ نے کہا کہ مجھ سے دور رہو۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ کاہن کی بات اگر سچی ہے کہ میری قسمت میں بادشاہ کی ماں بننا ہے تو وہ تیری صلب سے نہیں ہوگا۔ اس نے فاکہ کو چھوڑ دیا اور ابوسفیان سے شادی کر لی۔ ان سے امیر معاویہ پیدا ہوئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ماہِ رجب 60 ہجری میں وفات پائی۔ دمشق میں دفن ہوئے۔ باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان قبر ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر 70 سال تھی۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تراشیدہ ناخن اور موئے مبارک جوان کے پاس تھے، ان کی وصیت کے مطابق ان کے منہ اور آنکھوں پر رکھ دیے گئی اور وہ دفن کیے گئے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے بادشاہ تھے

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ ہو سکے، محض بادشاہ تھے کہ دین کی بجائے دنیا کی رغبت تھی۔ ابن عساکر نے عبدالملک بن عمر سے بیان کیا ہے کہ جاریہ بن قدامہ سعدی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کون ہے؟ اس نے کہا: جاریہ بن قدامہ سعدی ہوں۔ حضرت اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم کیا بننا چاہتے ہو، تم تو شہد کی مکھی کی طرح ہو؟ جاریہ نے کہا: زیادہ نہ کہیں مجھے شہد کی مکھی بنا دیا جس کا ڈنگ زہریلا ہوتا ہے لیکن اس کی تھوک میٹھی اور لذیذ مگر "معاویہ" کے معنی اس کتے کے ہیں جو دوسروں پر

بھونکتا ہے اور "امیہ"، تو "اَمَۃ" کی تصغیر ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو تحمل سے برداشت کرلیا۔

فضل بن سوید کا بیان ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن جاریہ بن قدامہ سعدی سے کہا کہ تم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف داری کرتے ہو اور آگ کے شعلے بھڑکاتے ہو۔ ایسی آگ جلے گی کہ عرب کے گاؤں جل جائیں گے اور ہر طرف خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ جاریہ نے کہا: اے امیر معاویہ! (رضی اللہ عنہ) آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پیچھا چھوڑ دیں، جب سے ہم نے ان سے محبت کی ہے وہ ہم پر غصہ نہیں ہوئے اور ہم نے بھی ان کو دھوکا نہیں دیا۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے جاریہ! تیرے گھر والوں نے تیرا نام جاریہ (لونڈی) رکھا کہ تو ان پر بڑا بھاری تھا۔ جاریہ نے کہا کہ آپ بھی اپنے گھر والوں پر بھاری تھے جبھی تو انھوں نے آپ کا نام معاویہ (بھوکنے والا کتا) رکھا۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تجھے تیری ماں نے جنا ہے؟ جواب میں جاریہ نے کہا کہ انھوں نے جنا تو ایسا بہادر اور جری فرزند جنا ہے کہ اس کا ثبوت ہم جنگ صفین میں شمشیر براں لے کر دے چکے ہیں۔ تم کو ہماری تلوار کے وار یاد ہوں گے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ہمیں دھمکی دیتے ہو؟ جاریہ نے کہا: نہ تم نے فتح پائی نہ ہم کو زیر کیا، محض معاہدہ کے مطابق ملک تمھارے سپرد ہوا۔ اگر عہد پر قائم رہو گے تو ہم بھی وفادار رہیں گے اگر بدعہدی اور خلاف ورزی کرو گے تو ہمارے ساتھ بھی بہت مددگار ہیں جن کی زرہیں مضبوط اور باہیں لوہے سے زیادہ سخت، اگر بدعہدی کا ہاتھ بڑھایا تو اس کا مزہ چکھا دیں گے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا تعالیٰ تم کو غارت کرے!

ابو طفیل عامر بن واثلہ صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ انھوں نے مجھ سے کہا: تم بھی قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ میں شامل تھے؟

میں نے کہا: نہیں، میں ان کی شہادت کے وقت موجود تھا مگر مدد نہیں کی۔ پوچھا کہ تم کو ان کی مدد سے کس نے روکا؟ میں نے کہا کہ ان کی مدد مہاجر و انصار میں سے کسی نے نہ کی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ان پر مدد کا حق واجب تھا؟ میں نے کہا: امیر معاویہ! (رضی اللہ عنہ) آپ کو ان کی مدد سے کس نے روکا تھا حالانکہ آپ کے ساتھ اہل شام بھی تھے؟ جواب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ان کے خون کا مطالبہ کر کے ان کی مدد کی ہے۔ یہ سن کر صحابی ابو طفیل عامر رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور کہا کہ آپ کی اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مثال ایسی ہے کہ شاعر کہتا ہے ۔

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

لَا اَلْفِیَنَّکَ بَعْدَ الْمَوْتِ تَنْدُبُنِیْ ۔ وَفِیْ حَیَاتِیْ مَازَوَّدْتَنِیْ زَادًا
بعد از موت تو مجھے ملا نہیں کہ میرا نوحہ کرے ۔ اور زندگی میں میرا حق توشہ بھی تو نے نہ دیا

اولیاتِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

شعبی کہتے ہیں کہ آپ نے سب سے پہلے بیٹھ کر خطبہ دیا کیونکہ آپ بہت لحیم و شحیم ہو گئے تھے۔ کھڑے ہو کر خطبہ دینا دشوار تھا۔ پیٹ بہت بڑھ گیا تھا۔ زہری کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے عید کی نماز میں نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عید میں اذان دینا آپ ہی کی ایجاد ہے۔ ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ جس نے تکبیر کے الفاظ کم کیے وہ بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ عسکری ''اوائل'' میں کہتے ہیں کہ اسلام میں قاصد و پیامبر سب سے پہلے آپ نے مقرر کیے۔ اپنی خدمت میں خواجہ سرا رکھنے والے سب سے اوّل آپ ہی ہیں۔ سب سے پہلے رعیت آپ سے ناراض ہوئی، اس سے پہلے کسی خلیفہ سے ناخوشی نہ ہوئی۔ سب سے پہلے آپ کو سلام اس طرح کہا گیا: ''السلام علیک یا امیر المومنین!

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الصلوٰۃ یرحمک اللہ،،۔

دفتری کام کے لیے مہر بھی سب سے پہلے آپ نے ہی ایجاد کی اور مہر برداری کی خدمت پر عبداللہ بن اوس غسانی کو مقرر کیا۔اس مہر پر کندہ تھا: ''لکل عمل ثواب،، کہ ہر عمل کے لیے ثواب ہے۔مہر کا یہ طریقہ خلفائے عباسیہ میں آخر تک رائج رہا۔مہر رائج کرنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا مگر اس شخص نے اس نامہ کو کھول کر ایک لاکھ کی بجائے دولاکھ بنالیے۔جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے حساب کتاب پیش کیا گیا تو دولاکھ تحریر کرنے اور ادا کرنے کا حکم دینے سے انکار کیا اور اسی روز سے مہر لگانے کا طریقہ ایجاد کیا۔

جامع مسجد میں اول آپ ہی نے مقصورہ (چھوٹا سا حجرہ) بنوایا۔اور اوّل آپ نے ہی خانہ کعبہ کا غلاف اتار کر دوسرا چڑھانے کا حکم دیا۔اس سے پہلے غلاف پر دوسرا غلاف تہہ بہ تہہ چڑھادیے جاتے تھے۔زہری نے ہی بتایا کہ بیعت لیتے وقت قسم لینے کا طریقہ سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جاری کیا۔عبدالملک بن مروان نے بیعت لیتے وقت، بیوی پر طلاق اور غلام آزاد ہوجانے پر بھی قسم لینے کو ایجاد کیا کہ اگر میں خلاف بیعت کروں تو میری بیوی پر طلاق اور میرے غلام آزاد ہیں۔

عسکری نے اپنی کتاب ''اوائل،، میں بیان کیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب کعبہ کی مسجد میں آئے تو وہاں ابن عمر، ابن عباس اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے۔انھوں نے دیکھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آکر بیٹھے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی طرف سے منہ پھیرلیا۔امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس منہ پھیرنے والے اور اس کے برادر زادے سے زیادہ میں مستحقِ خلافت ہوں۔یہ سن کر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ کیسے؟ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنے عم زاد برادر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقتول ہونے

کے سبب۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس صورت میں ابن ابو بکر رضی اللہ عنہ زیادہ مستحق ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کے والد نے طبعی وفات پائی۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تو پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ زیادہ مستحق ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کے والد کو ایک کافر نے شہید کیا۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس توجیہ سے تمھاری دلیل باطل ہوگئی کہ تمھارے برادرِ عم زاد پر تو خود مسلمانوں نے چڑھائی کی اور ان کو مسلمانوں نے شہید کیا۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں مدینہ پاک میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، اتنے میں ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے بر سبیل شکایت کہا کہ مجھ سے ملنے سب لوگ آئے لیکن انصار میں سے کوئی نہ آیا۔ آپ نے کہا کہ ہم انصاریوں کے پاس کوئی سواری نہیں۔ اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تمھاری اونٹنیاں کیا ہوئیں؟ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جنگ بدر میں اور تمھارے باپ کے تعاقب میں وہ کام آئیں۔ پھر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: میرے بعد تم دیکھو گے کہ لوگ غیر حق دار کو حق دار پر ترجیح دیں گے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو کیا حکم دیا؟ فرمایا: صبر کا حکم دیا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر صبر کرو!

اربابِ فضل و ہنر

حضرت قبیصہ بن جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں، آپ سے زیادہ قرآنِ کریم اور فقہ کا عالم کسی دوسرے کو نہ دیکھا اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا، ان سے بڑھ کر بغیر سوال کے دینے والا کسی کو نہ پایا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا۔ ان سے زیادہ حلیم کسی کو نہ پایا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے زیادہ مخلص دوست کسی کو نہ پایا۔ مگر حضرت مغیرہ

بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور ہر دروازے نکلنا دشوار ہو، بغیر مکروفریب کے، تو یہ آٹھوں دروازوں سے آسانی سے نکل جاتے ہیں۔

بیت المال پر عدم اختیار اور کلی اختیار

ابن عساکر نے حمید بن ہلال سے بیان کیا ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب، حضرت علی رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہا کہ بہت تنگ دست ہوں، کچھ دیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھہریے! میں اور لوگوں کو دوں گا تو آپ کو بھی دوں گا۔ حضرت عقیل نے اصرار کیا تو ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: انھیں بازار لے جاؤ اور کہو کہ یہ دو کانوں کے قفل توڑ کر ان سے مال نکال لیں اور جو ضرورت ہو لے لیں۔ یہ سن کر حضرت عقیل نے کہا کہ مجھے چوری میں پکڑوانا چاہتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تم مجھے بیت المال کا چور بنانا چاہتے ہو کہ اس سے نکال کر تمھیں دوں اور ان سے اجازت نہ لوں۔ یہ سن کر حضرت عقیل نے کہا کہ میں پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کو اختیار ہے۔ تب حضرت عقیل، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور ان سے کچھ طلب کیا۔ انھوں نے بیت المال سے ایک لاکھ درہم دیے اور کہا کہ منبر پر چڑھ کر اعلان کرو کہ علی رضی اللہ عنہ نے کیا دیا اور میں نے کیا دیا۔

حضرت عقیل منبر پر تشریف لائے اور حمد و نعت کے بعد لوگوں سے خطاب کیا اور کہا: لوگو! میں تمھیں ایک بات بتاتا ہوں۔ سنو! میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک چیز طلب کی جو ان کے دین کو نقصان پہنچانے والی تھی تو انھوں نے اپنے دین کو عزیز رکھا اور مجھے وہ چیز نہ دی۔ پھر میں نے وہ چیز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مانگی تو انھوں نے دین پر مجھ کو مقدم جانا اور وہ چیز عطا کر دی اور بیت المال سے روپیہ دے دیا۔ مگر

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا تھا۔

حضرت عقیل اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما نوک جھوک

ابن عساکر نے جعفر بن محمد کے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضرت عقیل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر کہا کہ لوگو! یہ عقیل ہیں، جن کے چچا ابولہب تھے۔ یہ سن کر حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! یہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں، جن کی پھوپھی ''حمالۃ الحطب،، تھی یعنی ابولہب کی بیوی تھی۔

یزید بن معاویہ

یزید 25 ہجری میں پیدا ہوا۔ باپ کی طرح بڑا لحیم وشحیم، تمام جسم پر بال، ماں کا نام میسون بنت بحدل کلبی تھا۔

یزید کا نسب نامہ

یزید بن معاویہ بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ۔ کنیت ''ابوخالد'' تھی۔

عبدالملک کی ایک وضاحت

عبدالملک بن مروان نے خالد بن یزید اور یزید کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنی زندگی میں ولی عہد مقرر کیا تھا جو لوگوں کی مرضی کے خلاف ہوا، اس لیے عوام اس سے ناخوش تھے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو شخصوں نے مسلمانوں کے اندر فساد کا بیج بویا۔ ایک حضرت عمرو بن العاص جنھوں نے جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے نیزوں پر قرآن شریف بلند کیا۔ ابن قراء کا بیان ہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے خوارج کو حَکَم (ثالث) مقرر کیا جس کا وبال قیامت تک ان کی گردن پر ہے۔ دوسرے فتنہ بردار شخص مغیرہ بن شعبہ تھے جو امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ ان کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک حکم بھیجا کہ جس وقت تم میرا حکم نامہ پڑھو، خود کو معزول سمجھو۔ مغیرہ بن شعبہ نے حکم نہ مانا، مگر چند دنوں کے بعد خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیر کی وجہ پوچھی تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں نے اہم کام مکمل کر لیا ہے، جس کے باعث حکم کی تعمیل میں دیر ہوگئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ کون سا اہم کام تھا؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں یزید کی بیعت کے لیے خلافت کی بیعت لے رہا تھا۔ یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے

ان کو حسبِ دستوران کے عہدے پر لگا دیا۔مغیرہ بن شعبہ نے ملنے والوں سے کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایسی دلدل میں پھنسا دیا ہے کہ قیامت تک ان کا پاؤں اس دلدل سے نہ نکل سکے گا۔حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس روز سے باپ کی زندگی میں بیٹا ولی عہد مقرر ہونے لگا اگر ایسا نہ ہوتا تو قیامت تک مسلمانوں میں انتخاب بذریعہ شوریٰ ہوتا۔حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عمرو بن حزم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ میں آپ کو خوفِ خدا یاد دِلاتا ہوں کہ امت کے اندر کس کو خلیفہ بنا رہے ہیں؟اس کے جواب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے نصیحت کی ہے،اس کا شکریہ،مگر اس وقت سب لڑکوں میں میرا لڑکا سب سے بہتر خلافت کا مستحق ہے۔لہٰذا اس کو ولی عہد بناتا ہوں۔

یزید کی ولی عہدی کے لیے دعا

عطیہ بن قیس بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک روز دعا مانگی کہ الٰہی!اگر یزید کو اس کی لیاقت اور ہوش مندی کی بنا پر ولی عہد بنا رہا ہوں تو اس میں میری مدد فرما اور اگر شفقتِ پدری ہے اور وہ اس کے لائق نہیں تو تخت نشینی سے پہلے اس کو موت دے دے۔

60 ہجری میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اہل شام نے یزید سے بیعت کر لی۔اس کے بعد اہل مدینہ کو بیعت کے لیے کہلا بھیجا۔اہالیان مدینہ میں سے حضرات حسن وحسین اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم نے یزید کی بیعت سے انکار کیا اور اسی روز رات کے وقت یہ دونوں حضرات رضی اللہ عنہما مدینہ سے مکہ روانہ ہو گئے۔حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے نہ خود یزید کی بیعت کی نہ اپنی بیعت کا اظہار کیا،مگر امام حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ ان سے جدا تھا۔امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ والوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بلانے کا اور بیعت کا اظہار کیا تھا مگر آپ ہمیشہ انکار فرماتے رہے۔جب یزید کی

بیعت ہونے لگی تو اوّل امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی موجودہ حالت پر رہنے کا ارادہ کیا لیکن اہل کوفہ کے تقاضا پر کوفہ جانے کا ارادہ کر لیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کو اہل الرائے کے مشورے

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کو خروج کی رائے دی مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے روکا۔ حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی رائے کی تائید کی اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا و آخرت کا اختیار دیا مگر آپ نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔ آپ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح دنیا پر آخرت کو ترجیح دیں کہ ان کے جگر گوشہ ہیں۔ چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے کہ یزید کی بیعت سے، یزید کی بدکرداری پر میرے ہاتھ ملوث ہوں گے اور میں بارگاہِ ایزدی میں جواب دِہ ہوں گا کہ وہ فاسق فاجر ہے، حدیں توڑنے والا ہے، بداعمالی پر میری بیعت کی مہر ثبت ہوگی۔ اس سے امت کو دین سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا موقع ملے گا اس لیے بہت سخت امتحان کا وقت ہے۔ لہٰذا امتحان میں کامیابی یہی ہے کہ یزید کی بیعت نہ کی جائے، اگرچہ جان دینی پڑے۔ لہٰذا قربانی دے کر اسلام کو بچانا ہی میرا نظریہ ہے۔ دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے کا یہی ایک راستہ ہے اور اسی راستہ کو امام حسین رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا۔ آپ نے عراق جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: بخدا! آپ مستورات کے سامنے شہید کر دیے جائیں گے۔ جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت پر موت کو ترجیح دی اور ''سید الشہداء'' کا مقام پانا پسند کیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی عراق کو روانگی

25 ہجری میں پیدا ہونے والا یزید بن معاویہ کسی صورت میں امام حسین

رضی اللہ عنہ کے مقام تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ امام حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، مگر یزید غیر صحابی، امام حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ جن کے ہاتھوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسے دیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر سوار ہوئے، جن کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ لمبا کردیا، جب تک امام حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک سے نہ اترے، سجدہ سے سر کو نہ اٹھایا۔ اس کے برعکس یزید پلید، شریعت کی حدیں توڑنے والا، شرابی، زانی، کذاب، شریعت کی مخالفت کار سیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر مرتبہ ''سبحان ربی الاعلیٰ،، پڑھا اور فرمایا کہ حسین رضی اللہ عنہ ان ستر تسبیحوں کے عوض ستر شہداء کی قربانی دے گا۔ اس قدر بلند مقام کا مالک کیونکر اور کیسے یزید کی بیعت قبول کر سکتا تھا اور بیعت کر کے بیدینی اور گمراہی کو دین قرار دے سکتا تھا؟ یہ صرف امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا مقام ہے۔ بیعت کرنے والے بیدینی اور گمراہی پر بیعت کر کے دنیا پر آخرت اختیار کرنے والے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ہی یزید کی بیعت کرانے والے اور یہ کہنے والے کہ یزید سے بہتر اور کوئی نہ تھا، آخرت کو اختیار کرنے والے ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جب بے شمار خطوط اہل عراق سے پہنچے اور یہ ظاہر کیا گیا کہ اگر وہ وہاں نہ پہنچے اور یزید کی بیعت کر لی تو اس کی ذمہ داری امام حسین رضی اللہ عنہ پر ہوگی اور قیامت میں وہ اس کے لیے جواب دِہ ہوں گے، تو امامِ حسین رضی اللہ عنہ 60 ہجری 10 ذی الحجہ کو اہل بیت کے ساتھ جن میں عورتیں اور بچے شامل تھے. مکہ معظمہ سے عراق روانہ ہوئے۔

روانگی کی خبر سن کر یزید نے مقابلہ کے لیے عبیداللہ بن زیاد کو لکھا کہ چار ہزار کے لشکر کے ساتھ عمر بن سعد بن ابی وقاص ان کی طرف آ رہا ہے، اہل کوفہ اپنی قدیم روایت کے مطابق امام حسین رضی اللہ عنہ سے منحرف ہو گئے۔ جب میدانِ کربلا میں

لشکر کا دباؤ ہر طرف سے بڑھا تو ابن سعد کو آپ نے تین باتیں پیش کیں۔ اوّل: صلح، دوم: واپسی، سوم: یزید سے ملاقات۔

مگر ابن سعد نے کوئی بات نہ مانی اور کہا: بیعت یزید کرلو ورنہ قتل کیے جاؤ گے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت قبول نہ کی اور معہ ستر ساتھیوں کے شہید کر دیے گئے۔ ان کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر ابن سعد نے والی عراق ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔ اور خدا تعالیٰ کی لعنت ابن سعد، ابن زیاد اور یزید پلید پر قیامت تک برسنی شروع ہوگئی، اور عذابِ جہنم ان کے لیے مقرر ہوگیا۔ اس شہادت کے بعد مخالفین اسلام ہمیشہ کے لیے ذلیل وخوار اور رسوائے زمانہ ہوگئے۔ کیونکہ قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ بھی انتقام کی آگ میں جل کر خاک وسیاہ ہوگئے۔ دنیا کے اندر بھی انتقامِ حسین رضی اللہ عنہ کا علم بلند ہوا اور ستر شہدا کے عوض ستر ہزار جہنم واصل ہوئے۔ اور جو جو اس شہادت میں ملوث تھے، سب چن چن کر مار دیئے گئے۔ اور تا قیامت یہ داغ ان کے ناپاک چہروں پر ایسا لگا کہ نہ مٹا ہے نہ مٹ سکے گا۔

شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد

کربلا کے مقام پر امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ شہادت کا واقعہ بہت طویل اور دل گداز بھی ہے۔ اس کے لکھنے اور سننے کے لیے دل میں طاقت نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ روایت کے مطابق امام حسین رضی اللہ عنہ 70 افراد کے ساتھ شہید ہوئے۔

آپ کی شہادت کے بعد سات دن تک اندھیرا رہا۔ دیواروں پر دھوپ کا رنگ زرد ہوا، بہت ستارے ٹوٹے۔ شہادت 10 محرم 61 ہجری کو واقع ہوئی۔ شہادت کے دن سورج گہن میں آ گیا۔ مسلسل چھ ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے۔ بعد میں رفتہ رفتہ سرخی کم ہوئی اس سے پہلے ایسی سرخی جس کو شفق کہتے ہیں، نہ

ہوتی تھی۔ مگر اس وقت سے لے کر آج تک چلی آ رہی ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے دن بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون نکلتا۔

عراقی فوج کے پاس جو بھی کسنبھ (زرد گھاس) تھا سب خاکستر ہو گیا۔ اس کے لشکر نے جب اپنے لیے اونٹ ذبح کیا تو اس کا گوشت آگ کی طرح سرخ تھا اور جب پکایا گیا تو کڑوا تھا۔ ایک شخص نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کیا تو اس پر آسمان سے ستارے ٹوٹے اور وہ اندھا ہو گیا۔

کوفہ کے قصر میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک

عبدالملک بن عمیر اللیثی بیان کرتے ہیں کہ کوفہ میں قصر کے اندر امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ انور عبیداللہ بن زیاد کے سامنے ایک ڈھال پر رکھا ہوا دیکھا گیا۔ پھر اسی قصرِ امارت میں کچھ عرصہ بعد عبیداللہ بن زیاد کا سر اور ابن سعد کا سر، جس نے حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا اور جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک نیزے پر اٹھایا تھا یعنی اس فوجی کا سر، ان سب کے سر مختار ابن عبید ثقفی کے سامنے رکھے گئے۔ پھر مختار ابن عبید ثقفی کا سر عبدالملک کے سامنے رکھا گیا۔ اور اس دارالامارت کو منحوس سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔

ترمذی نے سلمٰی سے روایت کی ہے کہ حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اور ریش مبارک گرد آلود تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں ابھی ابھی حسین (رضی اللہ عنہ) کو شہید ہوتے دیکھ کر آیا ہوں۔

بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ میں نے دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گرد آلودہ تشریف لائے اور

دست مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون بھرا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حسین اور اس کے ہمراہیوں رضی اللہ عنہم کا خون ہے۔ جساب لگانے سے معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن وہی تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر جنات روئے

ابو نعیم نے 'دلائل'' میں حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ میں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر جنات کو روتے دیکھا ہے۔ ثعلب نے ''امالی'' میں جنابِ کلبی سے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے جنات کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر گریہ وزاری کرتے سنا اور اشعار بنے۔

ابن زیاد نے تمام شہدا کے سر یزید کے پاس ملکِ شام میں دار السلطنت دمشق میں بھیج دیے۔ پہلے تو وہ خوش ہوا۔ جب دیکھا کہ عوام اس فعل پر ناراض ہیں اور ملامت کرتے ہیں تو اس نے اپنی بیوی کے مشورہ سے چال چلی اور ماتم کیا۔ سیاہ لباس پہن کر سینہ کوبی کی۔ اس پر حضرت زینب امامِ حسین رضی اللہ عنہما کی ہمشیرہ نے فرمایا کہ خود ہی قاتل ہو اور خود ہی ماتم کرتے ہو۔ قیامت تک ماتم ہی کرتے رہو گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں بنی امیہ میں یزید نامی ایک شخص ایسا ہو گا جو عدل میں رخنہ اندازی کرے گا اور آج وہ فرمان پورا ہو گیا۔

یزید کو امیر المومنین کہنے پر دروں کی سزا

نوفل بن ابو الفرات بیان کرتے ہیں، ایک روز حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ یزید کا ذکر ہوا۔ ایک شخص نے یزید کو امیر المومنین کہہ کر اس کا ذکر کیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو اس کو امیر المومنین کہتا ہے؟ اس

پر اس کو بیس کوڑے لگوائے گئے اور سزا دی اور فرمایا کہ ہر دور میں یزید کو امیر المومنین کہنے والا سزا کا مستحق ہے۔

مدینہ پر حملہ اور قتل و غارت

63 ہجری میں یزید کو خبر ملی کہ اہل مدینہ اس پر خروج کرنے والے ہیں اور بیعت توڑ دی ہے تو اس نے بڑا لشکر مدینہ پر چڑھائی کے لیے بھیجا اور اہل مدینہ سے اعلان جنگ کیا۔ لوٹ مار کی، جس میں تین دن تک مسجد نبوی میں اذان نہ ہوئی اور نماز باجماعت بند رہی۔ ہر شخص اپنی جان بچانے کی فکر میں تھا۔ اور ہزاروں باکرہ لڑکیوں سے لشکریوں نے زیادتی کی۔ اس کے بعد یہی لشکر مکہ معظمہ روانہ ہوا تا کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر لشکر کشی کرے۔ اور واقعہ حرہ بابِ طیبہ پر ہوا۔ حسن مرہ اس کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب مدینہ پر لشکر کشی ہوئی تو مدینہ منورہ کا کوئی شخص ایسا نہ تھا جو لشکر سے پناہ میں رہا ہو۔ ہزار ہا صحابہ شہید ہو گئے۔ گھروں کو خوب لوٹا گیا، ہزاروں پاکیزہ لڑکیوں سے زیادتی اور زنا بالجبر ہوا۔ مدینہ پاک کا تقدس پامال کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدا تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو اہل مدینہ کو ڈرائے گا اس پر خدا کی لعنت اور تمام فرشتوں کی لعنت (مسلم)

اہل مدینہ نے جب دیکھا کہ یزید خواہش میں پھنس کر حدیں توڑ رہا ہے تو حملہ کی تیاری کی۔ کیونکہ یقین ہو گیا تھا کہ اب آسمان سے پتھروں کی بارش ہو گی۔ کیونکہ فسق و فجور کا یہ عالم کہ ماں بیٹی بہن کی تمیز نہ رہی تھی۔ زنا عام تھا۔ شرابیں پی جاتی تھیں۔ نماز ترک ہو چکی تھی۔ کوئی کام ایسا نہ تھا جو شریعت کے خلاف نہ ہو۔ ایسے شخص کو امیر المومنین کہنے والے لوگ کیوں کر ایمان کے دعویدار ہو سکتے تھے۔ جنھوں نے دین اسلام کے خلاف کھلی بغاوت کی۔

مکہ معظمہ پر چڑھائی اور بیت اللہ کی بے حرمتی

ذہبی بیان کرتے ہیں کہ جب یزید نے اہل مدینہ پر چڑھائی کر کے طوفانِ بے تمیزی بپا کر دیا۔عزت وناموس کولوٹا گیا۔شراب نوشی،زنا اور جملہ منکرات کا طوفان بپا کر دیا۔یہ دیکھ کر اہل مدینہ کے بعد اہل مکہ بھی برافروختہ ہو گئے۔چاروں طرف سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے کہ اہل مدینہ کی بربادی برداشت نہ ہوئی۔یزید نے مدینہ کی غارت گری کے بعد اپنا لشکر اہل مکہ پر بھیج دیا۔راستہ میں لشکر کا سپہ سالار مر گیا۔جس نے ظلم کی انتہاء کر دی تھی مگر یزید نے دوسرا سپہ سالار بھیج دیا۔جب لشکر مکہ معظمہ میں داخل ہوا اور اس نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مقابلہ کیا مگر چونکہ آپ محصور تھے اس لیے آپ پر منجنیق سے پتھر برسائے گئے۔ان پتھروں کے شراروں سے غلافِ کعبہ جل گیا۔کعبہ کی چھت اور اس دنبہ کا سینگ جو فدیہ میں حضرتِ اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح ہوا اور جنت سے بھیجا گیا تھا اور وہ کعبہ کی چھت پر آویزاں تھا،سب جل گئے۔اسی وجہ سے کعبہ میں آتش زدگی ہوئی۔اس واقعہ کو"حرہ" کہتے ہیں جو چونسٹھ (64) ہجری میں پیش آیا جبکہ صفر کا مہینہ تھا۔مگر ربیع الاول کا مہینہ آ گیا تو ملک الموت نے یزید پلید کو آ دبوچا اور اس پلید اور ذلیل انسان کے وجود سے دنیا کو پاک کر دیا۔

یہ خبر یزیدی لشکر تک پہنچ گئی تو وہ مکہ معظمہ سے بھاگ کھڑا ہوا،کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا کہ اے گمراہ کے مریدو! تمہارا گمراہ کرنے والا مر گیا ہے۔یہ سن کر لشکر نے ذلت کے ساتھ فرار اختیار کیا اور یزید کا انجام پا کر حواس باختہ ہو گئے اور انھیں اپنی فکر دامن گیر ہو گئی۔پھر بھی ان میں سے جو بھی ہاتھ آیا ان سب کا قلع قمع کر دیا گیا۔باقی جان بچانے کی خاطر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔اس طرح یزید 39 سال کی عمر میں اسلام سے غداری کر کے اور طوفانِ بے تمیزی بپا کر کے

واصل جہنم ہوا۔ لوگ قیامت تک اس پر لعنت کر رہے ہیں اور وہ خدا کی طرف سے لعنت کا طوق لے کر ذلیل وخوار دنیا سے رخصت ہوا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت

لشکر یزید کے فرار کے بعد حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اپنی خلافت پر بیعت لی اور اسی دن سے خلیفہ کے نام سے موسوم ہو گئے۔ ادھر شامیوں نے یزید کے بیٹے سے بیعت کر لی اور صرف دو ماہ تک اس کا زمانہ رہا، اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا کیونکہ وہ مریض تھا اور چند روز بعد دنیا سے کوچ کر گیا۔

معاویہ بن یزید

ابو عبدالرحمٰن معاویہ، یزید کا بیٹا، یزید کی وفات کے بعد ربیع الاول میں تخت پر بیٹھا مگر بیمار تھا اور اسی بیماری میں مر گیا۔ اس نے نہ فوج کشی کی نہ امورِ سلطنت میں کوئی اہم کام سرانجام دیا۔ وہ ایک صالح نوجوان تھا۔ اس نے کسی روز امامت کے فرائض ادا نہ کیے۔ اس کی مدت خلافت چالیس روز تک رہی اور بقولِ بعض دو ماہ تک۔ انتقال کے وقت اس کی عمر 21 سال تھی۔ اس نے بوقت وفات کہا کہ میں کسی کو نامزد کیوں کروں، جب میں نے بادشاہت کا مزہ ہی نہیں چکھا۔ اس طرح ہمیشہ کے لیے یزیدیت کا خاتمہ ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

سلسلہ نسب

عبداللہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ اسدی۔

کنیت

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی کنیت ''ابوبکر،، و''ابوخبیب،، ہے۔خود صحابی رسول اور صحابی زادہ بھی ہیں۔والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما تھیں۔آپ کی جدۂ محترمہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔

ولادت

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت یکم ہجری میں ہوئی کہ ہجرت کے بعد آپ ہی نومولود ہوئے جس پر مسلمانوں نے خوشی منائی کہ یہود مدینہ نے مشہور کردیا تھا کہ مدینہ منورہ میں اولاد نہ ہوگی۔اس لیے ولادت کے بعد آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور چبا کر آپ نے چٹائی اور یہ سعادتِ عظیم ان کے مقدر میں تھی۔آپ کے نانا ''حضرت ابوبکر صدیق،، رضی اللہ عنہ کے نام پر کنیت ''ابوبکر،، عطا ہوئی اور نام عبداللہ بن زبیر ہوا۔

فضائل

آپ کثرت سے روزے رکھتے تھے۔نماز میں قراءت طویل کرتے۔صلہ رحمی بہت کرتے تھے۔ بہت دلاور تھے۔ایک دن تمام رات صبح تک نمازیں ادا کرتے اور دوسرے دن تمام رات رکوع وسجود میں رہتے۔ان سے تینتیس (33) احادیث مروی ہیں۔آپ سے حدیث روایت کرنے والے عروہ آپ کے بھائی، ابن ابی ملیکہ، عباس بن سہیل، ثابت البنانی، عطااور عبیدہ السلمانی اوران کے علاوہ دیگر حضرات بھی آپ سے روایت کرنے والے ہیں۔آپ نے یزید کی بات سے انکار کردیا تھااور مکہ معظمہ چلے آئے تھے۔ازخود کسی کی بیعت نہ کی نہ دوسروں سے بیعت طلب کی۔یزید کی بیعت سے انکار پر یزید بہت سخت ناراض تھا۔مگر یزید کے انتقال پر لوگوں سے بیعت لی۔اہل حجاز، یمن، عراق اور اہل خراسان نے آپ سے بیعت کی مگر اہل شام نے نہ کی اور انھوں نے معاویہ بن یزید کی بیعت کرلی۔معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد شامیوں اور مصریوں نے بیعت کرلی۔

توسیع حرم

آپ نے کعبہ شریف کی عمارت کی تجدید کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر دو دروازے قائم کیے۔

اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمانے پر خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تکمیل کرتے ہوئے خانہ کعبہ میں چھ گز زمین حطیم کعبہ میں شامل کی۔

مروان کی شرانگیزی

مروان نے خفیہ سازش کر کے مصر اور شام پر قبضہ کرلیا۔65 ہجری میں اپنے بیٹے عبدالملک کو جانشین بنایا اور مرگیا۔مروان باغی تھا اور اس نے حضرت عبداللہ

بن زبیر رضی اللہ عنہ پر خروج کیا۔ بغاوت کی وجہ سے ولی عہد مقرر کرنا بھی غلط تھا۔ اس کا ہر اقدام باطل تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

مکہ معظمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہوئے۔ عبدالملک بن مروان نے مکہ پر چڑھائی کی اور حجاج ثقفی کی سرکردگی میں 40 ہزار فوج بھیج کر مکہ مکرمہ کا محاصرہ کرلیا۔ ایک ماہ تک محاصرہ رہا۔ حجاج منجنیق سے مکہ پر سنگساری کرتا رہا ۔محاصرہ کی طوالت سے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے معاونین گھبرا گئے اور پوشیدہ طریقے سے حجاج سے مل گئے۔ جس کی بنا پر 17 جمادی الاولیٰ بروز شنبہ کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ گرفتار ہوئے اور ان کو پھانسی دے دی گئی، اور مکہ معظمہ پر عبدالملک بن مروان کا قبضہ ہوگیا۔ اس نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ مشہور شاہ سوار تھے۔ آپ کی شجاعت کے بہت سے واقعات عوام میں مشہور ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال محبت

ابو یعلی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ پچھنوں سے نکلا ہوا خون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہاں پھینک آؤ جہاں کسی کی نظر نہ پڑے۔ مگر بجائے پھینکنے کے باہر آ کر خود پی لیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو بتایا کہ خود پی گئے ہیں۔ فرمایا: اسی وجہ سے تمہارا دبدبہ لوگوں پر ہوگا۔ اسی وجہ سے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ میں طاقت و قوت تھی۔

مدعی نبوت سے مقابلہ و مقاتلہ

آپ کے زمانہ میں مختار الکذاب مدعی نبوت نے خروج کیا۔ حضرت

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس لشکر کا مقابلہ اور اس پر فتح پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس ملعون کو قتل کیا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شجاعت

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بہتر کسی کو نماز پڑھتے نہ دیکھا۔ آپ حرم کعبہ میں نماز پڑھتے تھے، منجنیق سے پتھر آ کر گرتے مگر اس طرف توجہ نہ کرتے اور برابر نماز میں مشغول رہتے۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ بیت اللہ شریف میں ایک دفعہ پانی بھر گیا تو حج کے ارکان حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے تیر کر ادا کیے۔ ان میں تین باتیں بے مثال تھیں:

۱۔ شجاعت ۲۔ عبادت ۳۔ فصاحت و بلاغت

اتنے بلند آواز کہ خطبہ کی آواز پہاڑوں سے ٹکراتی۔ سب سے پہلے کعبہ پر "دیباج"، کا غلاف آپ ہی نے چڑھایا تھا۔

عبدالملک بن مروان

عبدالملک 17 ہجری میں پیدا ہوا اور اپنے باپ مروان کی زندگی میں ولی عہد مقرر ہوا، جبکہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے، اور عبدالملک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عراق پر قابض ہو گیا۔ حجاج ثقفی نے 74 ہجری میں اہل مدینہ پر جبر و تشدد کیا۔ طرح طرح سے ان کو ذلیل و رسوا کیا۔ حضرت انس، حضرت جابر اور حضرت سہل بن ساعد ساعدی رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر ذلیل کیا۔ 75 ہجری میں عبدالملک نے حج کیا اور اسی سال حجاج کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ 76 ہجری میں اس نے روما کے مشہور شہر "ہرقلہ"، کو فتح کیا۔ 82 ہجری میں

سنان کا قلعہ فتح کیا۔اسی سال آرمینیہ سے جنگ ہوئی۔83 ہجری میں حجاج نے شہر"واسطہ،، کی بنیاد رکھی۔84 ہجری میں حصیصہ فتح ہوا۔ممالک غربیہ مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔85 ہجری میں شہر"اردبیل ،،اور"بزوعہ،، بسائے گئے۔86 ہجری میں قلعہ بولق اوراخرم فتح ہوئے اوراسی سال عبدالملک کا انتقال ہوگیا۔عبدالملک کے عہد میں غدر ہوااوراس نے لوگوں کوامر بالمعروف سے روکا۔

عبدالملک کی وفات کے بعداس کا بیٹاولیدولی عہدہوا،جوان پڑھ تھا۔ بروقتِ خطاب یَـا اَھْـلُ الْـمَـدِیْـنَةِ کہتا جبکہ لفظ"اھل،، کالام مفتوح ہونا چاہیے۔بڑا ظالم تھا۔

88 ہجری میں ولید نے جرثومہ اورطوانہ فتح کیے۔89 ہجری میں جزیرہ منورقہ مالدیپ فتح ہوا۔میورقہ فتح ہوا۔91 ہجری میں نسف،کش،شومان،مدائن اور آذربائیجان کے بعض ساحلی قلعے فتح کیے۔92 ہجری میں سپین (اندلس) فتح ہوا۔شہرارمابیل،قتربون قبضہ میں آئے۔93 ہجری میں شہر دیبل،کیرخ فتح ہوئے، مرادکراچی شہرفتح ہوا۔برہم وباجہ،بیضاء،خوارزم،سمرقنداورسغد فتح ہوئے۔94 ہجری میں کابل فتح ہوا۔فرغانہ،شوش اورسندرہ فتح ہوئے۔95 ہجری شہرموقان اورمدینہ الباب قبضہ میں آئے۔96 ہجری میں لوس فتح ہوا۔اوراسی سال نصف جمادی الاخری میں ولید 51 سال کی عمر میں مرگیا۔اس کے دورمیں عظیم فتوحات ہوئیں جیسی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئیں۔

ولید کے بعدابوایوب سلیمان بن عبدالملک ولی عہدنامزدہوا۔96 ہجری میں وہ تخت پر بیٹھا۔اس نے عدل سے کام لیا۔جہادکابڑاشوق تھا۔سلیمان بن عبدالملک نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کواپناوزیرمقررکیا۔اس نے حجاج ثقفی کو برطرف کیا۔اس نے اپنی خلافت کاآغازنمازکی ادائیگی پرکیا۔اس کے خاتمے

پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔سلیمان نے 10 صفر 99 ہجری میں وفات پائی۔

انتقالِ سلیمان پر حسبِ وصیت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت

جب سلیمان کا انتقال ہوا اور وصیت نامہ کھولا گیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا نام بطورِ ولی عہد درج تھا۔عبدالملک کے دونوں بیٹے رنجیدہ ہو گئے۔مگر جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے بعد یزید بن عبدالملک کا نام ولی عہد دیکھا تو خاموش ہو گئے اس لیے خلافت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے سپرد ہو گئی۔مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ حیران رہ گئے۔بیٹھے ہوئے تھے،اٹھنے کی ہمت نہ رہی۔یہاں تک کہ لوگوں نے پکڑ کر منبر پر چڑھایا اور پھر بھی وہ منبر پر دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔اس پر رجاء نے لوگوں سے کہا: کس لیے کھڑے ہو بڑھ کر بیعت کیوں نہیں کرتے۔یہ سن کر لوگ آگے بڑھے۔رجاء نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا۔

بیعت کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے،حمد وثنا کے بعد فرمایا: میں کوئی نئی چیز ایجاد کرنے والا نہیں ہوں بلکہ اپنے پیشرو حضرات کی پیروی کرنے والا ہوں۔اگر دوسرے شہر اور ممالک کے لوگوں نے تمھاری طرح بیعت کی تو پھر میں تمھارا خلیفہ ہوں ورنہ نہیں۔اس کے بعد منبر سے نیچے اتر آئے۔داروغہء اصطبل گھوڑا لایا اور کہا کہ یہ خلیفہ کی سواری کا گھوڑا ہے۔آپ نے جواب دیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں اور فرمایا کہ میرا اپنا گھوڑا لاؤ۔اسی پر سوار ہوئے اور اپنے مکان پر تشریف لے گئے۔

مکان پر پہنچ کر عاملین (گورنروں) کے نام فرامین لکھے۔خطرہ تھا کہ کہیں کمزوری کا اظہار نہ کر دیں مگر دیکھا تو قوت وسطوت کا اظہار تھا۔

ایک دفعہ عبدالملک کے بیٹوں مروان اور سلیمان کے مابین تلخی ہوگئی۔
سلیمان نے مروان کو گالی دی۔ مروان نے بھی ایسا ہی جواب دینا چاہا تو اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ تمھارا بڑا بھائی ہے، خلیفہ وقت ہے اور عمر میں تم سے بڑا ہے۔ کوئی بات زبان سے نہ نکالنا۔ مروان خاموش ہوگیا مگر اسی رات غصہ کی حالت میں انتقال کر گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان، کنیت ابو حفص، خلیفہ صالح ہوئے۔
اس قدر صالح کہ ان کا شمار خلفائے راشدین کے بعد پانچویں نمبر پر ہے۔ آپ عبدالملک بن مروان کے برادر زادہ اور داماد تھے۔ عبدالملک کی بیٹی فاطمہ آپ کی زوجہ تھیں۔ ولید اور سلیمان کے بہنوئی تھے۔

مولد و تاریخ ولادتِ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

آپ مصر کے مضافات میں حلوان کے مقام پر پیدا ہوئے۔ 61 ہجری کی پیدائش ہے، جبکہ ان کے والد عبدالعزیز بن مروان مصر کے حاکم تھے۔ آپ کی والدہ ام عاصم بنت عاصم بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھیں۔ گویا ان کی والدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ ان کے چہرے پر نشان اس وقت پڑا جب بچپن میں گھوڑے نے لات ماری اور خون جاری ہوگیا۔ آپ کے والد کہتے تھے کہ تم بنی امیہ کے بہادر اور شجاع ترین فرد ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں پیش گوئیاں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میری اولاد میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کے چہرے پر داغ ہوگا، وہ تمام روئے زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ (ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ابا جان کی اولاد میں سے آپ ہی کی مانند ایک خلیفہ پیدا نہ ہو۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو دنیا میں بھیج دیا گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش! میں اپنے داغ دار بیٹے کا زمانہ پاتا، جو دنیا کو عدل سے بھر دے گا، یہ فرمان صحیح ثابت ہوا۔

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اور علم حدیث

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جمع قرآن کے وقت بچپن میں تھے۔ ان کے والد عبدالعزیز نے تحصیل علم کے لیے ان کو مدینہ منورہ میں عبیداللہ بن عبداللہ کے پاس بھیجا۔ وہاں آپ عرصہ تک استفادہ کرتے رہے۔ باپ کے انتقال پر عبدالملک نے واپس دمشق بلا لیا اور اپنی بیٹی فاطمہ سے نکاح کر دیا۔ نہایت صالح تھے۔

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ والی مدینہ مقرر ہوئے

عبدالملک کے بعد اس کا بیٹا ولید خلیفہ ہوئے تو انھوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو مدینہ کو گورنر مقرر کر دیا۔ آپ 89 تا 93 ہجری تک اس پر فائز رہے۔ پھر معزول ہو کر شام چلے گئے۔ جب ولید نے چاہا کہ اپنے بھائی سلیمان کو معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنائے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور ولید نے ان کو قید کر دیا۔ آپ تین سال قید میں رہے۔ رہا ہوئے تو سلیمان نے ان کی وفا پرستی پر بدلہ چکانا چاہا تو اپنے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ولی عہد نامزد کر دیا۔

مکارمِ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ مثل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھتے تھے۔ آپ جب مدینہ کے حاکم تھے تو آپ ہی نماز پڑھاتے تھے۔ آپ رکوع و سجود میں

توقف کرتے تھے لیکن قیام اور قعدہ میں دیر نہ لگاتے۔ (بیہقی) محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بنو امیہ کے نجیب ہیں اور قیامت میں امت واحدہ کی طرح اٹھیں گے۔ بہت علما ان کے ساتھ مثل شاگرد کے رہتے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ مکان سے باہر نکلے تو ایک بوڑھے آدمی کو ہاتھ کا سہارا دے کر ساتھ لے جا رہے تھے۔ ریاح بن عبیدہ نے دیکھا کہ یہ بوڑھا امیر پر ظلم کر رہا ہے۔ جب پوچھا گیا کہ کون بزرگ تھے؟ تو فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام آئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امت کے حالات دیکھنے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو عدل وانصاف پر تلقین کرنے روانہ کیا تھا۔

ابو ہاشم بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو اپنا خواب بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، بائیں جانب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سامنے بیٹھے ہیں۔ اس وقت دو آدمی جھگڑتے ہوئے آئے، یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جس وقت خلیفہ ہوں تو ان دونوں (حضرت صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کی طرح انصاف کرنا۔ راوی نے خواب پر قسم کھائی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے کہ انھیں یقین ہو گیا کیونکہ خواب سچی بیان ہوئی ہے۔

دورِ خلافت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی مدتِ خلافت دو سال پانچ ماہ تھی۔ اس قلیل مدت میں آپ نے عدل وانصاف سے زمین کو بھر دیا۔ اصلاحات نافذ کیں۔ احکامِ حسنہ جاری کیے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس شاہی اصطبل کا نگران آیا اور ان کی

خوراک کا خرچ طلب کیا تو جواب دیا کہ ان گھوڑوں کو شام میں فروخت کر دو! اور ان کی قیمت بیت المال میں جمع کر دی جائے، میرے لیے یہ شہبا خچر ہی کافی ہے۔

خلافت پر تأسُّف

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو خوب روئے۔ وجہ یہ بتائی کہ مجھے خوف ہے، خدا تعالیٰ میری مدد کرے کہ انصاف کروں۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خلیفہ مقرر ہوئے تو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے تمام بنی مروان کو جمع کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باغِ فدک تھا۔ اس کی آمدنی سے بنی ہاشم کے کم سن بچوں کی پرورش اور بیواؤں کے نکاحِ ثانی میں خرچ فرماتے تھے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ باغِ فدک مانگا تو نہ دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہی طریقہ اختیار کیا۔ مگر مروان نے حاکم ہونے پر اپنی ملکیت میں لے لیا جو مجھے ترکہ میں ملا۔ اب میں بھی اس کو غیر موروثی چھوڑتا ہوں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے، حمد و ثنا کے بعد فرمایا: میں احکام فرض کرنے والا نہیں، بلکہ ان کا نفاذ کرنے والا ہوں۔ تم سے بہتر نہیں ہوں میرا بوجھ تم سے زیادہ ہے۔ اگر کوئی شخص امام ظالم سے فرار کرے تو وہ ظالم نہیں کہ خدا کی اطاعت میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ حق دار اپنا حق طلب کرے میں اس کا حق ادا کروں۔

اعزا اور اہل بیت کا مال ضبط کیا

خلیفہ ہوتے ہی جانچ پڑتال کے بعد اپنے رشتہ داروں اور گھر کے لوگوں کا مال لے لیا اور اس کو ظلم قرار دیا۔ انھوں نے کہا کہ سابقہ خلفائے بنی امیہ تو مال و متاع

سے نوازتے تھے، آپ چھین رہے ہیں، ہم کیسے گزارا کریں گے؟ آپ نے فرمایا: محنت مشقت کرو!

بیوی کا زیور بیت المال میں

جس طرح اعزا کا مال بیت المال میں جمع کیا، اپنی بیوی فاطمہ بنت عبد الملک کا بیش بہا مال اور زیورات لے کر بیت المال میں جمع کروادیا۔ کہا: یا مجھ کو پسند کریں یا مال کو کہ میں نہیں چاہتا کہ میں اور تمھارا مال جمع ہوں۔ انھوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو پسند کرلیا۔ مال دے دیا جو بیت المال میں جمع ہوگیا۔ ان کے وصال کے بعد حسب وصیت یزید بن عبدالملک تخت پر بیٹھا تو اس نے اجازت دے دی کہ فاطمہ اپنا مال بیت المال سے واپس لے سکتی ہیں مگر انھوں نے ایسا نہ کیا۔

دعا کا اثر

امام ذہبی بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے قدر کے عقیدہ سے انکار کیا کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ آپ نے اس کو توبہ کے لیے کہا، اس نے کہا کہ اگر میں گمراہ ہوتا تو نصیحت کار آمد ہوتی، میں گمراہ نہیں ہوں۔ اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ اگر غیلان نامی اپنے عقیدہ میں سچا ہے تو اسے چھوڑ دے ورنہ اس کو سزا غیب سے ملے کہ اس کے ہاتھ پیر کٹوا کر سولی پر چڑھایا جائے۔ یہ کہہ کر اسے چھوڑ دیا۔ اس نے عقیدہ کی خوب اشاعت کی۔ مگر ہشام بن عبدالملک جب تخت پر بیٹھا تو اس نے غیلان کو گرفتار کرلیا اور اس کے عقائد باطلہ کی سزا میں ہاتھ پاؤں کٹوا کر سولی پر چڑھادیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم

بنوامیہ کے بادشاہ اپنے خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتے تھے،

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اس کو بند کروا دیا۔ عمال کو لکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی نہ ہو۔ بلکہ پڑھو!

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○

(پ ۱۴، سورہ النحل، آیت نمبر ۹۰)

اس وقت سے آج تک خطیب یہی الفاظ خطبوں میں پڑھتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی بیماری اور وفات

کسی شخص نے کہا کہ اگر مدینہ دار الخلافہ ہوتا تو وفات کے بعد آپ کو روضہ اقدس میں چوتھی جگہ ملتی۔ آپ نے فرمایا: میں اس کا اہل نہیں۔ جب پوچھا کہ آپ اپنا علاج کیوں نہیں کرواتے تو فرمایا کہ مجھے زہر دیا گیا ہے، مرگیا تو شہادت کا درجہ پاؤں گا۔ بوقت رحلت کہا: اکیلا چھوڑ دو! اس پر سب چلے گئے۔ صرف مسلمہ اور فاطمہ پاس بیٹھی تھیں۔ انھوں نے سنا: مرحبا! نہ آپ انسان ہیں نہ جنات۔ پھر پڑھا: ''تلک الدار الآخرۃ...... الخ،، اور روح پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مقامِ وفات وسالِ وفات

20 رجب 101 ہجری، 93 سال کی عمر میں مقام دیرِ سمعان مضافاتِ حمص میں انتقال فرمایا۔ بنوامیہ نے زہر دلوایا تھا۔ فرمایا: مجھے معلوم ہے کس نے کس وقت زہر دیا تھا۔ جس غلام نے زہر پلایا تھا اس نے قرار کیا کہ ایک ہزار دینار کے عوض زہر پلایا تھا۔ اور آزادی کا وعدہ تھا۔ اس سے مال لے کر بیت المال میں جمع کرایا اور اس کو کہا کہ بھاگ جاؤ! آزاد ہو۔

بیت المقدس کی فتح

583 ہجری میں مسلمانوں کو بے شمار فتوحات ہوئیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے ملک شام کے اکثر وہ شہر جو فرنگیوں کے قبضہ میں تھے ان سے واپس لے لیے۔ سب سے بڑی فتح یہ ہوئی کہ بیت المقدس جس پر عیسائی قابض تھے، مسلمان 91 برس بعد اس پر قابض ہو گئے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسے فتح کر لیا اور جو آثاران کے قبضہ میں تھے واپس لے لیے۔ عیسائیوں نے جو کلیسے اور گرجے بنائے تھے وہ منہدم کرا کران کی بجائے ایک عظیم مدرسہ الشافعیہ قائم ہوا۔ صلاح الدین ایوبی نے کینسوں کو منہدم نہ کیا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس فتح کرتے وقت اس کو منہدم نہ کیا تھا۔

ایک پیشین گوئی قرآنِ کریم سے

ابن برجان نے "الم غلبت الروم" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ بیت المقدس 583 تک رومیوں کے قبضہ میں رہے گا۔ اس کے بعد وہ مغلوب ہوں گے اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ حاصل ہوگا کہ وہ بیت المقدس فتح کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور چودھویں (14) ہجری تک قبضہ میں رہا۔ عجیب بات ہے کہ ابن برجان بیت المقدس کی فتح سے بہت سال پہلے وفات پا چکے تھے اور یہ فتح ان کی کرامت کا اظہار تھا۔ 589 میں سلطان صلاح الدین ایوبی کا انتقال ہو گیا۔ ان کی ایک زرہ، ایک گھوڑا اور ایک دینار اور چھتیس درہم جو انھوں نے ترکہ میں چھوڑے وہ ایک ایلچی لے کر بغداد آیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا عماد الدین بادشاہ مقرر ہوا۔

593 میں ایک بڑا ستارہ شہابِ ثاقب ٹوٹا، سخت دھما کا ہوا، مکان ہل گئے، دیواریں دہل گئیں، لوگ قہرِ الٰہی سے بچنے کے لیے دعائیں مانگتے رہے۔ 592 میں

مکہ معظمہ میں کالی آندھی آئی جس سے لوگوں پر سرخ ریت برستی رہی اور تیز جھونکوں سے ''رکن یمانی،، کا ایک ٹکڑا گر گیا۔

596 میں مصر میں سخت قحط پڑا۔ یہ قحط مصر میں دریائے نیل کے خشک ہونے پر ہوا کہ پانی 13 گز نیچے چلا گیا۔ لوگوں نے مردار اور چمڑا تک کھالیا۔ بلکہ قبروں سے مردے نکال کر کھا گئے۔ جس طرف نظر پڑتی، مردے ہی مردے نظر آتے کہ لوگ راستوں پر دم توڑتے تھے۔ گاؤں ویران ہوگئے۔ کوئی شخص زندہ نہ بچا۔ گھروں کے دروازے کھلے پڑے تھے جن میں مردے پڑے ہوتے کوئی اٹھانے والا نہ ہوتا۔ سڑکیں مردوں سے اَٹ گئیں۔ ان کا گوشت پرندے اور درندے کھاتے۔ اسی قحط میں لوگوں نے بچے فروخت کر دیے۔ زلزلہ آیا، مکانات اور قلعے مسمار ہوگئے اور کئی گاؤں زمین میں دھنس گئے۔

606 ہجری میں تاتاریوں نے زور پکڑا اور ''چنگیز خاں،، نے غارت گری کی۔ تاتاریوں کا فتنہ ایک عظیم حادثہ تھا جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ خاص نشانہء بربریت مسلمان بنے۔ ایک عمومی تباہی تھی۔ تاتاری ایک ایسا بادل تھے جس کو ہوا تیزی سے ادھر ادھر لیے پھرتی ہے۔ چین سے نکل کر ترکستان، بخارا، سمرقند کو تباہ و ویران اور برباد کرتے ہوئے خراسان پہنچے۔ تباہی مچاتے، غارت گری کرتے ہوئے ''رے،، اور ''ہمدان،، کا برا حشر کیا۔ عراق پہنچے، تباہی مچائی۔ ایک سال کے اندر شہروں کو برباد کرڈالا۔ یہ لوگ طلوعِ آفتاب کے وقت سورج کو سجدہ کرتے تھے۔ کوئی چیز حرام نہ سمجھتے تھے۔ جانور بلکہ انسان کا گوشت بھی حلال سمجھتے تھے۔ ایک عورت کئی مردوں کے لیے کافی ہوتی۔ شادی بیاہ کا جھگڑا نہ کرتے۔ سکندر کی فتوحات میں کم از کم دس سال کا زمانہ صرف ہوا اور عظیم فتوحات کے باوجود قتل و غارت گری ان کا مقصد نہ تھا مگر تاتاریوں نے دنیا کے عظیم حصہ کو فتح کیا، تمام دنیا پر دبدبہ قائم کیا۔

لوگ ان کے نام سے کانپتے۔ ان کو مدد اور رسد کی ضرورت نہ تھی۔ بھیڑ بکریاں پاس ہوتیں۔ گھوڑے سموں سے کھود کر گھاس نکال لیتے۔ اس پر گزارہ کرتے۔ دانہ چنا کی ضرورت نہ تھی۔

تاتاریوں کا بغداد پر حملہ

655 ہجری میں ہلاکو خاں کی سرکردگی میں بغداد پر حملہ کیا۔ شاہی فوج نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ 10 محرم 656 ہجری میں تاتاری بغداد میں داخل ہوئے۔ خبیث وزیر ابن علقمی نے سلطان مستعصم کو مشورہ دیا کہ تاتاریوں کے ساتھ مصالحانہ رویہ اختیار کریں۔ تاتاریوں کے سپہ سالار کے پاس جا کر گفتگو کریں۔ ہلاکو خاں سے امان کا وعدہ لے کر وزیر ابن علقمی نے کہا کہ تاتار کو راضی کریں۔ اس مشورہ پر سلطان مستعصم اپنے عمائدین کے ہمراہ ہلاکو خاں کے پاس گیا۔ ایک خیمہ میں بیٹھے۔ پہلے ہلاکو خاں کے پاس علماو فقہا کو بھیجا تا کہ شرائط صلح طے کر لیں۔ اس نے سب کو قتل کرا دیا۔ ایک ایک کر کے سب کی گردنیں اڑا دیں۔

سب اُمراو وُزرا کے قتل کے بعد راستہ صاف ہو گیا کہ سلطان بھی قتل ہو گیا۔ پھر بغداد میں قتل عام شروع کیا۔ خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ جو لوگ تہہ خانوں میں چھپ گئے، بچ گئے، باقی ختم ہو گئے۔ بدنصیب مستعصم کو دفن ہونا بھی نصیب نہ ہوا۔ اس کی اولاد اور رشتہ دار سب قتل ہو گئے۔ باقی قید کر لیے گئے۔ تاتاریوں کے ہاتھوں مسلمانوں نے بڑی ذلت اٹھائی۔ ابن علقمی وزیر بھی دیر تک زندہ نہ رہا، مر گیا۔

بغداد کی تباہی کے بعد عراق میں ہلاکو نے اپنا نائب مقرر کیا۔

والی دمشق کے نام ہلاکو کا مراسلہ

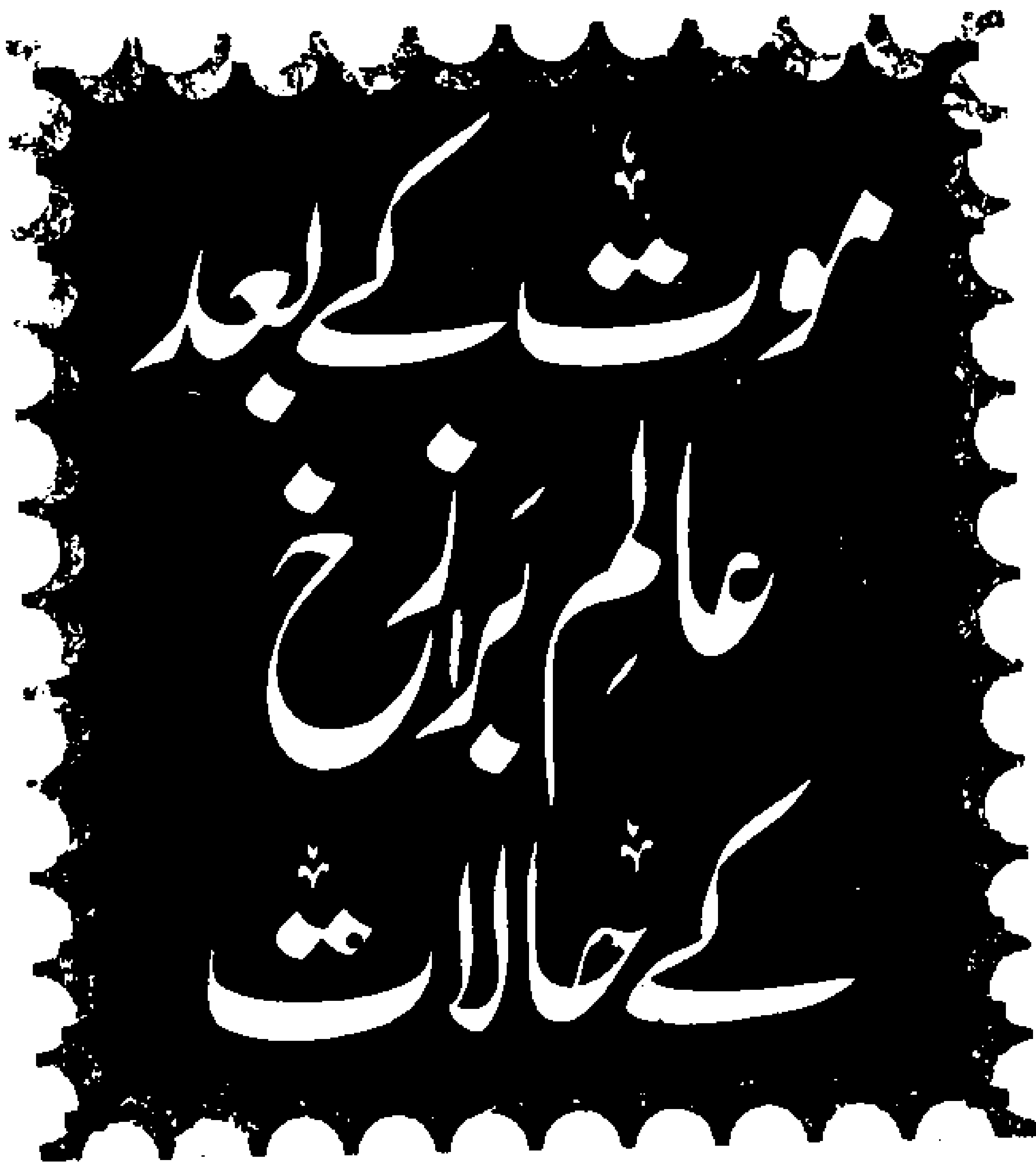
والی دمشق ناصر کے نام خط میں لکھا کہ عراق میں فوجوں کو موت کے گھاٹ

اتار کر شہر کے رئیس لوگ بھی قتل کیے گئے۔شہر کے لوگوں کو تہِ تیغ کیا گیا۔اے سلطان! ہماری اطاعت قبول کرو! پھر کچھ عرصہ بعد اور خط لکھا۔مگر ناصر کو تیسرا خط یہ لکھا کہ ہم نے شہروں کو کھنڈر کر دیا ہے، بچوں کو یتیم ،لوگوں کو قتل کر دیا ہے۔سب کو ذلیل کر دیا ہے تم ہم سے بچ نہیں سکتے۔تھوڑی مدت میں جان لو گے۔

657ہجری میں والیءِ مصر المنصور علی بن معز تھا جو کم سن تھا۔اس کے اور اتالیق کے فرائض امیر سیف الدین قطن المعزی کے سپرد تھے۔اس وقت سید کمال الدین عدیمی نے تاتاریوں کے مقابلے کے لیے مدد طلب کی اور امیر سیف الدین سے درخواست کی۔اس نے امراء وعلماء سے فتویٰ طلب کیا۔پھر بادشاہت کا اعلان کر دیا کہ بادشاہِ وقت وہی ہے اور دفاع کے لیے اولوالعزم بادشاہ کی ضرورت ہے۔

658ہجری میں تاتاریوں نے فرات عبور کر کے حلب پر حملہ کیا۔دل کھول کر قتل وغارت گری کی۔پھر وہاں سے دمشق پہنچے۔وہاں پر مصری فوج مقابلہ پر آ گئی ۔نو دملک المظفر ساتھ تھا۔سپہ سلاری رکن الدین بیبرس کے سپرد تھی۔تاتاری نہر جالوت پر پہنچ گئے ۔زبردست جنگ کے بعد پہلی بار تاتاریوں کو شکست ہوئی ۔کچھ مارے گئے اور باقی فرار ہو گئے۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں



مصنف

مرزا محمد عمر الدین نعیمی مرحوم

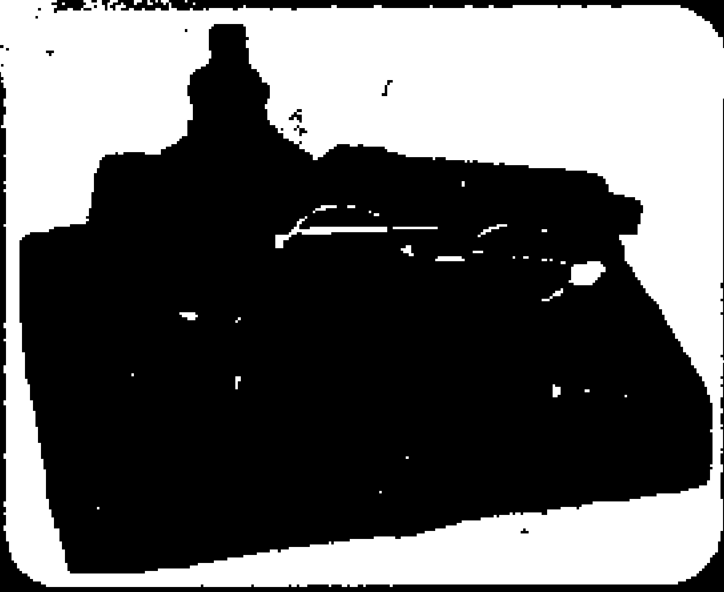
تقدیم

پروفیسر محمد اکرم رضا

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

Phone
0333-4383766
042-7213575

مرزا محمد عمر الدین نعیمی کے علمی جواہر پارے



یہ کتب عنقریب منظرِ اشاعت پر جلوہ گر ہو رہی ہیں

- عظمت خیر الانام
- موت کے بعد عالم برزخ کے حالات
- خلفاء راشدین سے شہادت امام حسین تک
- حضرت عبداللہ بن زبیر سے سلطان صلاح الدین ایوبی تک
- اولیاء اللہ کا مقام

محمد اکرم رضا

- رسول معظم اور خلفاء رسول
- انعام یافتہ ہستیاں
- تاجدار ملک سخن
- مثالی خواتین اسلام
- انعام یافتہ تقریریں

قادری رضوی کتب خانہ
042-7213575